مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

نمبر (۸۳۵)

رجسٹرڈ ایل

خاتم النبیین نمبر

الفضل قادیان

ایڈیٹر — غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

۶ نومبر ۱۹۳۲ء

قیمت چار آنے

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں عاشقانہ ترانہ

از بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

شانِ احمد را کہ داند جُز خداوندِ کریم،
آنچناں از خود جُدا شُد کز میاں اُفتاد میم

زاں نمط شُد محوِ دلبر کز کمالِ اتحّاد
پیکرِ او شُد سراسر صُورتِ ربِّ رحیم

بُوئے محبُوبے حقیقی میدمد زاں رُوئے پاک،
ذاتِ حقانی صِفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

گرچہ منسُوبم کُند کس سُوئے الحاد و ضلال
چُوں دلِ احمد نمے بینم دِگر عرشِ عظیم

منّتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار
صد بلا را مے خرم از ذوقِ آں عین النعیم

از عنایاتِ خدا و ز فضلِ آں دادارِ پاک،
دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم

آں مقام و آیتِ خاصش کہ بر من شد عیاں
گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہِ سلیم

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنّا ایں دُعا ایں در دلم عزمِ صمیم،

صلّو علیہ وآلہٖ

صلی اللہ علیہ وآلہ

حجم ۶۴ صفحات

الفضل کا خاتم النبیین نمبر (۵) ۱۹۳۲ء

قیمت چار آنہ 4 ANNAS

فہرست مندرجات

مردوں کے مضامین

خواتین کے مضامین

نظمیں

خاتم النبیین نمبر
الفضل
نمبر ۵۵ قادیان دارالامان مورخہ ۶ نومبر ۱۹۳۲ء جلد ۲۰

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادہ زندگی

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

اسوہ حسنہ

ہمارے ہادی اور رہنما آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ رحمۃ للعالمین ہو کر آئے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو کل دُنیا کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ اس لئے آپؐ نے ہمارے لئے جو نمونہ قائم کیا۔ وہی سب سے درست اور اعلےٰ ہے۔ اور اس قابل ہے۔ کہ ہم اس کی نقل کریں۔ آپؐ نے اپنے طریق عمل سے ہمیں بتایا ہے۔ کہ جذباتِ نفس جو پاک اور نیک ہیں۔ ان کو دبانا تو کسی طرح جائز ہی نہیں۔ بلکہ ان کو تو ابھارنا چاہیئے۔ اور جو جذبات ایسے ہوں۔ کہ ان سے گناہوں اور بدیوں کی طرف توجہ ہوتی ہو۔ ان کا چھپانا نہیں۔ بلکہ ان کا مارنا ضروری ہے۔ پس اگر تکلف سے بعض ایسی باتیں نہیں کرتے۔ جن کا کرنا ہمارے دین اور دنیا کے لئے مفید تھا۔ تو ہم غلط کار ہیں۔ اور اگر وُہ باتیں جن کا کرنا دینِ اسلام کے رُو سے ہمارے لئے جائز ہے۔ صرف تکلف اور بناوٹ سے نہیں کرتے۔ ورنہ در اصل ان کے شائق ہیں۔ تو یہ نفاق ہے۔ اور اگر لوگوں کی نظروں میں عزت وعظمت حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو خاموش اور سنجیدہ بناتے ہیں۔ تو یہ شرک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ایسا ایک بھی نمونہ نہیں پایا جاتا۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ آپؐ نے ان تینوں اغراض میں سے کسی کے لئے تکلف یا بناوٹ سے کام لیا۔ بلکہ آپؐ کی زندگی نہایت سادہ اور صاف معلوم ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ اپنی عزت کو لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ عزت و ذلت کا مالک خدا کو ہی سمجھتے تھے۔

دینی پیشواؤں میں تصنع

جو لوگ دین کے پیشوا ہوتے ہیں۔ انہیں یہ بہت خیال ہوتا ہے کہ ہماری عبادتیں اور ذکر دُوسرے لوگوں سے زیادہ ہوں۔ اور خاص طور پر تصنع سے کام لیتے ہیں۔ تا لوگ نہایت نیک سمجھیں۔ اگر مسلمان

ہیں۔ تو وضو میں خاص اہتمام کریں گے۔ اور بہت دیر تک وضو کے اعضا کو دھوتے رہیں گے۔ اور وضو کے قطروں سے پرہیز کریں گے۔ سجدہ اور رکوع لمبے لمبے کریں گے۔ اپنی شکل سے خاص حالت خشوع وخضوع ظاہر کریں گے۔ اور خوب وظائف پڑھیں گے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ سب سے اتقیٰ اور اورع تھے۔ اور آپؐ کے برابر خشیت اللہ کوئی انسان پیدا نہیں کر سکتا۔ مگر باوجود اس کے آپؐ ان سب باتوں میں سادہ تھے۔ اور آپؐ کی زندگی بالکل ان تکلفات سے پاک تھی۔

بچہ کے رونے پر نماز میں جلدی

ابی قتادہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ انی لاقوم فی الصلوٰۃ ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوٰتی کراھیۃ ان اشق علےٰ امہ۔ یعنی میں بعض دفعہ نماز میں کھڑا ہوتا ہوں۔ اور ارادہ کرتا ہوں۔ کہ نماز کو لمبا کر دوں۔ مگر کسی بچہ کے رونے کی آواز سُن لیتا ہوں تو اپنی نماز کو اس خوف سے کہ کہیں میں بچہ کی ماں کو مشقت میں نہ ڈالوں۔ نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ کس سادگی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہم بچہ کی آواز سُنکر نماز میں جلدی کر دیتے ہیں۔ آج کل کے صوفیا ر تو ایسے قول کو شائد اپنی ہتک سمجھیں۔ کیونکہ وُہ تو اس بات کے اظہار میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ کہ ہم نماز میں ایسے مست ہوئے۔ کہ کچھ خبر ہی نہیں رہی۔ اور گو پاس ڈھول بھی بجتے رہیں۔ تو ہمیں کچھ خیال نہیں آتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تکلفات سے بری تھے آپؐ کی عظمت خدا تعالےٰ کی دی ہوئی تھی۔ نہ کہ انسانوں نے آپؐ کو معزز بنایا تھا۔ یہ خیال وہی کر سکتے ہیں۔ جو انسانوں کو اپنا عزت دینے والا سمجھتے ہوں۔

جوتیوں سمیت نماز پڑھنا

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے۔ کہ انہٗ سئل اکان النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی فی نعلیہ قال نعم یعنی آپ سے سوال کیا گیا۔ کہ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتیوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ہاں پڑھ لیتے تھے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ کس طرح تکلفات سے بچتے تھے۔ اب وُہ زمانہ آگیا ہے۔ کہ وُہ مسلمان جو ایمان اور اسلام سے بھی ناواقف ہیں۔ اگر کسی کو اپنی جوتیوں سمیت نماز پڑھتے دیکھ لیں۔ تو شور مچا دیں۔ اور جب تک کوئی ان کے خیال کے مطابق کل شرائط کو پُورا نہ کرے۔ وُہ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔ آپؐ کا یہ طریق نہ تھا۔ بلکہ آپؐ واقعات کو دیکھتے تھے۔ نہ تکلفات کے پابند تھے۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے طہارت۔ اور پاکیزگی شرط ہے۔ اور یہ بات قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے پس جب جوتی پاک ہو۔ اور عام جگہوں پر جہاں نجاست کے لگنے کا خطرہ ہو پہنکر نہ گئے ہوں۔ تو اس میں ضرورت کے وقت نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں۔ اور آپؐ نے ایسا کر کے امتِ محمدیہ پر ایک بہت بڑا احسان کیا کہ انہیں آئندہ کے لئے تکلفات اور بناوٹ سے بچا لیا۔ اس اسوہ حسنہ سے ان لوگوں کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ جو آج کل ان باتوں پر جھگڑتے ہیں۔ اور تکلفات کے شیدا ہیں۔ جس عمل سے عظمتِ الٰہی اور تقوےٰ میں فرق نہ آئے۔ اس کے کرنے پر انسان کی بزرگی میں فرق نہیں آسکتا۔

بن بلائے دعوت میں آنے والے کے لئے اجازت طلب کرنا

حضرت ابن مسعود الانصاری رضؓ سے روایت ہے۔ قال کان رجل من الانصار یقال لہ ابو شعیب وکان لہٗ غلام لحام فقال اصنع لی طعاما ادعوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خامس خمسۃ فدعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خامس خمسۃ فتبعھم رجلٌ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انک دعوتنا خامس خمسۃ وھذا رجل قد تبعنا فان شئت اذنت لہ وان شئت ترکتہ قال بل اذنت لہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ایک شخص انصار میں تھا۔ اس کا نام ابو شعیب تھا۔ اور اس کا ایک غلام تھا۔ جو قصائی کا پیشہ کرتا تھا۔ اسے اُس نے حکم دیا۔ کہ تو میرے لئے کھانا تیار کر۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار اور آدمیوں سمیت کھانے کے لئے بلاؤں گا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی کہلا بھیجا۔ کہ حضورؐ کی۔ اور چار اور آدمیوں کی دعوت ہے۔ جب آپؐ اس کے ہاں چلے۔ تو ایک اور شخص بھی ساتھ ہو گیا۔ جب آپؐ اس کے گھر پر پہنچے۔ تو اس سے کہا۔ کہ تم نے ہمیں پانچ آدمیوں کو بلایا تھا۔ اور یہ شخص بھی ہمارے ساتھ آگیا ہے۔ اب بتاؤ۔ کہ اسے بھی اندر آنے کی اجازت ہے۔ یا نہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت ہے۔ تو آپؐ اس کو بھی ساتھ لے گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کس طرح بے تکلفی سے معاملات کو پیش کر دیتے۔ شائد آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا۔ تو چپ ہی رہتا۔ مگر آپ دُنیا کے لئے نمونہ تھے۔ اس لئے آپ ہر بات میں جب تک خود عمل کر کے نہ دکھاتے۔ ہمارے لئے مشکل ہوتی۔ آپ نے اپنے عمل سے بتا دیا۔ کہ سادگی ہی انسان کے لئے مبارک ہے۔ اور ظاہر کر دیا۔ کہ آپ کی عزت تکلفات یا بناوٹ سے نہیں تھی۔ اور نہ آپ ظاہری خاموشی یا وقار سے بڑا بننا چاہتے تھے۔ بلکہ آپ کی عزت خدا کی طرف سے تھی۔

گھر کے اخراجات میں سادگی

آپ کی زندگی بھی نہایت سادہ تھی۔ اور وُہ اسراف اور غلو جو امراء اپنے گھر کے اخراجات میں کرتے ہیں۔ آپ کے ہاں نام کو نہ تھا۔ بلکہ ایسی سادگی سے زندگی بسر کرتے۔ کہ دُنیا کے بادشاہ اسے دیکھ کر ہی حیران ہو جائیں۔ اور اس پر عمل کرنا تو الگ رہا۔ یورپ کے بادشاہ شائد یہ بھی نہ مان سکیں۔ کہ کوئی ایسا بادشاہ بھی تھا۔ جسے دین کی بادشاہت بھی نصیب تھی۔ اور دُنیا کی حکومت بھی حاصل تھی۔ مگر پھر بھی وُہ اپنے اخراجات میں ایسا کفایت شعار اور سادہ تھا۔ اور پھر بخیل نہیں۔ بلکہ دُنیا نے آج تک جس قدر سخی پیدا کئے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر سخی تھا۔

امراء کی حالت

جن کو اللہ تعالیٰ مال و دولت دیتا ہے۔ ان کا حال لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ غریب سے غریب ممالک میں بھی نسبتاً امراء کا گروہ موجود ہے۔ حتیٰ کہ جنگلی قوموں اور وحشی قبیلوں میں بھی کوئی نہ کوئی طبقہ امراء کا ہوتا ہے۔ اور ان کی زندگیوں میں اور دُوسرے لوگوں کی زندگی میں جو فرق نمایاں ہوتا ہے۔ وُہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ خصوصاً جن قوموں میں تمدن بھی ہو۔ ان میں تو امراء کی زندگیاں ایسی پُر عیش و عشرت ہوتی ہیں۔ کہ ان کے اخراجات اپنی حد سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔

عرب سرداروں کی حالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قوم میں پیدا ہوئے۔ وُہ بھی فخر و خیلا میں خاص طور پر مشہور تھی۔ اور حشم و خدم کو باعث ناز جانتی تھی۔ عرب سردار باوجود ایک غیر آباد ملک کے باشندہ ہونے کے بیسیوں غلام رکھتے اور اپنے گھروں کی رونق کے بڑھانے کے عادی تھے۔

عرب کی دو ہمسایہ قوموں کے بادشاہوں کی حالت

عرب کے ارد گرد دو قومیں ایسی بستی تھیں۔ کہ جو اپنی طاقت و جبروت کے لحاظ سے اس وقت کی کل معلومہ دُنیا پر حاوی تھیں۔ ایک طرف ایران اپنی مشرقی شان و شوکت کے ساتھ اپنے شاہانہ رُعب و داب کو کل ایشیا پر قائم کئے ہوئے تھا۔ تو دوسری طرف رُوم اپنے مغربی جاہ و جلال کے ساتھ اپنے حاکمانہ دست تصرف کو افریقہ اور یورپ پر پھیلائے ہوئے تھا۔ اور یہ دونوں ملک عیش و طرب میں اپنی ہمعصر حکومتوں کو کہیں پیچھے چھوڑ چکے تھے۔ اور آسائش و آرام کے ایسے ایسے سامان پیدا ہو چکے تھے کہ بعض باتوں کو تو اب اس زمانہ میں بھی کہ آرام و آسائش کے سامانوں کی ترقی کمال درجہ کو پہنچ چکی ہے۔ بنگاہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے۔ دربار ایران میں شاہان ایران جس شان و شوکت کے ساتھ بیٹھنے کے عادی تھے۔ اور ان کے گھروں میں جو کچھ ساز و سامان طرب جمع کئے جاتے تھے۔ اسے شاہنامہ کے پڑھنے والے بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اور جنہوں نے تاریخوں میں ان سامانوں کی تفصیلوں کا مطالعہ کیا ہے۔ وُہ تو اچھی طرح سے ان کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔ کہ دربار شاہی کے قالین میں بھی جواہرات اور موتی ٹنکے ہوئے تھے۔ اور باغات کے نقشہ زمردوں اور موتیوں کے صرف سے تیار کر کے میدان دربار کو شاہی باغوں کا مماثل بنا دیا جاتا تھا۔ ہزاروں خدام اور غلام شاہ ایران کے ساتھ تھے۔ اور ہر وقت عیش و عشرت کا بازار گرم رہتا تھا۔

رومی بادشاہ بھی ایرانیوں سے کم نہ تھے۔ اور وُہ اگر ایشیائی شان و شوکت کے شیدا نہ تھے۔ تو مغربی آرائش و زیبائش کے دلدادہ ضرور تھے۔ جن لوگوں نے رومیوں کی تاریخ پڑھی ہے۔ وُہ جانتے ہیں کہ رومیوں کی حکومتوں نے اپنی دولت کے ایام میں دولت کو کس کس طریق سے خرچ کیا ہے۔

پس عرب جیسے ملک میں پیدا ہو کر جہاں دوسروں کو غلام بنا کر حکومت کرنا فخر سمجھا جاتا تھا۔ اور جو روم و ایران جیسی متمدن حکومتوں کے درمیان واقعہ تھا۔ کہ ایک طرف ایرانی عیش و عشرت اسے ابھار رہی تھی تو دوسری طرف رومی زیبائش و آرائش کے سامان اس کا دل اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بادشاہ عرب بن جانا اور پھر ان باتوں میں سے ایک سے بھی متاثر نہ ہونا۔ اور روم و ایران کے دام تزویر سے صاف بچ جانا۔ اور عرب کے بت کو مار کر گرا دینا کیا یہ کوئی ایسی بات ہے۔ جسے دیکھ کر پھر بھی کوئی دانا انسان آپ کے پاک بازوں کے سردار اور طہارت النفس میں کامل نمونہ ہونے میں شک کر سکے۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

گھر کا کام خود کرنا

علاوہ اس کے آپ کے ارد گرد بادشاہوں کی زندگی کا نمونہ تھا۔ وُہ ایسا نہ تھا۔ کہ اس سے آپ وُہ تاثرات حاصل کرتے جن کا اظہار آپ کے اعمال کرتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا درجہ دے دیا تھا۔ کہ اب آپ تمام مخلوقات کے مرجع افکار ہو گئے تھے۔ اور ایک طرف روم آپ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو۔ اور دُوسری طرف ایران آپ کے ترقی کرنے والے اقبال کو شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ اس فکر میں تھے۔ کہ اس سیلاب کو روکنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ اس لئے دونوں حکومتوں کے آدمی آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ اور ان کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ شروع تھا۔ ایسی صورت میں بظاہر ان لوگوں پر رعب قائم کرنے کے لئے ضروری تھا۔ کہ آپ بھی اپنے ساتھ ایک جماعت غلاموں کی رکھتے۔ اور اپنی حالت ایسی بناتے۔ جس سے وُہ لوگ متاثر اور مرعوب ہوتے۔ مگر آپ نے کبھی ایسا نہ کیا۔ غلاموں کی جماعت تو الگ رہی۔ گھر کے کام کاج کے لئے بھی کوئی نوکر نہ رکھا اور خود ہی سب کام کر لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت لکھا ہے۔ کہ انھا سئلت عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما کان یصنع فی بیت قالت کان یکون فی مھنۃ اھلہ تعنی فی خدمۃ اھلہ فاذا حضرت الصلوٰۃ خرج الی الصلوٰۃ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ آپ اپنے اہل کی محنت کرتے تھے۔ یعنی خدمت کرتے تھے۔ پس جب نماز کا وقت آ جاتا۔ تو آپ نماز کے لئے باہر چلے جاتے تھے۔

اس حدیث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ کس سادگی کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ اور بادشاہت کے باوجود آپ کے گھر کا کام کاج کرنے والا کوئی نوکر نہ ہوتا۔ بلکہ آپ اپنے خالی اوقات میں خود ہی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ مل کر گھر کا کام کاج کروا دیتے۔ اللہ اللہ کیسی سادہ زندگی ہے۔ کیا بے نظیر نمونہ ہے۔ کیا کوئی انسان بھی ایسا پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس نے بادشاہ ہو کر یہ نمونہ دکھایا ہو کہ اپنے گھر کے کام کے لئے ایک نوکر بھی نہ ہو۔ اگر کسی نے دکھایا ہے تو وُہ بھی آپ کے خدام میں سے ہوگا۔ کسی دوسرے بادشاہ نے جو آپ کی غلامی کا فخر نہ رکھتا ہو۔ یہ نمونہ کبھی نہیں دکھایا۔ ایسے بھی مل جائیں گے۔ جنہوں نے دُنیا سے ڈر کر اسے چھوڑ ہی دیا۔ ایسے بھی ہونگے جو دُنیا میں پڑے۔ اور اسی کے ہو گئے۔ مگر یہ نمونہ۔ کہ دنیا کی اصلاح کے لئے اس کا بوجھ اپنے کندھوں پر بھی اٹھائے رکھا۔ اور ملکوں کے انتظام کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی۔ مگر پھر بھی اس سے الگ رہے۔ اور اس سے محبت نہ کی۔ اور بادشاہ ہو کر فقر اختیار کیا۔ یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خدام کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔ جن لوگوں کے پاس کچھ تھا ہی نہیں۔ وُہ اپنے رہنے کے لئے مکان بھی نہ پاتے تھے۔ اور دشمن جنہیں کہیں چین سے نہیں رہنے دیتے تھے۔ کبھی کہیں اور کبھی کہیں جانا پڑتا تھا۔ ان کے ہاں کی سادگی کوئی اعلےٰ نمونہ نہیں۔ جس کے پاس ہو ہی نہیں۔ اس نے شان و شوکت سے کیا رہنا ہے۔ مگر ملک عرب کا بادشاہ ہو کر لاکھوں روپیہ اپنے ہاتھ سے لوگوں میں تقسیم کر دینا۔ اور گھر کا کام کاج بھی خود کرنا۔ یہ وُہ بات ہے۔ جو اصحاب بصیرت کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے بغیر نہیں رہ سکتی۔

حدیث رسولؐ

ابو دجانہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آپ کے صحابہؓ نے دُنیا کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سُن رکھو پھر سُن رکھو۔ کہ سادگی میں زندگی بسر کرنا یہ بھی ایمان داری میں داخل ہے۔ (ابو داؤد)

محمد ہست برہان محمد
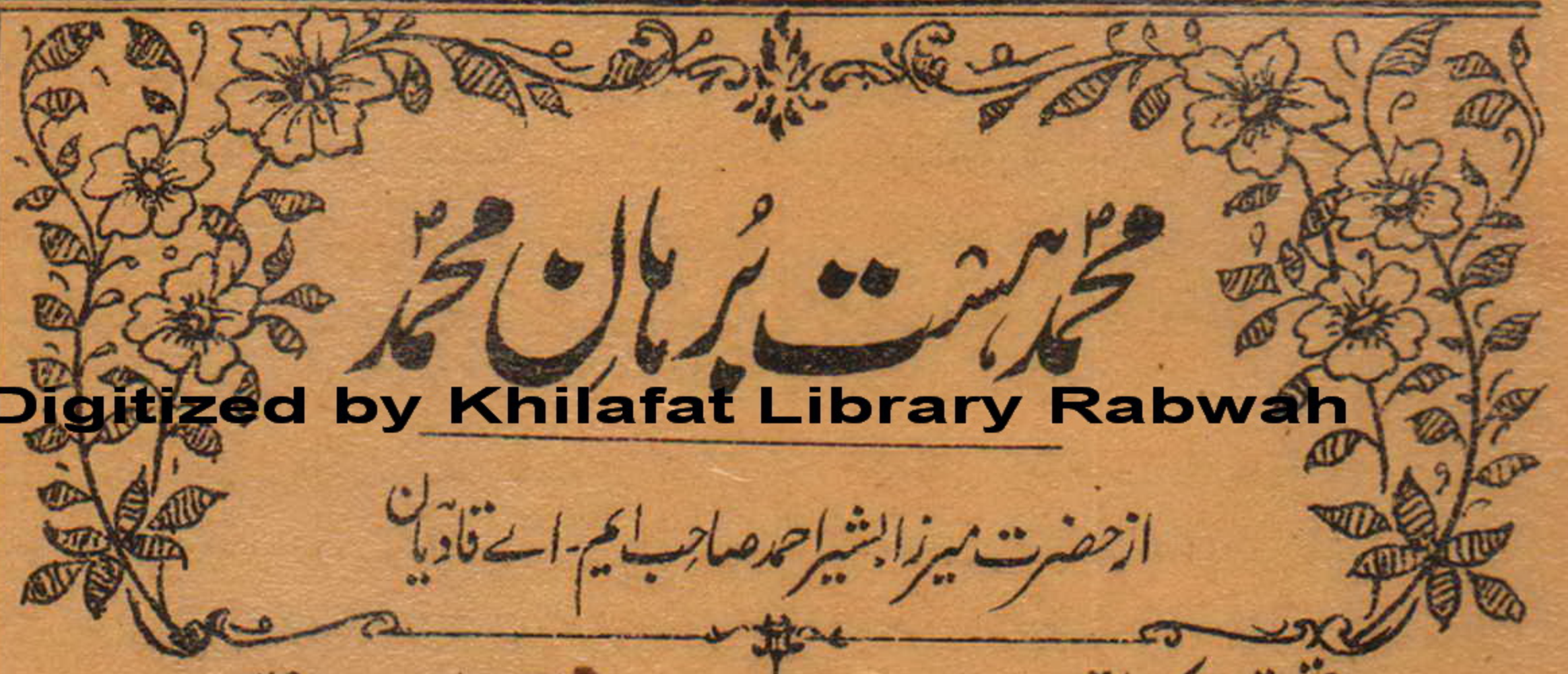
از حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے قادیان

حقیقی اور کامل تعریف

مصرع مندرجہ عنوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانئے سلسلۂ احمدیہ کے ایک قصیدہ سے ماخوذ ہے۔ جو آپؑ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت میں منظوم فرمایا تھا۔ میں نے بہت غور کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں جو الفاظ انسانوں کی طرف سے کہے گئے ہیں۔ خواہ وُہ اپنے ہوں۔ یا بیگانے۔ ان میں مصرع مندرجہ بالا سے بڑھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحیح اور حقیقی اور کامل تعریف کا حامل اور کوئی فقرہ نہیں؛

سب سے بڑا باکمال

بے شک دُنیا میں تعریف کے مستحق لاکھوں انسان گزرے ہیں اور ان میں سے بعض نے وُہ مرتبہ پایا ہے۔ کہ آنکھ ان کی رفعت اور روشنی کو دیکھ کر خیرہ ہوتی ہے۔ اور یہ باکمال لوگ پائے بھی ہر میدان میں جاتے ہیں۔ یعنی دین و دُنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں۔ جو ان لوگوں کے وجود سے خالی ہو۔ مگر ان میں سے کون ہے؟ جس کی ہستی کا ہر پہلو اس کے کمال پہ شاہد ہو۔ کون ہے۔ جس کے وجود کا ہر ذرہ اس کے نور باطن کا پتہ دے رہا ہو؟ کون ہے۔ جس کی ذات والا صفات کا ہر خلق اس کی یگانگت کی دلیل ہو؟ یقیناً یہ کمال حضرت مقدس بانئے اسلام (فداہ نفسی) کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور کوئی دُوسرا انسان اس صفت میں آپؐ کا شریک نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسنِ خداداد نے دُنیا سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یدبیضا نے ایک عالم کی آنکھ کو مسخر کر دیا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے دمِ عیسوی سے رُوحانی مردوں نے زندگی پائی۔ مگر باوجود اپنے روحانی کمال کے حضرت مسیحؑ ناصری نے موسیٰ علیہ السلام کا یدبیضا نہ پایا۔ حضرت موسیٰؑ کو باوجود اپنی رفعتِ شان کے حسنِ یوسفؑ سے محرومی رہی۔ حضرت یوسفؑ باوجود اپنے ظاہری و باطنی حُسن کے حضرت مُوسےٰؑ کے یدبیضا اور حضرت مسیحؑ کے دمِ عیسوی کو نہ پا سکے۔ لیکن اسلام کا مقدس بانیؐ اپنے ہر وصف میں یکتا ہو کر چمکا۔ اپنی ہر شان میں دُوسروں سے بالا رہا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

> حُسنِ یوسف۔ دمِ عیسےٰ۔ یدبیضا داری
> آنچہ خوباں ہمہ دارند۔ تو تنہا داری۔

مصرعہ مندرجہ عنوان

یہ شعر بہت خُوب ہے۔ بہت ہی خوب ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان اس سے بھی ارفع ہے۔ آپؐ کا حسن حضرت یوسفؑ کے حسن کو شرماتا ہے۔ آپؐ کے یدبیضا کے سامنے حضرت موسےٰؑ کا یدبیضا ماند ہے۔ آپؐ کے انفاسِ روحانی سے حضرت عیسےٰؑ کے دمِ عیسوی کو کوئی نسبت نہیں۔ میں نے عرض کیا تھا۔ اور پھر کہتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن وکمال کی حقیقی تصویر صرف اس مصرع میں ملتی ہے۔ جو سلسلۂ احمدیہ کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے نکلا۔ اور میرے اس مضمون کا عنوان ہے۔ میرا یہ دعوےٰ محض خوش عقیدگی پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ کی مضبوط ترین شہادت اس بات کو ثابت کر رہی ہے۔ کہ رہنمایانِ عالم میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات وُہ ذات ہے۔ جس کا ہر وصف ہر خط وخال۔ ہر ادا آپؐ کے کمال کی دلیل ہے۔ اسی لیے قدرت نے آپؐ کے واسطے وُہ نام تجویز کیا۔ جس کے معنی مجسم تعریف کے ہیں۔ اور مصرع مندرجہ عنوان کا بھی یہی مفہوم ہے۔ کہ اگر دُنیا میں کوئی ایسی ہستی ہے۔ کہ جس کا ہر وصف اسے ہر دوسرے شخص کے مقابلہ میں ”محمدؐ“ یعنی قابلِ تعریف ثابت کرتا ہو۔ اور اس کے لیے کسی بیرونی دلیل کی ضرورت نہ ہو۔ تو وہ صرف پیغمبر اسلام ہے؛

احسن تقویم کا کامل نمونہ

میرے لیے اس نہایت مختصر مضمون میں اپنے اس وسیع دعوے کے دلائل لانے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ اس مضمون میں دلائل کا بیان کرنا میرا مقصد ہے۔ میں اس جگہ صرف یہ بتانا چاہتا ہُوں کہ ہمارا رسولؐ مرتبہ کیا رکھتا ہے۔ اور وُہ کون سا مقام ہے جس نے اسے اس تعریف کا مستحق بنایا ہے۔ جو مصرع مندرجہ عنوان میں بیان کی گئی ہے۔ سو جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ وُہ مقام یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجُود نبوت و رسالت کے جملہ کمالات میں اس قدر ترقی یافتہ ہے۔ کہ کسی ایک وصف یا ایک کمال کو لیکر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وُہ آپؐ کا امتیازی خاصہ ہے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سوانح نگار ہوں۔ اور خدا کے فضل سے آپؐ کے حالاتِ زندگی کا کسی قدر مطالعہ رکھتا ہوں۔ اور میں نے آپؐ کے سوانح کا مطالعہ بھی ایک آزاد تنقیدی نظر کے ساتھ کیا ہے۔ میں اس معاملہ میں اپنی ذاتی (گو معاملہ کی اہمیت کے مقابلہ میں نہایت ناچیز) شہادت پیش کرتا ہوں۔ کہ میں نے جب کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف ومحاسن کا جائزہ لے کر آپؐ کے وجُود میں کسی امتیازی خاصہ کی تلاش کرنی چاہی ہے۔ تو میری نظر ہمیشہ ماندہ ہو ہو کر لَوٹ گئی ہے اور کبھی کامیاب نہیں ہُوئی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی اُمت نے اپنے نبی میں اوصافِ جلالی کا نور دیکھا۔ تو اُسے لے کر اپنے بانی کی تعریف میں پل باندھ دیئے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متبعین نے اپنے مسیح کے اوصافِ جمالی کا نظارہ کیا۔ تو اس سے مسحور ہو کر انہیں خدا کے پہلو میں جا بٹھایا؛

گوتم بُدھ کے نام لیووں نے اپنے بانی کی نفس کشی۔ اور فنائیت کو دیکھ کر اسکی مدح سرائی میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے۔ مگر اسلام کا بانی خدائے ذوالعرش کی کامل تصویر تھا۔ اس لیے اس کے کمال نے اس بات سے انکار کیا۔ کہ اس کا کوئی وصف اس کے کسی دوسرے وصف سے ہیٹا ہو۔ وُہ اپنی اُمت کی کامل اصلاح کا پیغام لایا تھا۔ اس لیے اس کی تصویر کا کوئی رنگ اس کے دوسرے رنگوں سے مغلوب نہیں ہُوا۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ اس کے متبع اس کے غالب رنگ سے متاثر ہو کر اصلاح کے ایک پہلُو میں غلو۔ اور دوسروں میں نقصان کا طریق اختیار کر لیں۔ قدرت نے اس کے تمام قوائے فطری کی ایک سی آبپاشی کی۔ اور اس کے وجُود میں اپنے اس قول کو۔ کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ کمال تک پہنچا دیا اسی واسطے جہاں دُوسرے نبیوں کی بعثت کے لیے الٰہی کلام میں ان کے حسبِ حال اَور اَور رنگ کے استعارے استعمال کیے گئے ہیں۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کو خدا تعالےٰ نے خود اپنی آمد کہہ کر پکارا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جس طرح خدا کی ہستی کی بہترین دلیل خود خدا کی ذات ہے۔ جو بغیر کسی بیرونی توسل کے خود اپنی قدرت وجبروت کے زور سے اپنے آپ کو منواتی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمال کی بہترین دلیل خود آپؐ کا وجود باجود ہے۔ جو اپنے ہر وصف میں ایک سی کشش اور ایک سی طاقت کے ساتھ دُنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے؛

نادر کرشمۂ قدرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ خصُوصیت صرف ان روحانی کمالات تک محدُود نہیں۔ جو نبوت کے ساتھ مخصُوص ہیں۔ بلکہ اس نادر کرشمۂ قدرت نے دین و دُنیا کے جس میدان میں قدم رکھا ہے وہاں حسن واحسان کا ایک کامل نقش اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ یہ دلائلُ امثلہ کی بحث میں پڑنے کا موقعہ نہیں۔ ورنہ میں تاریخ سے مثالیں دے دیکر بتاتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب بچہ تھے۔ تو بہترین بچہ تھے۔ اور جب جوان ہُوئے۔ تو بہترین جوان نکلے۔ ادھیڑ عمر کو پہونچے۔ تو ادھیڑ عمر والوں میں بے مثل تھے۔ اور جب بوڑھے ہُوئے۔ تو بوڑھوں میں لاجواب ہُوئے۔ شادی کی تو بہترین خاوند بنے۔ اور

جب بادشاہ بنے۔ تو دُنیا کے بادشاہوں کے سرتاج نکلے۔ کبھی کے دوست ہُوئے۔ تو جہان کی دوستیوں کو شرما دیا۔ اور اگر کوئی آپ کا دُشمن بنا۔ تو اُس نے آپ کو اپنا بہترین دشمن پایا۔ اس نے اپنی آنکھوں کو آپ کے سامنے ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا۔ فوج کی کمان لی۔ تو دنیا کے جرنیلوں کے لئے ایک نمونہ بن گئے۔ اور سیاست کی تو سیاست کا ایک بہترین ضابطہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ انتظامی حاکم بنے تو ضبط و نظام کی مثال بن گئے۔ اور قضا کی کرسی پر بیٹھے تو عدل و انصاف کا مجسمہ نظر آئے۔ فاتح بنے۔ تو دُنیا کے فاتحین کو ایک سبق دیا۔ اور کبھی کسی معرکہ میں حکمت الٰہی سے مفتوح ہُوئے۔ تو مفتوح ہونے کا بہترین نمونہ قائم کیا۔ معلمِ خیر بنے۔ تو جذب و تاثیر میں عدیم المثال نکلے۔ اور عابد کا لباس پہنا۔ تو تعبّد کو انتہا تک پہونچا دیا۔ اور پھر ایسا نہیں ہُوا۔ کہ کبھی کسی وصف پر زور ہو۔ اور کبھی کسی وصف پر۔ بلکہ اپنے اپنے موقعہ پر ہر وصف کا دوسرے اوصاف کے ساتھ ساتھ کامل طور پر ظہور ہوا۔ اور جب بالآخر خدا کی طرف سے واپسی کا پیغام آیا۔ تو مَوت کا کیسا دلکش اور کیسا پیارا نقشہ پیش کیا۔ کہ نزع کا عالم ہے اور رُوح جسم کے ساتھ اپنی آخری کڑیاں توڑ رہی ہے۔ اور یہاں زبان پر یہ الفاظ ہیں۔ کہ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یعنی"۔ اے مسلمانو۔ تم خدا کی عبادت میں کبھی سُست نہ ہونا۔ کہ وُہی ہر خیر و برکت اور ہر قوت و طاقت کا منبع ہے۔ اور دُنیا میں جو لوگ تم سے کمزور ہوں۔ اور تمہارے اختیار کے نیچے رکھے جائیں۔ اُن کے حقوق کی حفاظت کرنا"۔ اور جب رشتۂ حیات ٹوٹنے کے لئے آخری جھٹکا کھاتا ہے۔ تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ یعنی" اے میرے آقا تو اب مجھ اپنی رفاقتِ اعلےٰ میں لے لے۔ مجھے اپنی رفاقتِ اعلےٰ میں لے لے"۔

مطہر زندگی اور مطہر موت

یہ اسی پاک و مطہر زندگی۔ اور پاک و مطہر موت کا اثر تھا۔ کہ جب وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آپؐ کے چہرۂ مبارک پر سے چادر ہٹا کر آپؐ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ تو اس زندگی بھر کے رفیق کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے۔ کہ طِبْتَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا۔ یعنی" تو زندہ تھا۔ تو بہترین زندگی کا مالک تھا۔ اور فوت ہوا۔ تو بہترین موت کا وارث بنا"۔ کیا کسی اور نبی کے اوصاف میں یہ ہمہ گیر افضلیت نظر آتی ہے۔ بلکہ میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا کوئی اور نبی ایسا گزرا ہے۔ جس کی زندگی اتنے مختلف پہلوؤں کے مناظر پیش کرتی ہو؟

من کل الوجوہ افضلیت

یہ اسی ہمہ گیر افضلیت کا ثمرہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے لئے ایسی کامیابی مقدر کی۔ جس کی مثال کسی اور نبی کی زندگی میں نہیں ملتی۔ بے شک خدا کے ازلی وعدہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے ماتحت ہر نبی کے لئے غلبہ مقدر ہوتا ہے۔ مگر غلبہ کے بھی مدارج ہیں۔ اور یقیناً جو غلبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نصیب ہُوا۔ اس کے سامنے دُوسرے نبیوں کی کامیابی اسی طرح ماند ہے۔ جس طرح سُورج کی روشنی کے سامنے دُوسرے اجرام سماوی کی روشنی ماند ہوتی ہے۔ غرض جس جہت سے بھی دیکھا جائے۔ جس پہلو سے بھی مشاہدہ کیا جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات دُوسرے منہاجِ عالم سے اس طرح ممتاز و فائق نظر آتی ہے۔ جیسے ایک بلند مینار آس پاس کی تمام عمارتوں سے ممتاز و بالا ہوتا ہے۔ اور آپ کا یہ امتیاز کسی ایک وصف۔ یا کسی ایک شعبۂ زندگی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہمہ گیر۔ اور من کل الوجوہ ہے۔ اسی لئے جہاں دُوسرے انبیاء و مرسلین کی تعریف میں ان کے خاص خاص اوصاف کو چُن لیا جاتا ہے۔ وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی تعریف سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ کہ:-

"محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

خاکسار خاکپائے رسول عربی میرزا بشیر احمد

شانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

(از جناب مولوی برکت علی صاحب لائق۔ لدھانہ)

دل قربانِ شانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم
جان فدائے آنِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اللہ اللہ آنِ محمد سبحان اللہ شانِ محمد
عرشِ بریں ایوانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

قولِ محمد قال اللہ ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی
حکمِ خدا فرمانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

پی کے مے عرفانِ محمد۔ وجد میں ہیں مستانِ محمد
واہے درِ فیضانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اکسیر بنائی خاک کی چٹکی۔ ذرّہ کو خورشید کیا
دیکھ سوئے احسانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

دُنیا کے اُستاد ہُوئے ہیں علم و ہنر ایجاد ہُوئے ہیں
اُمّی شاگردانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا
فتح و ظفر شایانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

ابرِ رحمت بن کر آئے۔ ریگستان سے اُٹھ کر چھائے
دُنیا پر سروالِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

گورے ہوں یا کالے دیر نشیں یا اللہ والے ہوں
سب زیرِ احسانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

لَوْلَاکَ لَمَا کے پردے میں خود حق نے مدح سرائی کی
نامِ خدا یہ شانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

تجھ سے جہاں پُر نور ہُوا۔ اندھیر اکفر کا دُور ہُوا
اے مہرِ تابانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

برقِ نور افروزِ ہدایت۔ خرمن سوزِ کفر و ضلالت
شمشیرِ برّانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

وُہ نورِ خدا جو تجلّی بن کر۔ برقِ طور میں چمکا تھا
قربانِ نثارانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

خورشیدِ ہدایت چمکا جہاں۔ وُہ چوٹی کوہِ فاراں کی
بے مطلع دیوانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

وُہ ختمِ رسل محبوبِ خدا۔ سرتاجِ امم مطلوبِ خدا
ہر دو جہاں قربانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

سب کے لئے ہے خوانِ محمدؐ۔ عالم ہے مہمانِ محمدؐ
خوانِ یغما۔ خوانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

یہ آبِ بقا کے چشمے ہیں۔ اللہ کے مُنہ کی باتیں ہیں
آسن جا قرآنِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

بے کس کی حمایت میں بجلی مظلوم کے ہاتھوں میں پچکی
شمشیرِ بُرّانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اللہ کا پیارا کملی والا۔ ہر عاصی کا سہارا ہے
رحمتِ حق دامانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

دُنیا کے متوالے آجا۔ آجا قسمت والے آجا
ہوسنِ عرفانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

لائق برسیں صلِّ علےٰ کے پھول نہ کیونکر نغمہ سرا ہے
بلبلِ خوش الحانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از ملفوظات حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام

رسول کریمؐ کی صداقت پر زمانہ کی شہادت

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس زمانہ میں دُنیا میں ظاہر ہُوئے۔ اور خُدا تعالےٰ کا جلال اور گم گشتہ توحید کو زندہ کرنے کے لئے آپؐ مبعوث ہُوئے۔ اُس زمانہ ہی کی حالت پر اگر کوئی سعادت مند سلیم الفطرت۔ غور کُن دل سے فکر کرے۔ تو اس کو معلوم ہوگا۔ کہ اس زمانہ کی حالت ہی آپؐ کی سچائی پر ایک روشن دلیل ہے۔ اور دانشمند اس وقت ہی کو دیکھ کر اقرار کرے۔ اور معجزہ بھی طلب نہ کرے۔

پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتاب میزان الحق میں یہ سوال کیا ہے۔ کہ کیا سبب ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور خدا تعالےٰ نے ان کو نہ روکا۔ اس سوال کا پھر آپ جواب دیتا ہے۔ کہ اس وقت چونکہ عیسائی بگڑ گئے تھے۔ ان کے اخلاق اور اعمال بہت خراب تھے۔ انہوں نے راستبازی کا طریق چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی تنبیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ اور اسی لئے آپ کو نہ روکا۔ اس سے یہ نادان عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کا تو اعتراف نہیں کرتا بلکہ معترض کی صورت میں اس کو پیش کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ کیا اس وقت کے حسبِ حال کسی مصلح کی ضرورت تھی۔ یا یہ کہ ایک کا جو ایک ہاتھ کاٹا ہوا ہے۔ تو دُوسرا بھی کاٹا جائے۔ جو بیمار ہے۔ پتھر مار کر مار دیا جائے۔ کیا یہ خدا تعالےٰ کے رحم کے مناسبِ حال ہے؟ اصل بات یہ ہے۔ کہ اس وقت جیسا کہ عیسائی تسلیم کرتے ہیں۔ وُہ تاریکی کا زمانہ تھا۔ اور دیانند نے اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے۔ اور تاریخ بھی شہادت دیتی ہے۔ کہ ہندوستان میں بُت پرستی ہو رہی تھی۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ کل معمورۂ عالم میں ایک خطرناک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جس کا اعتراف ہر قوم اور ملت کے مورخوں اور محققوں نے کیا ہے۔ اب ایسی حالت میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجُود باوجود بے ضرورت نہ تھا۔ بلکہ وُہ کل دُنیا کے لئے ایک رحمت کا نشان تھا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی اے نبی کریمؐ ہم نے تمہیں تمام عالم پر رحمت کے لئے بھیجا ہے۔

آپؐ کو تو کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ اس وقت آریہ ورت کی کیا حالت ہے۔ اور کیسی خطرناک بُت پرستی کے تاریک غار میں گرا ہُوا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی شرمگاہ تک کی پرستش بھی ان وید کے ماننے والوں میں مروج تھی۔ اور نہ آپ کو معلوم تھا۔ کہ بلادِ شام کے عیسائیوں کا کیا حال ہے۔ وُہ کس قسم کی انسان پرستی میں مصروف ہو کر اخلاق۔ اور اعمالِ صالحہ کی قیود سے نکل کر بالکل تاریک زندگی بسر کر رہے تھے اور نہ آپ کو اس بات کا علم تھا۔ کہ ایران اور مصر میں کیا ہو رہا ہے۔ غرض آپ تو ایک جنگل میں پیدا ہُوئے تھے۔ نہ اس وقت کوئی تاریخ مدوّن ہوئی تھی۔ جو آپ نے پڑھی ہوتی۔ نہ کسی مدرسہ اور مکتب میں آپؐ نے تعلیم پائی تھی۔ جو معلومات وسیع ہوتے۔ اور نہ کوئی اور ذرائع لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے تھے۔ جیسے تار۔ یا اخبار۔ یا ڈاک خانے وغیرہ۔

آپؐ کو تو دُنیا کے بگڑ جانے کی اطلاع صرف خدا تعالےٰ ہی کی طرف سے ملی۔ جب یہ آیت اُتری۔ ظھر الفساد فی البر والبحر یعنی دریا بھی بگڑ گئے۔ اور جنگل بھی بگڑ گئے۔ دریاؤں سے مراد وُہ لوگ ہیں۔ جن کو پانی دیا گیا۔ یعنی شریعت۔ اور کتاب اللہ ملی۔ اور جنگل سے مراد وُہ ہیں۔ جن کو اس سے حصہ نہیں ملا تھا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اہلِ کتاب بھی بگڑ گئے۔ اور مشرک بھی۔

الغرض آپؐ کا زمانہ ایسا زمانہ تھا۔ کہ دُنیا میں تاریکی پھیلی ہُوئی تھی۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے آپ کو پیدا کیا۔ تا تاریکی کو دور کریں۔ ایسے پُرفتن زمانہ میں (کہ چاروں طرف فسق و فجُور کی ترقی تھی۔ اور شرک اور دہریت کا زور تھا۔ کہ نہ اعتقاد ہی درست تھے۔ اور نہ اعمالِ صالحہ۔ اور نہ اخلاق ہی باقی رہے تھے) آپؐ کا پیدا ہونا بجائے خود آپؐ کی سچائی۔ اور من جانب اللہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ کاش کوئی اس پر غور کرے۔ عقلمند اور سلیم الفطرت انسان ایسے وقت پر آنے والے مصلح کی تکذیب کے لئے کبھی جلدی نہیں کر سکتا۔ اور کم از کم اسکو اتنا تو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ وقت پر آیا ہے۔ وبائے طاعون۔ اور ہیضہ کی شدت کے وقت اگر کوئی شخص یہ دعوےٰ کرے۔ کہ میں ان کے علاج کے لئے آیا ہوں۔ تو گیا اس قدر تسلیم کرنا نہیں پڑے گا۔ کہ یہ شخص ضرورت کے وقت پر آیا ہے۔ بیشک ماننا پڑیگا۔ اسی طرح پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کے لئے پہلی دلیل یہی ہے۔ کہ آپ عین وقت پر تشریف لائے۔ وہ وقت چاہتا تھا۔ کہ مردے از غیب بروں آید۔ وکارے بکند۔ اسی کی طرف قرآن کریم نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔ بالحق انزلناہ وبالحق نزل۔"

(الحکم ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۲ء)

دُنیا کے اسبابِ آسائش اور رسول کریمؐ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک مرتبہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہٗ آئے۔ آپؐ حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت عُمرؓ اجازت لے کر اندر گئے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک کھجُور کی چٹائی بچھی ہُوئی ہے۔ جس پر لیٹنے سے پہلوؤں پر ان پتوں کے نشان ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے گھر کی اور جائداد کی طرف نگاہ کی۔ تو صرف ایک تلوار ایک گوشہ میں لٹکتی ہُوئی نظر آئی۔ یہ دیکھ کر ان کے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رونے کی وجہ پُوچھی تو عرض کیا۔ کہ خیال آیا۔ قیصر و کسریٰ جو کافر ہیں۔ ان کے لئے کس قدر تنعم ہے۔ اور آپؐ کے لئے کچھ بھی نہیں۔ فرمایا۔ میرے لئے دُنیا کا اسی قدر حصہ کافی ہے۔ کہ جس سے میں حرکت و سکُون کر سکوں۔ میری مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک مسافر سخت گرمی کے دنوں میں اونٹ پر جا رہا ہو۔ اور جب سُورج کی تپش سے بہت تنگ آئے۔ تو ایک درخت کو دیکھ کر تھوڑی دیر اس کے نیچے آرام کرے جونہی ذرا پسینہ خشک ہو۔ پھر چل پڑے۔ یہ اسوۂ حسنہ ہے۔ جو اسلام کو دیا گیا ہے۔"

(الحکم ۲۴۔ جنوری ۱۹۰۳ء)

خُدا کا محبوب بننے کا طریق

"اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعُونی یحببکم اللہ۔ خُدا کے محبُوب بننے کے واسطے صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے۔ اور کوئی دُوسری راہ نہیں۔ کہ تم کو خُدا سے ملائے۔ انسان کا مُدعا صرف اُس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیئے۔ شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ رسُوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہ بننا چاہیئے۔ دیکھو۔ میں پھر کہتا ہُوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے۔ اور صرف ایک ہی قرآن شریف اُس رسُول پر نازل ہُوا ہے۔ جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔ آج کل فقراء کے نکالے ہُوئے طریقے۔ اور گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں کی سیفیاں اور دعائیں اور دُرود و وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں۔ سو تم ان سے پرہیز کرو۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی مُہر کو توڑنا چاہا ہے۔ گویا اپنی الگ ایک شریعت بنائی ہے۔ تم یاد رکھو۔ کہ قرآن شریف اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی پیروی۔ اور نماز روزہ وغیرہ جو مسنون طریق ہیں۔ ان کے سوا

خدا کے فضل اور برکات اور رحمت کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ بھُولا ہوُا ہے وُہ۔ جو اِن راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے۔ ناکام مرے گا وُہ۔ جو اللہ اور رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں۔ بلکہ اَور اَور راہوں سے اُسے تلاش کرتا ہے "

(الحکم ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۳ء)

رسُولِ کریمؐ کے بعد نبی

"اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بھی ہزاروں بزرگ نبوت کے نُور سے منور تھے۔ اور ہزاروں کو انوارِ نبوت کا حصہ عطا ہوتا رہا ہے۔ اور اب بھی ہوتا ہے۔ مگر چونکہ آنحضرتؐ کا نام خاتم الانبیاء رکھا گیا تھا۔ اس لئے خُدا نے نہ چاہا۔ کہ کسی دوسرے کو بھی یہ نام دے کر آپؐ کی کسرِ شان کی جائے۔ آنحضرتؐ کی امت میں سے ہزارہا انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا۔ اور نبوت کے آثار اور برکات اُن کے اندر موجزن تھے۔ مگر نبی کا نام اُن پر صرف شانِ نبوت آنحضرتؐ اور سدِ باب نبوت کی خاطر اُن کو اس نام سے ظاہراً ملقب نہ کیا گیا۔ مگر دوسری طرف چونکہ آنحضرتؐ کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا۔ اور نبوت کے انوار جاری بھی تھے۔ جیسا کہ وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن سے نکلتا ہے کہ آنحضرتؐ کی مُہر اور اذن سے اور آپؐ کے نُور سے نورِ نبوت جاری بھی ہے۔ اور یہ سلسلہ بند بھی نہیں ہوُا۔ یہ بھی ضروری تھا۔ کہ اُسے ظاہراً بھی شایع کیا جائے۔ تاکہ موسوی سلسلہ کے نبیوں کے ساتھ آپؐ کی امت کے لوگ بھی مماثلت کے پُورا کرنے میں صاف طور سے نبی اللہ کا لفظ فرما دیا۔ اور اس طرح سے دونوں امُور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا۔ ادھر یہ کہ آنحضرتؐ کی کسرِ شان بھی نہ ہو۔ اور ادھر موسوی سلسلے سے مماثلت بھی پوری ہو جائے تیرہ سَو برس تک نبوت کے لفظ کا اطلاق تو آپؐ کی نبوت کی عظمت کے پاس سے نہ کیا۔ اور اس کے بعد اب مدتِ دراز کے گزرنے سے لوگوں کے چونکہ اعتقاد اس امر پر پختہ ہو گئے تھے۔ کہ آنحضرتؐ ہی خاتم الانبیاء ہیں۔ اور اب اگر کسی دُوسرے کا نام نبی رکھا جائے۔ تو اس سے آنحضرتؐ کی شان میں کوئی فرق بھی نہیں آتا۔ اس واسطے اب نبوت کا لفظ مسیح کے لئے ظاہراً بھی بول دیا۔ یہ ٹھیک اسی طرح سے ہے۔ جیسے آپ نے پہلے فرمایا تھا۔ کہ قبروں کی زیارت نہ کیا کرو۔ اور پھر فرما دیا تھا۔ کہ اچھا اب کر لیا کرو۔ پہلے منع کرنا بھی حکمت رکھتا تھا کہ لوگوں کے خیالات ابھی تازہ تازہ بُت پرستی سے ہٹے تھے۔ تا پھر وُہ اسی عادت کی طرف عود نہ کریں۔ پھر جب دیکھا۔ کہ اب ان کے ایمان کمال کو پہونچ گئے ہیں۔ اور کسی قسم کے شرک اور بدعت کو ان کے ایمان میں راہ نہیں۔ تو اجازت دے دی۔ بالکل اسی طرح یہ امر ہے۔ پہلے تیرہ سو برس اُس عظمت کے واسطے نبوت کا لفظ نہ بولا۔ اگرچہ صفتی رنگ میں صفتِ نبوت اور انوارِ نبوت موجود تھے۔ اور حق تھا۔ کہ اُن لوگوں کو نبی کہا جائے۔ مگر خاتم الانبیاء کی نبوت کی عظمت کے پاس کی وجہ سے وُہ نام نہ دیا گیا۔ مگر اب وُہ خوف نہ رہا۔ تو آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ کے واسطے نبی اللہ کا لفظ فرمایا۔ آپؐ کے جانشینوں اور آپؐ کی امت کے خادموں پر صاف صاف نبی اللہ بولنے کے واسطے دو امُور مدِ نظر رکھنے ضروری تھے۔ اوّل عظمتِ آنحضرتؐ اور دوم عظمت اسلام۔ سو آنحضرتؐ کی عظمت کے پاس کی وجہ سے اُن لوگوں پر تیرہ سو برس تک نبی کا لفظ نہ بولا گیا۔ تاکہ آپؐ کی ختمِ نبوت کی ہتک نہ ہو۔ کیونکہ اگر آپؐ کے بعد ہی آپؐ کی امت کے خلیفوں اور صلحاء لوگوں پر نبی کا لفظ بولا جانے لگتا۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا۔ تو اس میں آپؐ کی ختمِ نبوت کی ہتک تھی۔ اور کوئی عظمت نہ تھی۔ سو خُدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمت اور لُطف سے آپؐ کے بعد تیرہ سو برس تک اس لفظ کو آپؐ کی امت پر سے اٹھا دیا۔ تا آپؐ کی نبوت کی عظمت کا حق ادا ہو جائے اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت چاہتی تھی۔ کہ اس میں بھی بعض ایسے افراد ہوں جن پر آنحضرتؐ کے بعد لفظِ نبی اللہ بولا جائے۔ اور تا پہلے سلسلہ سے اس کی مماثلت پُوری ہو۔ آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے آپؐ کی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا۔ اور اس طرح پر نہایت حکمت اور بلاغت سے دو متضاد باتوں کو پورا کیا۔ اور موسوی سلسلہ کی مماثلت بھی قائم رکھی۔ اور عظمت اور نبوت آنحضرتؐ بھی قائم رکھی "

(الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء)

زِندہ نبیؐ

"ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ایسے ہیں کہ وُہ ہر زمانہ میں۔ اور ہر وقت تازہ بتازہ اور زندہ موجود ہیں۔ ان معجزات کا زندہ ہونا۔ اور ان پر موت کا ہاتھ نہ چلنا صاف طور پر اس امر کی شہادت دے رہا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں۔ اور حقیقی زندگی یہی ہے۔ جو آپؐ کو عطا ہوئی ہے۔ اور کسی دُوسرے کو نہیں ملی۔ آپؐ کی تعلیم اس لئے زندہ تعلیم ہے۔ کہ اس کے ثمرات اور برکات اس وقت بھی ویسے ہی موجود ہیں۔ جو آج سے تیرہ سَو سال پیشتر موجود تھے۔ دُوسری کوئی تعلیم ہمارے سامنے اس وقت ایسی نہیں ہے۔ جس پر عمل کرنے والا یہ دعوٰے کر سکے۔ کہ اس کے ثمرات اور برکات اور فیوض سے مجھے حصہ دیا گیا ہے۔ اور میں ایک آیت اللہ ہو گیا ہوں۔ لیکن ہم خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے قرآن شریف کی تعلیم کے ثمرات اور برکات کا نمونہ اب بھی موجود پاتے ہیں۔ اور ان تمام آثار اور فیوض کو جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اتباع سے ملتے ہیں۔ اب بھی پاتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو اسی لئے قائم کیا ہے۔ تا وُہ اسلام کی سچائی پر زندہ گواہ ہو۔ اور ثابت کرے۔ کہ وُہ برکات اور آثار اس وقت بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل اتباع سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو تیرہ سَو برس پہلے ظاہر ہوتے تھے۔ چنانچہ صدہا نشان اس وقت تک ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور ہر قوم۔ اور مذہب کے سرگروہوں کو ہم نے دعوت کی ہے۔ کہ وُہ ہمارے مقابلہ میں آکر اپنی صداقت کا نشان دکھائیں۔ مگر ایک بھی ایسا نہیں۔ کہ جو اپنے مذہب کی سچائی کا کوئی نمونہ عملی طور پر دکھا سکے "

(الحکم ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء)

ختمِ نبوّت کی حقیقت

"یاد رکھو۔ کہ کتابِ مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالےٰ نے یہ چاہا ہے۔ کہ دُنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھائے۔ جیسے فرمایا۔ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی۔ کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں۔ کہ ان کی نظیر نہیں پائی جا سکتی۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام میں تھے۔ وُہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں جمع کر دے۔ اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے۔ وُہ قرآن شریف میں جمع کر دے۔ اور ایسا ہی جس قدر کمالات تمام امتوں میں تھے۔ وُہ اس امت میں جمع کر دے۔ پس خُدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ ہم ان کمالات کو پالیں۔ اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیئے کہ جیسے وُہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے۔ اُسی کے موافق اس نے ہمیں قویٰ بھی عطا کئے ہیں۔ کیونکہ اگر اس کے موافق قویٰ نہ دیئے جاتے تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت اور حالت میں پا ہی نہیں سکتے تھے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ جیسے کوئی شخص ایک گروہ کی دعوت کرے تو ضرور ہے۔ کہ وُہ اس گروہ کے موافق کھانا تیار کرے۔ اور اسی کے موافق ایک مکان ہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ دعوت تو ایک ہزار آدمی کی کر دے۔ اور اُن کے بٹھانے کے واسطے ایک چھوٹی سی کٹیا بنا دے۔ نہیں۔ بلکہ وُہ اس تعداد کا پورا لحاظ رکھے گا۔ اسی طرح پر خدا تعالےٰ کی کتاب بھی ایک دعوت اور ضیافت ہے جس کے لئے کل دُنیا کو بلایا گیا ہے۔ اس دعوت کے لئے خدا تعالےٰ نے جو مکان تیار کیا ہے۔ وُہ قویٰ ہیں۔ جو ان لوگوں کو دیئے گئے ہیں۔ قویٰ کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اب اگر بیل کتے یا کسی اور جانور کے سامنے قرآن کریم کی تعلیمات کو پیش کریں۔ وُہ نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے کہ ان میں قویٰ نہیں ہیں۔ جو قرآن کریم کی تعلیمات کو برداشت کر سکیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ہم کو وُہ قوےٰ دیئے ہیں۔ اور ہم اُن سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالےٰ نے وُہ نبی دیا۔ جو خاتم المؤمنین۔ خاتم العارفین اور خاتم النبیین ہے۔ اور اسی طرح وُہ کتاب اس پر نازل کی۔ جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں۔ اور

آپ پر نبوت ختم ہو گئی۔ تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی۔ جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابلِ فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ طبعی طور پر آپ پر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالاتِ متفرقہ جو آدم سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی۔ اور کسی کو کوئی وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے۔ اور اس طرح پر آپ طبعاً خاتم النبیین ٹھیرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات وصایا۔ اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں۔ وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھیرا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں۔ اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے۔ اور اُن کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے۔ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے۔ اور اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے۔ اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے۔ مگر ہم بصیرتِ تام سے (جس کو اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے۔ کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے۔ ایک خاص لذت پاتے ہیں۔ جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔ دنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں۔ کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے۔ اور چودھویں تاریخ پر آکر اس کا کمال ہو جاتا ہے۔ جبکہ اُسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ جو یہ مذہب رکھتے ہیں۔ کہ نبوت زبردستی ختم ہو گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یونس بن متی پر بھی ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ہی ان کو نہیں ہے۔ باوجود اس کم فہمی اور کم علمی کے ہم کو کہتے ہیں۔ کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں۔ میں ایسے مریضوں کو کیا کہوں۔ اور ان پر کیسا افسوس کروں۔ اگر ان کی یہ حالت نہ ہو گئی ہوتی۔ اور حقیقتِ اسلام سے بکلی دور نہ جا پڑے ہوتے۔ تو پھر میرے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ وہ ازلی حق سے عداوت کرتے۔"

(الحکم ۱۰-مارچ ۱۹۰۵ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات

"میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ خواہ کیسا ہی پکا دشمن ہو۔ اور خواہ وہ عیسائی ہو۔ یا آریہ۔ جب وہ ان حالات کو دیکھے گا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے عرب کے تھے۔ اور پھر اس تبدیلی پر نظر کرے گا۔ جو آپ کی تعلیم اور تاثیر سے پیدا ہوئی۔ تو اسے بے اختیار آپ کی حقانیت کی شہادت دینی پڑے گی۔ موٹی سی بات ہے۔ کہ قرآن مجید نے ان کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے۔ یاکلون کما تاکل الانعام۔ یہ تو ان کی کفر کی حالت تھی پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک تاثیرات نے ان میں تبدیلی پیدا کی۔ تو ان کی حالت یہ ہو گئی۔ یبیتون لربھم سجدا و قیاما۔ یعنی وہ اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے۔ اور قیام کرتے ہوئے راتیں کاٹ دیتے ہیں۔

جو تبدیلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے وحشیوں میں کی اور جس گڑھے سے نکال کر جس بلندی اور مقام تک انہیں پہنچایا۔ اس ساری حالت کے نقشہ کو دیکھنے سے بے اختیار ہو کر انسان رو پڑتا ہے۔ کہ کیا عظیم الشان انقلاب ہے۔ جو آپ نے کیا۔ دنیا کی کسی تاریخ اور کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ نری کہانی نہیں۔ یہ واقعات ہیں۔ جن کی سچائی کا ایک زمانہ کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔

قرآن مجید تو ایسی کتاب ہے۔ کہ وہ ان میں پڑھی جاتی تھی۔ اور یہ سب باتیں اس میں درج ہیں۔ کفار سنتے تھے۔ جہاں وہ اس کی مخالفت کے لئے ہر قسم کی کوششیں کرتے تھے۔ اگر یہ باتیں غلط ہوتیں۔ تو وہ آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ کہ یہ ہم پر اتہام اور الزام ہے۔ یہ معمولی بات نہیں بلکہ بہت ہی قابلِ غور مقام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی پر ہزاروں ہزار دلائل ہیں۔ لیکن یہ پہلو آپ کی حقانیت کے ثبوت میں ایک علمی پہلو ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور جس دلیل کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ یا تو عربوں کی وہ حالت تھی۔ اور یا یہ تبدیلی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اللہ فی اصحابی۔ اللہ تعالےٰ کے نام سے ناواقف اور اس سے دور پڑی ہوئی قوم کو اس مقام تک پہنچا دیا۔ کہ پھر ان کی نظر ماسوی اللہ سے خالی ہو جائے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔"

(الحکم ۲۴-جنوری ۱۹۰۷ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زبردست معجزہ

"میرے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہزاروں لاکھوں معجزے ہیں۔ لیکن آپ کا یہ معجزہ بڑا ہی زبردست ہے۔ کہ آپ نے جو دعوے کیا تھا وہ کر دکھایا جیسے ایک طبیب دعوے کرے۔ کہ میں حاذق طبیب ہوں۔ اور پھر اس دعوے کو مریضوں کی صحت اور تندرست ہونے سے ثابت کر دکھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ اپنے دعوے کے موافق کر دکھایا۔

اس کی تو کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔ عرب جیسی جاہل اور خونی قوم جو کبھی کسی کی بات مان ہی نہیں سکتی تھی۔ کیا کوئی اس قوم کی نسبت خیال کر سکتا تھا۔ کہ یہ قوم باہم متحد ہو گی۔ اور خدا تعالےٰ سے ایسا قوی تعلق پیدا کریگی۔ کہ باوجودیکہ یہ فرعون سیرت ہیں۔ لیکن اس کی اطاعت میں ایسے محو اور فنا ہونگے۔ کہ جانِ عزیز کو بھی اس کی راہ میں دے دینگے۔ غور کرو۔ کہ کیا یہ آسان امر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔ ایک ایسی قوم میں ایسی محبت الٰہی کا پیدا کر دینا۔ کہ وہ مرنے کو تیار ہو جائیں۔ خود آپ کی اعلےٰ درجہ کی قوت قدسی کو ظاہر کرتا ہے۔"

(الحکم ۱۷-اگست ۱۹۰۵ء)

اللہ تعالےٰ کی محبت کی لذت

"کفارِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں اور عزتیں پیش کیں۔ مال و دولت، سلطنت۔ عورتیں۔ اور کہا۔ کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں۔ اور یہ توحید کا مذہب پیش نہ کریں اس خیال کو جانے دیں۔ وہ دنیا دار تھے۔ ان کی نظر دنیا کی فانی اور بے حقیقت لذتوں سے پرے نہ جا سکتی تھی۔ انہوں نے سمجھا۔ کہ یہ تبلیغ الٰہی اغراض کے لئے ہو گی۔ مگر آپ نے ان کی ان ساری پیش کردہ باتوں کو رد کر دیا۔ اور کہا۔ کہ اگر میرے دائیں بائیں آفتاب اور ماہتاب بھی لا کر رکھ دو۔ تب بھی میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر اس کے بالمقابل انہوں نے آپ کو وہ تکالیف پہنچائیں۔ جن کا نمونہ کسی دوسرے شخص کی تکالیف میں نظر نہیں آتا۔ لیکن آپ نے ان تکالیف کو بڑی لذت اور سرور سے منظور کیا مگر اس راہ کو نہ چھوڑا۔ اب اگر کوئی لذت اور ذوق نہ تھا۔ تو پھر کیا وجہ تھی جو ان مصائب اور مشکلات کو برداشت کیا۔ وہ وہی لذت تھی۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ملتی ہے۔ اور جس کی مثال اور نمونہ کوئی پیش نہیں کیا جا سکتا۔"

(الحکم ۱-۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

رسول کریم کی کامل اتباع کے ثمرات

"جو شخص سچے دل سے خدا تعالےٰ کے حضور آتا ہے۔ وہ خالی نہیں جاتا پاکیزہ قلب ہونے کی ضرورت ہے۔ ورنہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی تعلیم اور تاکید بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ اگر وہ انعام اکرام اب کسی کو ملنے ہی نہیں ہیں۔ تو پھر پانچ وقت اس دعا کے مانگنے کی کیا حاجت ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ جو مسلمانوں میں پھیل گئی ہے۔ حالانکہ یہی تو اسلام کا حسن اور خوبی تھی۔ کہ اس کے برکات اور فیوض اور اس کی پاک تعلیم کے ثمرات تازہ بتازہ ہر وقت مل سکتے ہیں۔ تمام صوفیوں اور اکابرانِ امت کا یہی مذہب ہے۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں۔ کہ کامل متبع ہوتا ہی نہیں۔ جب تک بروزی رنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کو اپنے اندر نہ رکھتا ہو۔ اور حقیقت میں یہ بات صحیح بھی ہے۔ کیونکہ کامل اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لازم ہے۔ کہ اس کے ثمرات اپنے اندر پیدا کرے۔ جب ایک شخص کامل اطاعت کرتا ہے۔ اور وہ اطاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محو اور فنا ہو کر گم ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے ایک شیشہ سامنے رکھا ہوا ہو۔ اور تمام و کمال عکس اس میں پڑے۔ میں کبھی اللہ تعالےٰ کے فضل اور برکات اور اُن تاثیرات کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع سے ملتی ہیں۔ محدود نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایسا خیال کرنا کفر سمجھتا ہوں۔"

(الحکم ۱۰-اکتوبر ۱۹۰۵ء)

اولاد کی محبت کا جذبہ

انسانی فطرت میں جہاں بہت سے جذبات قدرت کی طرف سے ودیعت کئے گئے ہیں۔ وہاں اولاد کی محبت کا جذبہ قریباً تمام جذبات سے زیادہ نمایاں اور زیادہ شدت سے اس میں مرکوز کیا گیا ہے انسان اپنے بچوں کی خاطر دن کی دھوپ۔ رات کی بے خوابی۔ جسم کی مشقت۔ روح کی تکلیف سب کچھ برداشت کر لیتا ہے۔ مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ ان پر ذرا آنچ آئے ؞

اگر اولاد کی محبت کا جذبہ ماں باپ میں نہ ہوتا

باپ کی شفقت اور ماں کی ماتا دنیا میں ضرب المثل ہیں۔ اس جذبہ کو قدرت نے کیوں پیدا کیا؟ اور اگر پیدا کیا۔ تو اسے باقی تمام جذبات پر کیوں فوقیت دی؟ یہ سوال ہیں۔ جو ہمارے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگر غور کریں۔ تو یوں حل بھی کئے جا سکتے ہیں کہ اگر اولاد کی محبت کا جذبہ ماں باپ کے دل میں قدرت کی طرف سے پیدا نہ کیا جاتا۔ تو باغ عالم میں انسانی وجود کا پودا بالکل مفقود ہو جاتا۔ اور اس دنیا میں اور تو سب کچھ ہوتا۔ مگر انسان ہاں اشرف المخلوقات انسان سے یہ دنیا خالی ہوتی۔ اور یہ زمین محض مٹی کا ایک خاموش تودہ ہوتی۔ دریا ہوتے۔ مگر دریاؤں سے کام لینے والا کوئی نہ ہوتا۔ سمندر ہوتے۔ مگر سمندروں کو چیرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ دنیا کا مکان تو ہوتا۔ مگر رنج کو راحت سے۔ افسردگی کو خوشی سے۔ سکون کو حرکت سے بدلنے والا یہ عظیم الشان اشرف الموجودات مکین نہ ہوتا۔ اور گو یہ زمین فرشتوں سے بھی بھر جاتی۔ مگر خدائی صفات ستار و غفار و قہار کا کوئی مظہر نہ ہوتا۔ سچ ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت آدم ؞

ماں کی ماتا کا تقاضا

اس عالم سے انسان کیوں مفقود ہوتا۔ اس لئے کہ اگر والدین میں محبت کا بے نظیر جذبہ نہ ہوتا۔ تو کبھی ماں نو مہینہ تک حمل میں بچے کو لئے لئے نہ پھرتی۔ وہ دو دن میں گھبرا جاتی۔ تھک جاتی۔ اکتا جاتی اور کوشش کرتی۔ کہ یہ غیر محبوب بوجھ اور ناپسندیدہ گٹھڑی مجھ سے ہٹالی جائے۔ لیکن برعکس اس کے چونکہ خدا تعالیٰ ہونے والے بچہ کی محبت استقرار حمل کے وقت ہی اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اس لئے گو ماں کی غذا اچھٹ جاتی ہے۔ تمام عادات میں ایک تکلیف دہ تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے چلنا پھرنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا سب کچھ دوبھر ہو جاتا ہے۔ اور ہونے والے درد زہ کے خیال سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ ہر ممکن طریق سے حمل کی حفاظت کرتی ہے۔ بجائے رنج کے خوشی کا اظہار کرتی ہے۔ اور ہونے والے بچہ کے تصور کی خوشی میں مطمئن ہو کر راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر اس کے کپڑے سیتی ہے۔ کبھی لڑکی تصور کر کے اوڑھنی بناتی ہے۔ اور کبھی لڑکا خیال کر کے کوٹ قطع کرتی ہے۔ غرض حمل کے نو مہینے امید کی خوشی تمنا کے جوش اور توقع کی جھلک کے سہارے گزار دیتی ہے۔ اور جب وہ خطرناک وقت آتا ہے۔ جب اپنے وقت میں ساری دنیا کی عورتوں سے افضل۔ سب سے پاکیزہ اور سب سے مقدس عورت بھی درد کے مارے یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیاً منسیاً کہہ اٹھی تھی۔ اس وقت یہ اپنی جان سے بیزار ہوتے ہوئے بھی آنے والے بچہ کی جان کی سلامتی کی دل سے متمنی ہوتی ہے۔ اور جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا مہمان خیر و عافیت سے آگیا ہے۔ تو اپنی ساری تکلیفوں کو یکدم فراموش کر دیتی ہے۔ اور سچ مچ اس کی فطرت اسے آواز دیتی ہے۔ الا تحزنی قد جعل ربک تحتک سریا۔ اور جب وہ بچہ اس کے آگے یہ کہہ کر ڈالا جاتا ہے۔ کہ لے یہ تیرا نور چشم ہے۔ تو اس کی چھاتیوں سے دودھ کی دھاریں بہہ پڑتی ہیں۔ اور قدرت کا یہ حکم سنکر کہ فکلی واشربی وقری عیناً۔ وہ اسے سینہ سے چمٹا لیتی ہے۔ وہ اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کی فریفتہ نہیں ہوتی۔ اس کا حسن و جمال اس کے لئے باعث کشش نہیں ہوتا۔ نہ وہ یہ خیال کرتی ہے۔ کہ یہ بڑا ہو کر اس کے لئے آرام و آسائش کا موجب ہو گا۔ بلکہ وہ محض قدرتی جذبہ اور فطرتی خاصہ کی وجہ سے اس پر جان دیتی ہے۔ لیکن اگر سب سے بڑا رحیم و کریم خدا اس کے دل میں بچہ کی محبت کا جذبہ ودیعت نہ کرتا۔ اور اس کے دل میں اپنی رحمت کا پرتو نہ ڈالتا۔ تو وہ بجائے سینہ سے چمٹانے کے اسے پرے پھینک دیتی۔ وہ کس طرح ایک مضغۂ بے عقل و ہوش ہر وقت رونے والے۔ ہر وقت پیشاب و پاخانہ سے بھرے ہوئے گوشت کے ایک ٹکڑے کو اپنے سینہ سے چمٹا سکتی تھی۔ لیکن وہ اسے پھینکتی نہیں۔ بلکہ اسے سینہ سے چمٹائے چمٹائے پھرتی ہے۔ وہ خود جاگتی ہے۔ مگر اسے سلاتی ہے۔ آپ بھوکی رہتی ہے۔ مگر اسے کھلاتی ہے۔ آپ پیاس برداشت کرتی ہے۔ مگر اسے پیاسا نہیں دیکھ سکتی۔ وہ اس کے لئے پانی کی تلاش میں صفا سے مروہ تک سات سات پھیرے کر لیتی ہے۔ اور تھکتی نہیں۔ پھر ایک دن نہیں۔ دو دن نہیں۔ بلکہ پورے دو برس وہ اسے اپنا خون پلا پلا کر پرورش کرتی ہے۔ اور اتنی تکلیف اٹھاتی ہے۔ کہ مالک الملک کے دربار سے اسے یہ سارٹیفیکیٹ عطا ہوتا ہے۔ حملته امه کرھاً و وضعته کرھاً۔ وحمله وفصاله ثلاثون شھراً ؞

یہیں تک نہیں۔ بلکہ بچوں کے جوان ہونے تک وہ دن رات ان کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتی ہے۔ بغیر کسی صلہ کے لئے۔ نہ ستائش کی خاطر۔ نہ کسی خدمت کی تمنا میں۔ بلکہ محض فطری محبت کی وجہ سے ؞

شفقتِ پدری

یہ تو ماں کی ماتا تھی۔ اب شفقتِ پدری کا حال سنو۔ وہ دیس سے پردیس جاتا ہے۔ اپنا لہو پسینہ ایک کرتا ہے۔ ریل کے قلیوں کی طرح دن رات کام کرتا ہے۔ کیوں؟ صرف بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے۔ ان کی تربیت کے لئے۔ ان کی تعلیم کے لئے۔ ان کی شادی بیاہ کے لئے۔ وہ اپنی آسائش پر ان کی آسائش مقدم کرتا ہے۔ اور ان کے آرام کے لئے اپنا آرام قربان کر دیتا ہے۔ صرف آرام ہی نہیں۔ بلکہ وہ بابر کی طرح اپنے ہمایوں پر اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے۔ کیوں؟ کیا کسی دنیوی منفعت کے لئے؟ یا کیا کسی ذاتی لالچ یا حرص کے خیال سے؟ نہیں۔ بلکہ محض فطری جذبہ اور قدرتی خاصہ سے۔ سچ ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ؞

بچوں کی محبت کا جذبہ پیدا کرنے کی غرض

پس دنیا کو چلانے کے لئے اور اس دنیا میں خدا کی ایک مکلف ذی العقل۔ مختار مخلوق۔ کو آباد کرنے کے لئے۔ ان کی پیدائش۔ پرورش تربیت اور تعلیم کو قائم کرنے کے لئے نہایت ضروری تھا۔ کہ ماں باپ کے دل میں بچوں کی محبت کا جذبہ پیدا کیا جاتا۔ اور پیدا بھی اس طرح کیا جاتا۔ کہ وہ سب جذبوں سے فوقیت رکھتا۔ غرض یہ جذبہ نہایت مفید۔ نہایت ضروری اور نہایت بابرکت جذبہ ہے۔ کہ اس کی برکت سے آج دنیا آباد ہے ؞

غلط استعمال

لیکن جس طرح ہر جذبہ جو خدا تعالےٰ نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔ لوگوں کے غلط اور ناجائز استعمال سے بعض دفعہ برے نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح یہ جذبہ بھی آج کل بہت سے برے نتیجے ہمارے سامنے پیدا کر رہا ہے۔ جاہل مائیں۔ ناعاقبت اندیش باپ اولاد کی زندگی تباہ کر دیتے ہیں۔ بے جا لاڈ اور غلط پیار سے بچے بگڑ جاتے ہیں۔ ان کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ وہ جاہل رہ جاتے ہیں۔ ساری عمر آوارہ گردی میں بسر کرتے ہیں۔ اور دنیا کے لئے بجائے مفید ہونے کے ایسے نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ کہ خواجہ خضر بھی

ڈر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ فخشینا ان یرھقھما طغیاناً وکفراً پھر سوائے سر کاٹنے کے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا؎

عقلمند انسان کا کام

ایک عقلمند انسان نہ تو اس جذبہ سے خالی ہو کر بے رحم بننا چاہتا ہے۔ نہ اس میں غلو کر کے اپنی اولاد کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ وُہ چاہتا ہے۔ کہ مجھے کوئی کامل نمونہ ملے۔ تاکہ میں اس کی پیروی کر کے اس جذبہ کو صحیح استعمال کر سکوں؎

کامل نمونہ

پس خُدا جو کہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اُس نے انسان کی اس فطری خواہش کو ضائع نہیں جانے دیا۔ بلکہ اس نے ہر زمانہ میں اپنے نبی بھیجکر ان کو دُنیا کے لئے فطری جذبات کے استعمال میں نمونہ بنایا۔ اور ہم چونکہ اس آخری زمانہ میں ہیں۔ اور ایسے وقت میں ہیں۔ کہ سب نبیوں کی قومیں ایک سٹیج پر جمع ہیں۔ اس لئے ہمارے لئے وُہ انسان نمونہ بنایا گیا۔ جو سب کا خاتم یعنی سب نبیوں کا جامع ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ فرمایا۔ پس آؤ۔ ہم سب اس کی زندگی میں اولاد کی محبت کے جذبہ کو کام کرتے ہوئے دیکھیں۔ اور اس پر عمل کر کے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی کو دُنیا کے لئے بابرکت بنائیں؎

رسول کریمؐ کا طریق عمل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ہر قسم کی اولاد عطا کی۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی۔ اور جو کچھ تربیت اور سلوک آپؐ نے اپنی اولاد سے کیا۔ وُہ کتبِ احادیث میں موجود ہے۔ اس میں سے مختصراً بطور اشارہ چند امور ذیل میں بیان کرتا ہوں؎

ابتدا سے بچہ کی تربیت

سب سے بڑی وجہ بچوں کے خراب ہونے کی یہ ہوتی ہے۔ کہ ماں باپ بوجہ قدرتی محبت اور فطری پیار کے جب تک بچہ نادانی کے عالم اور بے سمجھی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ اُس کی تربیت اور اخلاق کی درستی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور نادانی کی حالت اور بے سمجھی کا زمانہ کہکر اُسے معذور قرار دیتے ہیں۔ لیکن جب بد عادات راسخ ہو جاتی ہیں۔ اور بُرائیوں کی جڑ مضبوطی سے بچے کے دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے۔ اور بچہ نادانی سے نکلکر سمجھ کے میدان میں قدم رکھتا ہے۔ اُس وقت والدین ان عادات کو دُور کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اُس وقت ان عادتوں کا دُور کرنا ماں باپ کے اختیار کی بات نہیں رہتا۔ کیونکہ جب بچہ سمجھدار ہو جائے۔ تو وُہ اپنی سمجھ سے کام لے کر ہی چھوڑنا چاہے۔ تو چھوڑ سکتا ہے اس وقت ماں باپ کے فعل کا کوئی دخل نہیں رہتا؎

مباشرت کے وقت کی دُعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابتدا سے بچہ کی تربیت کی۔ اور نہ صرف خود کی۔ بلکہ اپنی امت کو سکھایا۔ کہ یوں تربیت کریں۔ آپ جب اپنی بیوی کے پاس جاتے۔ تو فرماتے؎ بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطن وجنب الشیطان ما رزقتنا۔ یعنی الٰہی اگر اس فعل مباشرت سے تیرے علم میں ہمیں کوئی بچہ عطا ہونے والا ہے۔ تو ہمیں اس وقت گندے شہوانی جذبات سے بچا۔ اور تمام برائیوں کے خیالات سے ہمارے دل و دماغ کو محفوظ فرما۔ تاکہ ہمارے اس وقت کے بُرے خیال کا اثر ہونے والے بچے کے دل و دماغ پر نہ پڑے۔

دیکھو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بچہ کی تربیت اُس وقت سے شروع کی۔ جبکہ بچہ ابھی باپ کی صلب سے ماں کے رحم میں بھی نہیں گیا ہوتا۔ کیونکہ علم النفس کے ماہرین کی متفقہ شہادت سے یہ امر ثابت ہے کہ بچہ کے اخلاق پر ماں باپ کے خیالات اور جذبات کا بہت اثر ہوتا ہے اگر مباشرت کے وقت اور ایام حمل میں ماں باپ میں بُرے جذبات جوش زن ہونگے۔ تو لامحالہ بچہ کے خیالات بھی بُرے ہونگے۔ اور اگر ان ایام میں ماں باپ کے خیالات میں تسکین اور صفائی ہوگی۔ تو لازماً بچے کا دماغ تمام کدورتوں اور ناجائز جوشوں سے خالی ہوگا؎

بچہ کے پیدا ہونے پر

پھر جب بچہ پیدا ہوتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہتے۔ یہ محض ایک رسم نہیں۔ بلکہ باوجود اذان اور تکبیر کے الفاظ کے نہ سمجھنے کے بچہ لازماً ان کلمات طیبہ کی پاکیزگی سے متاثر ہوگا۔ اور اس کے دماغ پر ان کلمات کے پاکیزہ مفہوم کا پاک اثر ساری عمر کے لئے قائم رہے گا؎

گھٹی دیتے وقت کی دُعا

پیدائش کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہلی خوراک یعنی گھٹی دیتے وقت برکت کی دُعا کرتے۔ اور یہ نہایت ضروری اور بابرکت فعل ہے۔ کیونکہ خُدا ہاں اس بزرگ تر خدا کی مدد کے بغیر کوئی تربیت اور کوئی اصلاح قائم نہیں ہو سکتی؎

بچہ کا عقیقہ

پھر ساتویں دن آپ عقیقہ کرتے۔ اور بچہ کی طرف سے قربانی دیتے۔ اس کے سر کے بالوں کو تول کر ان کے ہموزن چاندی صدقہ کر دیتے۔ اس سے یہ ظاہر کرتے۔ کہ پیدا ہونے والے بچہ کے اخلاق کی تربیت لازمی ہے۔ محض اسے کھلانا پلانا۔ اور آرام سے رکھنا ہی ضروری نہیں۔ کیونکہ کھا پی کر تو یہ محض حیوان ہوگا۔ اور اگر حیوان بنانا ہی مقصود ہوتا۔ تو حیوان تو وُہ جانور بھی تھا۔ جو اس کے لئے قربان کر دیا گیا۔ پس جانور کی قربانی دے کر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ ہم نے اس بچہ کو با اخلاق اور باخدا بنانا ہے۔ محض کھلا پلا کر موٹا کر کے دنبہ نہیں بنانا اگر دُنبہ بنانا مقصود ہوتا۔ تو ایک پلے پلائے دُنبہ کو اس ہفت روزہ بچے کے لئے کیوں ذبح کرایا جاتا۔ اس کی بجائے بچہ ہی کو ذبح کر کے دُنبہ کو کیوں نہ گھر میں باندھ لیا جاتا۔ پھر بالوں کے ہموزن چاندی تول کر کیوں صدقہ کی جاتی ہے؟ یہ ظاہر کرنے کے لئے۔ کہ اس بچہ کی تعلیم و تربیت میں یہ مدنظر نہیں رکھا جائیگا۔ کہ یہ بڑا ہو کر محض دُنیا کمائے۔ اور اس کی زندگی کا مقصود اس کے علم کا مبلغ اور اس کی تمام محنتوں کا مرکز مال ہو۔ کیونکہ مال یعنی چاندی سونا تو ایسی حقیر چیزیں ہیں۔ کہ اس کے بالوں۔ ہاں کاٹ کر پھینک دیئے جانے والے بالوں کے برابر بھی نہیں۔ پھر یہ خود کس طرح محض سونے اور چاندی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی پیدائش کی غرض تو خدا کا حصول۔ اور اس کی تربیت کا مقصود دین۔ اور روحانیت کا حاصل کرنا ہے؎

ختنہ

پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی روز لڑکوں کا ختنہ کرتے۔ تا یہ ظاہر کریں۔ کہ جس طرح بچہ کی باطنی پاکیزگی۔ اور طہارت کا خیال رکھنا ماں باپ کا فرض ہے۔ اسی طرح اس کے جسم کی درستی اور صحت کا خیال رکھنا بھی ان پر واجب ہے؎

ایام رضاعت میں صفائی کا خیال

پھر ایام رضاعت میں بعض لوگ بچوں کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں کرتے۔ نہ ان کے باقاعدہ نہلانے کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ حالانکہ ظاہر کا اثر باطن پر۔ اور جسم کا اثر رُوح پر پڑتا ہے۔ علاوہ اس کے ساری عمر کے لئے ایسے بچے صفائی اور نہانے کے پابند نہیں رہتے۔ بلکہ بعض بچوں کو مٹی میں کھیل کھیل کر مٹی کھانے کی نہایت خطرناک اور مضر صحت عادت پڑ جاتی ہے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایام رضاعت میں اپنے بچوں کی صفائی کا نہایت اہتمام سے خیال فرماتے۔ بخاری میں آتا ہے۔ آپؐ اپنے صاحبزادہ ابراہیم کو دیکھنے کے لئے اس کی دایہ کے گھر تشریف لے جاتے۔ اور بچہ کو منگا کر پیار کرتے۔ اور اُسے سونگھتے۔ اس سونگھنے سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صفائی کا کس قدر خیال تھا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بچہ دیکھنے میں صاف ستھرا معلوم ہو۔ مگر سونگھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اسے پوری طرح صفائی سے نہلایا گیا ہے۔ یا نہیں۔ اس لئے آپؐ صرف دیکھنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ اچھی طرح سونگھ کر معلوم کرتے۔ کہ بچہ کو صاف ستھرا رکھا جاتا ہے۔ یا نہیں؎

بچہ کی بہتری کے لئے ماں سے علیحدگی

اسی طرح اگر بچہ کی بھلائی اور اس کی روحانی یا جسمانی تربیت کے لئے بچہ کو اس کی والدہ سے الگ کئے جانے کی ضرورت پڑے۔ تو بہت سی مائیں بچہ کی اخلاقی تباہی برداشت کر لیں گی۔ مگر اپنے سے جُدا نہ کریں گی۔ حالانکہ یہ محض حماقت اور جہالت کا اظہار ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بچہ ابراہیم کو ایک لوہار کے سپرد کیا۔ کہ اس کی بیوی اس کو دودھ پلایا کرے۔ اور بچہ کی صحت کی خاطر اُسے گھر سے باہر بھیجدیا۔ حالانکہ اس وقت آپؐ کے صاحبزادہ کی عمر صرف دو ماہ کی تھی۔ اس میں ہمارے لئے یہ سبق ہے۔ کہ بچہ کے وجود سے یہ غرض نہیں۔ کہ وُہ ہمارا کھلونا بنے۔ اور صرف ہمارا دل بہلانے کے لئے اور چومنے چاٹنے کے لئے ہمارے پاس موجود رہے۔ بلکہ وُہ خدا تعالےٰ کی ہمارے پاس ایک امانت ہے۔ ہمیں اس سے وُہی سلوک کرنا چاہیئے جو اس کی جسمانی اور روحانی تربیت کے لئے ضروری اور مفید ہو۔ آج

یورپ کی مادی ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ یورپین عورتیں ہندوستان میں اپنے خاوندوں کے ساتھ رہتی ہوئی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو تعلیم کے لئے یورپ بھیجدیتی ہیں۔ یا آپ یورپ میں رہتی ہوئی ملازمت کے لئے اپنے نوجوان بچوں کو ہندوستان بھیجدیتی ہیں مگر عام طور پر ہندوستانی مائیں ایک لمحہ کے لئے بچوں کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتیں:۔

رضاعت کے بعد بچّہ کی حالت

پھر جب بچہ ایام رضاعت ختم کرتا ہے۔ تو وُہ کھانے پینے کے معاملہ میں کسی قانون کی پابندی اور کسی آئین کی حد کے اندر نہیں رہنا چاہتا۔ وُہ جب چاہتا ہے۔ کھاتا ہے۔ اور جہاں سے ملے کھالیتا ہے۔ اُسے اپنے پرائے۔ حلال و حرام۔ مفید اور غیر مفید کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور والدین محبت سے مغلوب ہو کر کم عمری کو بہانہ۔ اور ناسمجھی کو عذر بنا کر اس کی تمام حرکات سے درگزر کرتے ہیں۔ وُہ بجائے دائیں سے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ دستر خوان پر اس کا ہاتھ سب برتنوں میں پڑتا ہے۔ وُہ بدتمیزیاں کرتا ہے۔ مگر بجائے اصلاح کے والدین ان حرکات سے خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ وُہ نہیں جانتے کہ آج اگر اصلاح نہ کی گئی۔ تو آئندہ بھی اصلاح کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ عادت کیا ہے؟ ایک پَودا ہے۔ اگر آج نہ اکھیڑو گے۔ تو پھر جڑ پکڑ کر بغیر کلہاڑے کے نہ اکھڑے گا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بچوں کی تربیت میں ان تمام امور کا خیال رکھا۔ ایک دفعہ حضرت امام حسن رضؓ نے کھیلتے کھیلتے زکوٰۃ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور اپنے مونہہ میں ڈال لی۔ آپؐ نے فوراً ان کے مُونہہ سے نکال کر پھینک دی۔ اور کہا۔ کہ کخ کخ یعنی چھی چھی چھی۔ پھر ایسا نہ کرنا۔ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ صدقہ ہمارے خاندان کے لئے جائز نہیں۔ اگرچہ اُس وقت امام حسن کی عمر تین چار سال کی تھی۔ لیکن آپؐ نے درگزر نہیں کیا۔ بلکہ فوراً روک دیا۔ اور نہ صرف روکا۔ بلکہ تعلیم دیکر اور سمجھا کر روکا:۔

اسی طرح آپؐ کا ربیب ابن ابی سلمہ آپؐ کی گود میں بیٹھ کر آپؐ کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ اور اس کے ہاتھ برتن کے چاروں طرف پڑنے لگے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ بچّے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھکر کھانا شروع کرو۔ اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ اور برتن میں صرف اپنے آگے سے کھانا لو۔ سارے برتن میں ہاتھ نہ ڈالو:۔

جب بچّہ باتیں کرنا سیکھتا ہے۔

اسی طرح محبت سے ماں باپ یہ نہیں دیکھتے۔ کہ ان کے بچّے کے مُونہہ سے کیا کلمات نکلتے ہیں۔ وُہ صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ ان کا بچہ جلدی بولنا سیکھے۔ خواہ وُہ گالیاں ہی سیکھے۔ چنانچہ ہر طبقہ کے بہت سے والدین اپنے بچہ کو توتلی زبان میں دُوسروں کو گالیاں دیتے سُنکر بھی خوش ہوتے ہیں۔ بلکہ تحریک کرتے ہیں۔ کہ وُہ یہ فعل کرے۔ تاکہ مجلس میں ہنسی اور خوشی کی ایک لہر پیدا ہو۔ مگر یہ خود اپنے ہاتھ سے بچہ کو تباہ کرتا ہے۔ عقلمند شخص وُہ ہے۔ جو یہ سمجھے کہ بچے نے زبان سیکھ کر بولنا تو بہر حال ہے۔ پھر خود ہی کیوں نہ اسے ایسی باتیں سکھائی جائیں۔ جو اچھی۔ اور نصیحتوں پر مبنی ہوں۔ حضرت امام حسنؓ سے منقول ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ایک فقرہ حفظ کرایا تھا۔ جو ابھی تک یاد ہے۔ اور وُہ یہ ہے۔ دع ما یریبك الی مالا یریبك یعنی چھوڑ دے۔ وُہ بات جو بُری اور شُبہ والی ہو۔ اور اختیار کر وُہ بات جو اچھی اور شُبہ سے پاک ہو۔

دیکھو۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا صحیح طریق اختیار فرمایا۔ آپؐ نے دیکھا۔ کہ آپؐ کا نواسہ بولنے لگ گیا ہے۔ اگر اچھے کلمات نہ سکھائے۔ تو بُری باتیں۔ یا فضول فقرے منہ سے نکالے گا۔ اس لئے آپؐ نے مختصر اور چھوٹا سا جُملہ یاد کرا دیا۔ جو آئندہ کے لئے حضرت امام حسن کے ہمیشہ کام آیا۔ اسی طرح آپ امام حسن اور امام حسین کو دعائیں سکھاتے تھے:۔

بچوّں سے پیار

پھر جس طرح بچوں کے اخلاق کی نگرانی کرنے اور ان کو برائیوں سے روکنے کے لئے تنبیہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ان سے پیار کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جو شخص بچے سے پیار نہیں کرتا۔ بچے کو بھی اُس سے اُنس نہیں پیدا ہوتا۔ اور جب تک اُنس نہ ہو۔ بچہ پر کبھی اُس کی باتوں کا اثر نہ ہوگا۔ اس لئے جو باپ نہایت بدمزاج ہو۔ اپنے بچوں سے پیار نہ کرتا ہو۔ بلکہ ہر وقت اُن سے سختی سے پیش آتا ہو۔ وُہ بچوں کی نظر میں ایک ہوّا ہوتا ہے۔ اور کبھی بھی وُہ بچوں کی صحیح تربیت نہیں کر سکتا۔ اس لئے بچوں سے نرمی اور لُطف سے پیش آنے کے علاوہ پیار و محبت سے بھی پیش آنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بچوں کو پیار کرتے تھے۔ ان کو گودی میں اٹھاتے تھے۔ ان کا دل بہلاتے تھے۔ حالانکہ اس وقت کے جاہل عربوں کے نزدیک یہ امر وقار کے خلاف تھا:۔

ایک شخص نے آپؐ سے۔ اپنے نواسے سے پیار کرتے ہُوئے دیکھ کر کہا۔ یا رسول اللہؐ! میرے دس لڑکے ہیں۔ مگر میں نے کبھی نہیں پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ تیرے دل سے اللہ شفقت نکال لے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس فقرہ سے معلوم ہوا۔ کہ پیار ایک طبعی امر ہے اور جو اپنے بچوں کو پیار نہیں کرتا۔ وُہ صاحب وقار نہیں۔ بلکہ قسی القلب ہے۔ آپؐ سجدہ کی حالت میں ہوتے۔ اور آپؐ کا کوئی بچہ آپؐ کی پشت پر سوار ہو جاتا۔ تو آپؐ توقف فرماتے۔ اور جب وُہ اُترتا۔ تو سجدہ سے سر اٹھاتے۔ آپؐ نے ایک دفعہ اپنی نواسی امامہ رضؓ کو گود میں لے کر نماز پڑھی۔ جب سجدہ جاتے۔ تو اُسے اتار کر بٹھا دیتے۔ پھر اُٹھتے۔ تو اٹھا لیتے۔ آپؐ سفر میں ہوتے۔ تو اپنے چھوٹے رشتہ دار بچوں کو اپنے ساتھ باری باری سوار کرتے۔ غرض بچوں سے صرف تنبیہ اور اصلاح ہی کا معاملہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تو یتیم خانہ کے کارکن بھی کرنا جانتے ہیں۔ بلکہ پیار اور محبت بھی ضروری امر ہے۔ کیونکہ ایک یتیم اور غیر یتیم میں یہی فرق ہے۔ کہ یتیم کی تربیت اور اصلاح اور نصیحت کے لئے ساری دُنیا موجُود ہے۔ مگر ہائے افسوس۔ کہ کوئی ایسا نہیں جو اسے گود میں اٹھا کر اپنے سینہ سے چمٹا سکے۔ یہ ایک فطری معاملہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ بچے کو کھانے کو دو۔ کپڑے پہناؤ۔ اُس کی فرمائش پُوری کرو۔ اُسے کھلونے لے دو۔ سب کچھ کرو۔ بے شک خوش ہوگا۔ مگر جب اُسے گود میں اٹھا کر پیار کرو۔ تو پھر دیکھو۔ وُہ کس فخر یہ حالت میں ہوگا۔ اُس وقت بچہ اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہے۔ اس فعل سے بچوں کی خوشی۔ ان کی صحت۔ ان کے قوٰی۔ اُن کے جذبات میں ایک نمایاں ترقی ہوتی ہے۔ بچوں پر پیار وُہی اثر کرتا ہے۔ جو کھیتی سے پانی:۔

بچوّں کی توقیر

پھر بعض لوگ یہ سمجھ کر کہ ہم باپ ہیں۔ بچہ کو ہم جو بھی بُرا بھلا کہیں جائز ہے۔ اُسے چون و چرا نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ سب ٹھیک ہے۔ سعادت مند بیٹے ہم نے ایسا ہی کرتے دیکھے ہیں۔ مگر والدین کو خود ان کی عزت کا خیال کرنا چاہیئے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ اکرموا اولادکم۔ یعنی اے لوگو! اپنے بچوں سے عزت سے پیش آیا کرو۔ بعض نوجوان صرف اس لئے باپ کا مقابلہ کرتے۔ اور نافرمان بن کر دین و دُنیا کی تباہی خرید لیتے ہیں۔ کہ باپ اپنے باپ ہونیکے زعم میں اُن سے بات چیت میں وُہ سلوک کرتے ہیں۔ جسے بچے اپنے دوستوں کی نگاہ میں اپنے لئے باعث ذِلّت سمجھتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ رضؓ جب اپنے گھر سے رسُول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر تشریف لے جاتیں۔ تو آپؐ کھڑے ہو کر ملتے۔ اور اپنی جگہ انہیں بٹھاتے۔ اپنا تکیہ ان کو دیتے۔ کیا اس سے بڑھ کر اولاد کی عزت کی کوئی مثال ہے؟

بے جا حمایت سے پرہیز

پھر جب بچّے ذرا بڑے ہوتے ہیں۔ اور کوئی بے عنوانی ان سے سرزد ہو۔ اور لوگ ان کے ماں باپ کو اس کی رپورٹ کریں۔ تو عموماً لوگ بجائے اپنی اولاد کو سمجھانے یا ملامت کرنے کے شکایت کرنیوالوں سے لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں۔ اور اپنی اولاد کی طرف سے غلط ڈیفنس پیش کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں نکلتا۔ کہ ان کی اولاد اور زیادہ بگڑتی ہے۔ کیونکہ بچے دیکھتے ہیں۔ کہ ہم لڑائی۔ اور شرارت کر کے آئے۔ مگر بجائے ملامت کرنے کے ماں باپ نے ہماری حمایت کی۔ اس لئے عقلمند شخص وُہ ہے۔ جو کبھی اپنی اولاد کی ناجائز حمایت نہ کرے۔ بلکہ اگر ثابت ہو جائے۔ کہ واقعہ میں اس کے بچے کا قصور ہے۔ تو ضرور اسے سزا دے۔ یا دلائے۔ تاکہ آئندہ کے لئے اصلاح ہو۔ حدیث شریف میں لکھا ہے۔ کہ ایک عورت نے چوری کی۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کا ہاتھ کاٹنا چاہا۔ وُہ معزز خاندان کی عورت تھی۔ اُس کی برادری کے لوگ سفارش لے کر پہنچے۔ آپؐ نے سفارش کرنے والے سے فرمایا لو سرقت فاطمۃ لقطعت یدھا یعنی اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی۔ تو میں اسکی رعایت نہ کرتا۔ بلکہ

اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

بچے کے مرنے پر جزع فزع

یہ تو محبت کے تعلقات اور محبت کی باتیں تھیں۔ اب افسوس۔ اور رنج کا حال بھی سنو۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ کہ اگر ان کا کوئی بچہ فوت ہو جائے۔ تو وہ صبر نہیں کرتے۔ اور جو جزع فزع شریعت کے رُو سے حرام ہے۔ اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اُن کا دل خدا کے خلاف غیظ و غضب سے پُر۔ ان کی زبان شکوہ کا ایک کھلا ہوا دفتر ہوتی ہے۔ اور ان کی حرکات خدا کو ایک چیلنج دیتی ہیں۔ مگر کیا یہ طریق عمل اُس مالک الملک کے حق میں ایک عاجز بندہ کے لئے مناسب ہے نہیں۔ اور ہرگز نہیں۔ بے شک اس کا لختِ جگر اُس سے چھین لیا گیا۔ اس کا دل اُس کے سینہ کے اندر سے پکڑ کر باہر نکال لیا گیا۔ مگر غور تو کرو کس نے ایسا کیا؟ اُسی نے جس نے وہ عطا کیا تھا۔ اگر حقیقت یہی ہے۔ تو پھر شکوہ کیسا۔

باطل ضبط نفس

یہ تو دُنیا کے ایک بہت بڑے طبقہ کی حالت ہے۔ لیکن برخلاف اس کے بعض جھوٹے وقار اور باطل ضبط نفس والے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ بچوں کے مرنے پر لوگوں کے سامنے رنج کا اظہار یا آنکھ کے آنسو اپنے لئے باعث توہین و بزدلی سمجھتے ہیں۔ مگر کیا یہ سخت دِلی نہیں ہے؟ ہے۔ اور یقیناً ہے۔ آؤ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھیں۔ آپؐ کے بچے آپؐ کے سامنے فوت ہوئے۔ جوان بھی چھوٹے بھی۔ لڑکیاں بھی۔ لڑکے بھی۔ مگر جو نمونہ آپؐ نے دکھایا۔ وہ نہایت بے نظیر۔ مگر نہایت ہی قابل تقلید ہے۔ آپؐ کا صاحبزادہ ابراہیم جب فوت ہُوا۔ تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبد الرحمٰن ابن عوف نے کہا۔ یا رسول اللہ آپؐ بھی روتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ عوف کے بیٹے۔ یہ ایک رحمت ہے۔ جو خُدا نے بندوں کے دل میں رکھی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ اور دِل تیرے فراق سے اے ابراہیم غمگین ہے۔ پھر ہم نہیں زبان سے کہتے۔ مگر وُہی بات جو ہمارے رب کی رضا مندی کا باعث ہو۔

سبحان اللہ کیا صبر ہے ہمارے سید و مولا کا؟ کہ آپؐ کا بڑھاپے میں اکلوتا بیٹا فوت ہوتا ہے۔ مگر زبان شکوہ سے خالی حرکات جزع فزع سے پاک۔ دل باوجود غمگین ہونے کے خدا تعالےٰ کی رضا سے پُر ہے۔ آپؐ کی ایک بیاہی ہُوئی بیٹی فوت ہُوئی۔ آپؐ نے کمال صبر و تحمل سے اُس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اور جب جنازہ قبر میں اتارا گیا۔ تو آپؐ کے آنسو بہنے لگے۔ غرض جو صبر کا نمونہ آپؐ نے دکھایا۔ وُہ ایک بے نظیر نمُونہ ہے۔ جو نہ دل کی سختی پر۔ اور نہ خدا کے شکوہ پر مبنی ہے بلکہ عین فطرت صحیحہ اور تعلق باللہ پر دلالت کرتا ہے۔

بعض متفرق باتیں

اولاد کے معاملہ میں بعض متفرق باتیں بھی ہیں۔ مثلاً اولاد میں جفاکشی۔ ایثار اور اخلاق کا جذبہ پیدا کرنا بھی والدین کا فرض ہے۔ اگر بچے کی ہر بات میں فرمائش پوری کر دی جائے۔ تو یقیناً ایسا بچہ بڑا ہو کر ضدی اور آرام طلب ہوگا۔ وہ ایثار کا نمونہ نہ دکھا سکے گا۔ نہ وہ جذبات کے روکنے کے موقعہ پر اپنے جذبات پر قابو رکھ سکے گا۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس امر کا بہت خیال رکھا ہے۔ مثلاً ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضؓ نے عرض کیا۔ مجھے چکی پیسنے۔ کوئیں سے پانی لانے اور گھر کے دوسرے بہت سے کام کرنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہے۔ حتیٰ کہ میرے ہاتھوں میں چھالے بھی پڑ جاتے ہیں۔ مجھے کوئی لونڈی یا کوئی غلام عنایت کیا جائے۔ آپؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ درخواست جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سُنی۔ تو رات کو حضرت فاطمہ رضؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور ان کو مشقت اور ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے فرمایا۔ کہ بیٹی آؤ۔ تم کو ایسی بات سکھاؤں۔ جو لونڈی اور غلام سے مستغنی کر دے۔ اور فرمایا۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ - ۳۳ بار سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اور اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔

کیا کوئی بادشاہ آج ہے۔ جو اپنی اولاد میں ایثار اور جفاکشی کی یہ رُوح پیدا کرتا ہو۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ معاذ اللہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت فاطمہ رضؓ کی امداد سے مضائقہ تھا۔ کیوں کہ آپؐ نے صفا پر چڑھ کر۔ جو مکہ والوں کے لئے ایک اعلانِ عام کیا تھا۔ اس میں اپنی بیٹی فاطمہ رضؓ کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا تھا کہ سلینی من مالی ما شئت۔ یعنی جب تجھے ضرورت پڑے۔ جتنا بھی میرا مال ہوگا۔ تو مانگے گی۔ تو مَیں تجھے دُونگا۔ اسی طرح آپؐ ہی کی زبان فیض ترجمان کے ذریعہ یہ الٰہی قانون شائع کیا گیا۔ کہ آپؐ کی اولاد پر صدقہ اور زکوٰۃ حرام ہے۔ تاکہ وُہ خود کما کر کھائے۔

اسی طرح اکثر والدین اولاد کی ظاہری خوشی کافی سمجھتے ہیں۔ خواہ ان کی اخلاقی اور روحانی حالت کیسی ہی ہو۔ مگر آپؐ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ یعنی الٰہی میری اولاد کو گزارے کے قابل رزق دیجیو۔ کہ نہ تو وُہ کسی کی محتاج ہو۔ اور نہ روپے کی افراط سے دُنیا کے عیش و عشرت میں مبتلا ہو جائے۔ اسی طرح بعض لوگ اولاد کی خاطر دُوسروں پر ظلم کرتے۔ اور ناحق لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اگر کوئی شخص خواہ نصیحت کے طور پر کسی کے بچہ کو تھپڑ مارے۔ وُہ اسے قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور یہ جذبہ بھی بہیمی اور حیوانی ہے۔ مگر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی زینب کو ہجرت کرتے ہُوئے دَوران سفر میں ابن ہبیرہ نے پتھروں سے زخمی کیا جس کے نتیجہ میں اسقاط اور اسقاط سے ان کی وفات ہو گئی۔ دیکھو کیسا ظلم عظیم ہے۔ کہ تیرہ سَو برس سے زیادہ عرصہ اس پر گزر گیا۔ مگر ہر دفعہ جب یہ واقعہ کوئی پڑھتا ہے۔ تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سے قیاس کرو۔ کیا حال ہُوا ہوگا رقیق القلب باپ کا۔ جب اُس نے یہ حادثہ سُنا ہوگا۔ اور جب اُس کی آنکھوں کے سامنے اس کی پیاری بیٹی نے دم توڑا ہوگا۔ مگر قربان جایئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کہ فتح مکہ کے بعد جب ابن ہبیرہ مسلمان ہو کر سامنے آیا۔ تو آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔ کیوں؟ کیا اس لئے کہ یہ جُرم قابلِ پرسش نہ تھا؟ یا اس لئے کہ ابن ہبیرہ کے قتل پر آپؐ قادر نہ تھے؟ یا اس لئے کہ زینب رضؓ سے آپؐ کو محبت نہ تھی؟ نہیں۔ بلکہ صرف اس لئے کہ آپؐ کا یہ ارشاد تھا۔ کہ الاسلام یھدم ما قبلہ۔ یعنی اسلام لانے سے پہلے کے تمام جُرم اسلام مٹا دیتا ہے۔ پس اس صداقت اور اس سچے اور پاکیزہ اصل نے آپؐ کے جذبۂ محبت کو دبا دیا۔ اور باوجود ملک عرب کے بادشاہ ہونے کے اپنے لختِ جگر کے قاتل کو آپؐ نے معاف کر دیا۔

پھر دیکھو۔ کہ آدم سے لے کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک دُنیا میں یہ دستور تھا۔ کہ بادشاہ کی وفات پر اُس کا بیٹا تخت نشین ہوتا۔ بلکہ اب بھی دُنیا کے اکثر ممالک میں یہی دستور ہے۔ لیکن کیا یہ دستور بہتر ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا ہے۔ کہ ایک بادشاہ لائق ہو۔ مگر بیٹا نالائق اور ناقابل ہو لیکن اولاد کی محبت نے دُنیا کو اندھا کر دیا ہے۔ اس لئے بادشاہ کے بعد اُس کا بیٹا بادشاہ ہُوا کرتا تھا۔ صرف دُنیا میں محمد رسول اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بادشاہ ہیں۔ کہ آپؐ نے اس بدرسم کو ترک کر دیا۔ آپؐ کے بیٹوں کی طرح پیارے نواسے موجود تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا داماد موجود تھا۔ مگر بادشاہ کون ہوا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ کہ جن کے باپ کو سُن کر یقین نہ آیا تھا۔ کہ ان کے بیٹے کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاندان کے لوگ بادشاہ تسلیم کر چکے ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اولاد کے متعلق جو عمل کیا۔ وُہ ہمارے لئے واجب العمل اور اس پر عمل کرنے سے ہماری اولاد کی زندگی درست۔ اور اُن کے اخلاق اعلےٰ ہو سکتے ہیں۔ اس امر کا زبردست ثبوت یہ ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی تربیت کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ آپؐ کی لڑکی سیدۃ نساء الجنۃ اور امام حسنؑ اور حسینؑ سیدا شباب الجنۃ ہُوئے۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلےٰ والدیّ وان اعمل صالحاً ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین۔

لڑکیوں کی پرورش کا اجر

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک فقیر عورت مانگتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں بھی تھیں۔ میرے پاس اس کے دینے کے لئے سوائے ایک کھجور کے اس وقت کچھ اور نہ نکلا۔ میں نے وُہی کھجور اُسے دیدی۔ اس عورت نے اس کھجور کو آدھا آدھا کر کے ان دونوں لڑکیوں کو دیدیا۔ اور خود چکھا بھی نہ۔ پھر وُہ چلی گئی۔ پھر حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں تشریف لائے۔ میں نے یہ واقعہ آپؐ کو سُنایا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ جس کو خدا لڑکیاں دے۔ پھر وُہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے۔ تو وُہ لڑکیاں اس کے لئے خدا کے عذاب میں روک بن جاتی ہیں۔ (بخاری)

رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم کی چند باتیں

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رامپوری)

اَے رسولِ عربی، مخزنِ علم و حکمت
تیرے دم سے ہے زمانہ میں صداقت قائم
تیرے اخلاق سے تازہ ہے بہارِ عالم
تُونے بخشا وُہ عروجِ ابدی انساں کو
تیری تقدیس نے اسفل کو بنایا اعلیٰ
تیری تقلید نے وحشی کو بنایا انساں
تزکیہ سے ترے ہر جوش حواس طبعی
اُمتیوں کو تیری درگاہ سے رتبہ یہ ملا
تیرے قانون سے قائم ہوئے دُنیا میں حقوق
عبد و معبود میں پیدا ہوئی حدِ فاصل
چشم ادراک نے وُہ نورِ بصیرت پایا۔
انبیا کی بشریت ہوئی سب پر ثابت
منحصر فیضِ نبوت پہ ہے انساں کا کمال
تربیت نے تیری حیوانوں کو انسان کیا
تونے دُنیا کو سکھائے یہ اصُولِ اخلاق
فتنہ و شر سے بچیگا، کبھی انساں نہ کوئی
جاذبِ فضلِ خدا ہے وُہی انسان کریم
ہے میانہ روی ہر کام میں انساں کو مفید
ہو نہ سختی کبھی نرمی کے محل پر صادر
بات کی جائے تو ایسی کہ ہو قولِ معرُوف
ہر سکون و حرکت میں ہو مدارج کا لحاظ
جبر و اکراہ نہ ہوں۔ دین میں ہرگز داخل
عملِ خیر کبھی ہو نہیں سکتا ضائع
نہ کرے تنگ کبھی دائرۂ علم و عمل

باعثِ خلقِ جہاں مایۂ عیش و راحت
تیری تعلیم سے روشن ہے چراغ وحدت
تیرے انفاس سے چلتی ہے نسیمِ جنت
بڑھ گئی عالمِ افلاک سے اُس کی رفعت
ذرہ ذرہ تیری صحبت سے بنا مہ طلعت
بن گئے رشکِ مَلک تھے جو بہائم سیرت
تابعِ عقل ہوُا آگیا تحتِ حکمت
فیض سے اُن کے سبق لیتی ہے ہر علمیت
مٹ گئی جور و جفا چھا گئی عدل و رحمت
سیکھا کثرت نے بھی امکانِ فنا فی الوحدت
جس سے انسان کو حاصل ہو خدا کی رؤیت
ہوگئی سلب غلو سے بشری کی طاقت
اس لئے فرض ہوئی اس پہ نبی کی طاعت
تیری تعلیم سے کمزوروں نے پائی قوت
تونے عالم کو بتائے یہ اصولِ حکمت
صادقوں کی نہ میسر ہو اُسے گر صحبت
جو کیا کرتا ہے مخلوقِ خدا کی خدمت
برمحل چاہیئے ظاہر ہو حیا یا غیرت
ہے یہ شفقت نہ ہو سختی کی جگہ کچھ رفعت
راستی میں بھی ملحوظ کریمی کی صفت
حاکمِ افعال پہ ہو حکمِ کتاب و سنت
فطرتی حق ہے۔ کہ آزاد رہے ہر ملت
کلفت رنج بھی ہو جاتی ہے اس سے راحت
یہی انساں کے لئے سب سے بڑی ہے دولت

پس جہاں سے ملے اُن کو سخن پُر حکمت
ہر معاملہ ہو مکلف بہ خلوصِ نیت
یہ اطاعت پہ کمر بستہ وُہ محوِ شفقت۔
حاکموں کے لئے واجب ہے، کہ ہوں خوش نیت
شفقت و رحم بزرگوں کیلئے ہو عادت۔
مرد کے کام میں امداد کرے ہر عورت
اُن کی امداد ہو ملحوظ بقدرِ ہمت
خیر خواہی سے جُدائی ہو کہ اُن کی شرکت
ہو ضعیفوں کے ممد تم کو اگر ہو طاقت
ہو اگر خوفِ خُدا دل میں تو یہ ہیں نعمت
انہیں رستوں سے اترتی ہے خدا کی لعنت
پاک چیزوں کی طرف چاہیئے دل کی رغبت
ارتقا کے لئے ہر دقت ہو میلِ فطرت
ظلم مٹ جائے زمانہ سے دکھا وُہ جرات
بیچ میں حرص گر آئے تو ہیں قتل و غارت
دوستی میں بھی نہ ہو جھوٹ کی کچھ تبعیت
سرقہ و سُود و زنا سے رہے تم کو نفرت
آشنا ہو تیرے ہونٹوں سے نہ حرفِ غیبت
سر میں تیرے نہ سمائیں کبھی کبر و نخوت
یہ بیاں کی ہیں تمدن سے ہے انکو نسبت
تیرا قانون ہے تہذیب کی اصلی صُورت
تیری بعیت کی میسر نہ ہو جب تک دولت
جس سے ہو جاتا ہے حل مسئلۂ مدنیت
یہ تصرف ہے اُسی کا۔ کہ ملی یہ نعمت

مومنوں کا ہے یہ ورثہ اسے چھوڑیں کبھی
ہر معافی میں ہو اصلاح سدا پیشِ نظر
حامیٔ امن ہوں راعی و رعایا دونوں
واعظوں کے لئے لازم ہے کہ ہوں نیک عمل
سیرت خورد میں تعظیم بزرگی جھلکے
مرد کو چاہیئے عورت کی سپر بنکے رہے
رہے ہمسایوں سے برتاؤ یگانوں کیطرح
ہر بنی نوع کی ہمدردی کا احساس رہے
رہنمائی کرو جاہل کی اگر عالم ہو
دولت و علم و حکومت ہو کوئی قوت ہو
ورنہ انساں کی ہلاکت کے یہ سب رستے ہیں
اکل و شرب میں اسراف نہ داخل ہو کبھی
حاجبِ راہ ترقی ہوں جو افعال نہ کر
نفس پر ضبط ہو ایسا کہ شرافت نہ مٹے
صُلح اور جنگ میں بھی خیر ہو منظورِ نظر۔
دُشمنی میں بھی نہیں ظلم کسی پر جائز
شرک سے دُور ہو، ہر فتنہ و شر سے بیزار
عیب بینی سے تیری آنکھ حفاظت میں رہے
دل تصور سے بدی کے رہے تیرا خالی
چند باتیں تری تعلیم کی اے شاہِ امم
تیری تعلیم تمدن کا حقیقی نقشہ
امن کا۔ چین کا دیکھے گی نہ دُنیا چہرہ
وُہ تیرا عہدِ مدینہ کا تمدن کی نظیر
میں کہاں، اور کہاں نعتِ محمد گوہر

الدُّرّ البهيّ في حقيقة الصلوٰة على النبيّ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا فلسفہ

از جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی مبلغ جماعت احمدیہ

درود شریف کی اہمیت

درود شریف کی اہمیت اور عظمت اسی سے ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نماز کا فریضہ جسے ہر ایک مسلم کے لئے طرۂ امتیاز قرار دیا گیا ہے۔ اور جس کی ادائیگی ہر مومن کے لئے ایسی ہی ضروری قرار دی گئی ہے جیسے قیام زندگی کے لئے غذا اور دفع علالت کے لئے علاج اور دوا۔ درود شریف کو اس دائمی اور لابدی عظیم الشان عبادت کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ اور جس طرح نماز کے لئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں لفظ صلوٰۃ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح یہی لفظ درود شریف کے لئے رکھا گیا ہے۔ جس سے یہ امر قرین قیاس اور صحیح الامکان معلوم ہوتا ہے۔ کہ نماز کا نام صلوٰۃ۔ نماز کے اسی جزو کی بنا پر رکھا گیا ہے۔ جیسے بعض سور قرآنیہ کے اسماء ان کے بعض اجزاء کے نام پر رکھدیئے گئے ہیں۔ علاوہ اس کے درود شریف کا نماز کے ہم اسم ہونے کی صورت میں پایا جانا اس کی اہمیت اور فضیلت کو جس اعلیٰ شان کے ساتھ ظاہر کر رہا ہے وہ مخفی نہیں ؛

فضیلتِ درود

درود شریف بہترین حسنات کے ذخائر اور خزائن میں سے ہے۔ اور اس سے بڑھ کر درود شریف کا پڑھنا اور کیا موجب حسنات ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اسے اپنا اور اپنے ملائکہ کا فعل قرار دیا ہے۔ جس سے درود شریف پڑھنے والا مومن خدا تعالیٰ اور ملائکہ کا شریک فعل ہو جاتا ہے۔ گو یہ دوسری بات ہے۔ کہ ہر ایک کے درود شریف کی نوعیت جداگانہ ہے۔ درود شریف چونکہ مومنوں کا وصف ہے، اس لئے درود شریف علامتِ ایمان اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بھی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے۔ خدا تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ یہ بشارت دراصل آیت قرآنی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا کے ماتحت ہے۔ کہ ایک نیکی کی جزا کم از کم دس گنا زیادہ ملتی ہے۔ لیکن عرفان اور نیت کی وسعت سے جزا کا دائرہ اور بھی وسیع ہو جاتا ہے ؛

درود شریف کا ماحصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا مطلب وہی ہے۔ جو لفظِ صلوٰۃ اور سلام سے ظاہر ہے۔ صلوٰۃ کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفتِ حمید و مجید کے لحاظ سے جو درود شریف میں دعائے صلوٰۃ کی مناسبت سے لائی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حمد اور حسن ثنا اور آپ کی عظمت اور مجد کے لئے درخواست کرنے کے معنوں میں ہے۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ کے ارشاد باری میں صلوات کے معنے حسن ثنا بھی ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے متعلق ثنا اور تعریف کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح آیت هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ صلوٰۃ سے مراد ایسی رحمت بھی ہے۔ کہ جس کے ذریعہ انسانوں کو انواع واقسام کی تاریکیوں سے نور کی طرف نکالا جاتا ہے۔ ان معانی کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا مفہوم اور مطلب یہ ہوگا۔ کہ سب مومن صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے ارشاد کی تعمیل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مخالفین اور کافرین کی مذمتوں اور غلط بیانیوں کے مقابل حسن ثنا اور مدح اور تعریف کی اشاعت کریں۔ کیونکہ کافر اور مخالف لوگ اپنے بُرے پراپیگنڈے سے ظلمات اور تاریکی کے پردے حائل کرنا چاہتے ہیں تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور آپ کی نبوت و رسالت کی اصلی اور خوبصورت شان کو دیکھ کر لوگ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے حکم دیا۔ کہ جہاں مخالف لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر تاریکی کے پردے ڈال کر آپ کی اصل حقیقت کو چھپانا چاہیں تم مومن لوگ ان کے اعتراضات کی تردید اور ان کے غلط خیالات کا ازالہ کرتے ہوئے وہ سب تاریکی کے پردے ہٹا دو۔ اور دنیا کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصل حال اور حقیقی نور صداقت سے آگاہ کر دو۔ تا ایک طرف تمہارے اس صلوٰۃ اور سلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخالفوں کی پیش کردہ تاریکیوں سے باہر آجائیں۔ اور دوسری طرف محقق اور طالبانِ حق آپ کی اصل اور پُر حقیقت شان سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے اس حق کو قبول کر کے نور حاصل کر لیں ؛

صلوٰۃ اور سلام کی چار قسمیں

غرض مومنوں کا صلوٰۃ اور سلام چار رنگوں کا ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور مخالفوں کے تاریک اور پر مذمت پروپیگنڈا کی تردید اور اس کا کما حقہٗ ازالہ کریں۔ اور بتائیں۔ کہ آپ مذمم نہیں۔ بلکہ محمد ہیں۔ اور آپ کاذب اور مفتری نہیں۔ بلکہ خدا کے سچے نبی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ امام مہدی کے اصحاب ہر مجلس میں مہدی کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرینگے۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ مہدی کے مخالفوں کی طرف سے چونکہ جابجا مخالفانہ ذکر ہونگے۔ اس لئے اصحاب مہدی بطور ذب کے تردید کریں گے اور تبلیغ کی غرض سے مہدی کا ذکر بکثرت وقوع میں آئے گا ؛

دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور آپ کے خلق عظیم کے سچے وارث بنکر پاک نمونہ اور پاک اخلاق کے ساتھ دنیا کو دکھائیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ نمونہ نہ تھا۔ جو مخالف اور آپ کے دشمن پیش کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کا نمونہ اور خلق وہ ہے۔ جو مومنین کی پاک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک تعلیم کو اپنے پاک نمونہ اور پاک اعمال سے ظاہر کر رہی ہے۔ اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوۂ صداقت جو مومنین کے پاک نمونہ کے ذریعے ظہور میں آئے گا۔ مخالفوں کو تاریکی شبہات سے باہر نکالے گا۔

تیسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک تعلیم کی اشاعت اور اسلام کی تبلیغ کے لئے دنیا کی ہر قوم کو دعوت دے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد اور محاسن سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے لوگوں کے آگے سے تاریکی جہالت کے پردوں کو اٹھایا جائے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ صداقت کا ہر وقت اور ہر جگہ جلوۂ حقیقت ظاہر کیا جائے ؛

چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بکمال تضرع وخشوع۔ اور بکمال ارادت وصدق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے دعائیں کی جائیں۔ تاکہ تاریکی کے سب پردے اٹھا دیئے جائیں اور ہر ایک انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونہ کا مظہر ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کا جلوہ دنیا کو دکھائے۔ اور تا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی وہ نسل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک نمونہ سے منحرف ہو کر جہنمی زندگی کے اتھاہ گڑھے میں گری پڑی ہے۔ دوبارہ آپ کی اتباع سے آدم کی طرح مسجودِ ملائکہ بننے کی مستحق ٹھیرے۔ پس یہ صلوٰۃ اور سلام جو چار رنگوں کا ہے۔ اگر مومن اس کی تعمیل کریں۔ تو یہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار میں سے بنا دیتا ہے۔ اور باوجود بُعد زمانی اور مکانی کے ایسا مومن جو صلوٰۃ اور سلام کے مذکورہ کوائف سے اپنا درود شریف پیش کرتا ہے۔ لاریب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا اور کامل ناصر اور جماعت انصار میں اپنی خاص شان کا انصاری ہوتا ہے ؛

درود سے صفات الٰہیہ کا ظہور

اللہ تعالےٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین۔ اس سے پہلے آتا ہے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون۔ ان دونوں آیتوں کا یہ مطلب ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے مرسلوں کو معصوم تسلیم کرنا۔ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک اور سلامتی کے ساتھ ماننا ہی اس بات کی دلیل اور علامت ہے کہ سب کی سب اور کامل حمد اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جس کی حمد کی یہ شان ہے۔ کہ وہ سب عالموں کی ربوبیت کا فیضان ہر وقت نازل فرما رہا ہے۔ اور جس کی ربوبیت کے ماتحت خدا کے مرسلوں کی بعثت ظہور میں آئی۔ اور بالآخر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے عظیم الشان مرسل کو تمام دنیا کی قوموں اور سب عالموں کی ربوبیت کے لئے مبعوث فرمایا۔ تا خدا تعالےٰ کی حمد کے اظہار کے سوا دہریوں اور مشرکوں پر یہ ثابت کرے۔ کہ تیرا رب جس نے اے رسول تجھے مبعوث فرمایا۔ بہت بڑی عزت والا ہے۔ اور ان سب نقائص اور عیوب سے منزہ ہے جن کو اس قدوس اور سبوح ذات کی طرف جاہل مشرک اور دہریہ لوگ منسوب کرتے ہیں:۔

پس صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے ارشاد میں صلوٰۃ کے علاوہ سلام بھیجنے کی غرض انہی معنوں میں ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کر دیا گیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے لئے جو الفاظ مسنونہ صلوٰۃ کے ہیں۔ ان میں اللہ تعالےٰ کی صفت حمید اور مجید کو پیش کیا گیا۔ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی حمد اور مجد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرسل ہونے کی حیثیت اور آپ کی صداقت کے ظہور کے ساتھ خاص طور پر تعلق ہے:۔

آنحضرتؐ کے اغراض و مقاصد

درود شریف کو جب دعا کے طور پر پڑھا جائے۔ تو چاہیئے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اغراض و مقاصد کو ملحوظ رکھ کر ان کی تکمیل کے لئے دعا کی جائے۔ آپؐ کے اغراض و مقاصد تین طرح پر ہیں ایک خالق کے متعلق۔ دوسرے مخلوق کے متعلق۔ تیسرے نفس کے متعلق خالق کے متعلق آپؐ کا یہ مقصد ہے۔ کہ اعلاء کلمۃ اللہ اور تعظیم لامر اللہ کی شان دنیا میں ظاہر ہو۔ مخلوق کے متعلق یہ کہ ہر انسان خدا تعالےٰ کی توحید کو اعتقادی اور عملی صورت میں پانے والا ہو جائے۔ اور حق اللہ۔ اور حق العباد کی امانت کا ادا کرنے والا۔ اور تعظیم لامر اللہ اور شفقت علےٰ خلق اللہ کے فرائض کی ادائیگی کے لئے کامل نمونہ ہو۔ خدا کے قرب اور وصل سے جنت کا وارث اور جہنمی زندگی سے نجات پانے والا بنے۔ ذاتی مقصد یہ ہے۔ کہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کے مطابق آپؐ خدا تعالےٰ کے عرفان اور قرب و وصل کے مدارج میں جس قدر بھی بیش از بیش ترقی کے خواہشمند ہیں۔ ان مدارج میں آپؐ کو ہر لحظہ ترقی حاصل ہوتی رہے۔ چنانچہ وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ میں اس امر کی بشارت دی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ترقی غیر متناہی مدارج کی شان رکھتی ہے۔

صلوٰۃ۔ نسک حیات اور ممات

آیت کریمہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صلوٰۃ کو مقام استفاضہ پر اور حیات کے بالمقابل رکھا ہے۔ اور نسکی یعنی آپؐ کی قربانی کو مقام افاضہ پر۔ اور ممات کے بالمقابل پیش کیا ہے۔ اس سے آپؐ کی زندگی کا اعلےٰ مقصد یہ بتایا گیا ہے۔ کہ ایک طرف اللہ تعالےٰ سے استفاضہ کا لامتناہی سلسلہ علے الدوام جاری رہے۔ اور دوسری طرف آپ کی طرف سے خلق خدا کے لئے افاضہ کا غیر متناہی۔ اور ابدی سلسلہ چلتا ہے۔ اسی مقصد کو فصل لربک وانحر کے الفاظ میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ یعنی فصل سے استفاضہ کر اور وانحر سے قربانی کا سلسلہ جاری رکھ۔ جو تیری طرف سے خلق کے لئے افاضہ کی حیثیت میں ہے۔ اس کے نتیجہ میں کوثر تجھے عطا ہوگا۔ یعنی ہر طرح کے انعامات اور برکات کی وہ کثرت جو غیر متناہی۔ اور گنتی و شمار کے حدود سے باہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قربانی کو لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین اور عزیز علیہ ما عنتم کے الفاظ میں بھی ذکر کیا ہے۔ کہ دوسری مخلوق کے متعلق آپؐ کی ہمدردی اور شفقت تو درکنار کافروں تک کے لئے جو آپؐ کے جانی دشمن تھے۔ آپؐ کی ہمدردی اور قربانی کا یہ حال تھا۔ کہ خدا تعالےٰ جو خالق فطرت۔ اور عالم سر و علن ہے۔ شہادت دیتا ہے۔ کہ آپؐ کافروں اور دشمنوں کی ہمدردی سے اس قدر گداز ہو رہے تھے۔ کہ اپنی جان کو بوجہ شفقت اور مجاہدات شاقہ کے ہلاکت میں ڈالے ہوئے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان شفقتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور آپؐ کی محسنانہ اور کریمانہ عنایتوں اور مہربانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؐ پر درود شریف پڑھتے وقت آپؐ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے دعائیں کرنا چاہیئے:۔

خدا اور ملائکہ کا درود

اللہ اور اس کے ملائکہ کا درود مومنوں کے درود سے الگ حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ اور ملائکہ کا درود صفت رحمانیت کے افاضہ کے رنگ میں بلا محنت بلا کسی معاوضہ و مبادلہ کے پیش ہوتا ہے۔ لیکن مومنوں کا درود ایک دعا اور روحانی مجاہدہ اور کوشش ہے۔ جس کے مقابلہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور معاوضہ صفت رحیمیت کے افاضہ کے ماتحت فیضان نازل ہوتا ہے۔ اس طرح سے آنحضرت صلعم کو صفت رحمانیت اور صفت رحیمیت دونوں قسموں کے فیضان کا مورد بنایا جاتا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے۔ کہ مومن اپنی نیت اور عرفانی وسعت سے اپنے درود میں اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ کے درود۔ بلکہ جمیع انبیاء و مومنین کے برکاتِ دعا اور انعاماتِ دعوات کو بھی شامل کر کے دعا کرے۔ اور اس طرح کی دعا کے وسیع دائرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے استفاضہ کے دائرہ کو وسعت دے۔ اور اپنے درود میں صفت رحمانیت۔ اور رحیمیت کے فیوض کو جمع کر کے جامع حیثیت میں پیش کرے۔

النبیؐ اور آل کا لفظ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کے ارشاد میں صرف النبی کا لفظ لایا گیا۔ حالانکہ درود میں آل کا لفظ بھی پیش کیا گیا ہے یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے النبی کی تشریح لفظ محمد اور آل محمدؐ سے فرمائی ہے۔ اور اس لئے کہ نبوت کے لحاظ سے اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت تک کیلئے نبی تھے۔ لیکن شخصی حیثیت سے جب آپؐ ترسٹھ سال کی عمر تک پہنچ کر دنیا سے رحلت فرما گئے۔ تو شخصی وجود کی عدم موجودگی میں آپؐ کی قائم مقامی میں آل محمد ہی کام کر سکتی تھی۔ اور آل محمد سے مراد آپؐ کی امت کے صدیق۔ شہید۔ صالح اور خصوصاً امت کے مجددین جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق ہیں۔ اور خلفاء راشدین مہدیین ہیں اور چونکہ نبی بغیر امت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے النبی کے لفظ کے بطن میں جب امت داخل ہے۔ تو آل محمد جو نبی کے سچے وارث اور اس کی امانت کے سچے حامل ہیں۔ کیوں داخل نہ ہوں۔ اور جب النبی آپ نے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے امت کے انصار کی دعا اور درود شریف کی نصرت کا مقتضی ہے۔ تو آلِ نبی اور آلِ محمدؐ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کی غرض سے ہی حاملِ امانت کی حیثیت میں کام کرنے والے ہیں۔ ان کو کیوں اس درود شریف میں شامل کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا النبی کے لفظ کی تشریح اور توضیح میں درود شریف میں محمدؐ اور آل محمدؐ کے الفاظ کو پیش کرنا عین حکمت اور ضرورت کے اقتضاء کے ماتحت ہے۔ اور تفسیر کے لحاظ سے نہایت ہی صحیح اور بہترین تفسیر لفظ النبی کی فرمائی گئی ہے:۔

ایک سوال کا جواب

ہاں یہ امر کہ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ الخ کے الفاظ بڑھانے کی ضرورت کیوں اور کہاں سے پیدا کی گئی۔ سو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے دعا فرمائی تھی۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دعا کی تھی۔ کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے خدا جیسے ہم دونوں یعنی ابراہیم اور اسمٰعیل (علیہما السلام) تیرے خادم اور دین حنیف کی اشاعت وحمایت کرنے والے ہیں۔ اسی طرح اس دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے ہماری ہی اولاد اور ذرّیت سے ایک امت مسلمہ بنا۔ اور اس میں ایک ایسا رسول بھی مبعوث فرما۔ جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کو اعتقادی اور عملی حالات کے لحاظ سے پاک کرے:۔

یہ وہ دعا ہے۔ جس کے اثر اور نتیجہ کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت ظہور میں آئی۔ اور اسی کے ماتحت آپؐ کی امت جو امت مسلمہ ہے

ظہور پذیر ہوئی۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اس دُعا سے آپ کو یہ برکت ملی۔ کہ آپ کے برکات کا سلسلہ اور آپ کی ذریّت اور اولاد کی برکات کا سلسلہ علے الدوام قیامت تک کے لئے لمبا کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق دوسرے مقام میں بھی اس بات کا بطور برکت ذکر فرمایا۔ کہ قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین۔ اس دُعا کے رُو سے جب تک حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ذریّت اور نسل دُنیا میں رہے گی۔ امامت اور نبوت کا انعام آپ کی صالح اولاد میں جاری رہے گا۔ اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کا سلسلہ قیامت تک قائم رہنے والا ہے۔ لہذا سلسلۂ برکات امامت و نبوت بھی قیامت تک جاری رہنے والا ہے ہاں اس انعام کی محرومی کے لئے صرف ظالمین کو مستثنےٰ کیا ہے۔ لیکن اس استثنےٰ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک غیر ظالم ذریت بھی اس انعام سے ابد تک محروم رکھی جائے ؛

ان دونوں آیات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کے اثر اور نتیجہ میں آپ کی نسل دو سلسلوں میں چلی۔ اور دونوں کو انعامات امامت اور برکات نبوت سے مستفیض فرمایا گیا۔ ایک سلسلہ حضرت اسحاق علیہ السّلام سے شروع ہو کر حضرت مسیح پر ختم ہوا۔ اور دُوسرا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے شروع ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہونچا ؛

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا درُود شریف کے الفاظ میں ابراہیم اور آل ابراہیم کے صلوات اور برکات کے لئے دعائیہ الفاظ پیش کرنا اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے انہی برکات کے سلسلہ کی غرض سے ہے ؛

درُود شریف کے پاک اثرات

امت کی یہ دُعا جو درود شریف کے الفاظ میں پیش کی گئی ہے اور جو خدا تعالےٰ کے امر اور ارشاد کے ماتحت مانگی جاتی ہے۔ ایک قبول شُدہ دُعا ہے۔ اس کی قبولیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو بشارت بھی دی گئی۔ اسی بشارت کے ماتحت آپ نے فرمایا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اور فرمایا۔ یوشك ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً و اماما مھدیا۔ یعنی میری امت کے علماء مجددین جو اسرائیلی انبیاء کی طرح مخصوص القوم اور مخصوص الزمان حیثیت سے مبعُوث ہونگے۔ وُہ اسرائیلی انبیاء کے نمونہ پر ہونگے۔ اور یہ برکت آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلۂ نسل کے لحاظ سے اس نمونہ پر عطا ہو گی۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اسحاقی سلسلہ کے ذریعہ عطا کی گئی۔ اور مسیح موعودؑ کی برکت جو امام مہدی ہو کر آنیوالے ہیں۔ اور جنکی بعثت دُنیا کی سب قوموں اور قیامت تک کیلئے ہو گی۔ وُہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلۂ نسل کے لحاظ سے اس نمونہ پر عطا ہو گی۔ جو حضرت ابراہیم کو اسمٰعیلی سلسلہ اور آنحضرت صلعم کے وجود باجود کے ظہور سے ملی۔ سو خدا کے فضل سے آج اس زمانہ تک امت کی دعا اور درُود کے پاک ثمرات ظہور میں آچکے۔ اور ایک طرف تیرھویں صدی تک ہر صدی کے سر پر مجدد بننا کی بعثت سے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے رُو سے اسحاقی سلسلہ کی برکت کا نمونہ ظاہر ہو گیا اور دوسری طرف اس چودھویں صدی کے سر پر سیدنا حضرت مسیح موعود و امام مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت سے وُہ دوسری برکت بھی ظاہر ہو گئی۔ جو اسماعیلی سلسلہ کی برکت کے نمونہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت سے ظہور میں آئی۔ اور جس طرح آپ کی بعثت اسرائیلی انبیاء کے بعد ظہور میں آئی۔ اور شان میں بھی اسرائیلی انبیاء کی برکات سے بڑھ چڑھ کر ظہور میں آئی۔ اسی طرح تیرھویں صدی تک کے مجددین جو اسرائیلی انبیاء کے نمونہ پر آئے۔ ان سے مسیح موعود علیہ السلام بوجہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے مظہر اکمل۔ اور بروز اتم ہونے کے پہلے کے سب مجددین سے افضل شان کے ساتھ ظہور فرما ہوئے اور جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں خاتم الانبیاء ہونے کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح آپ میں خاتم الاولیاء ہونے کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ پس آج اس زمانہ میں اہل اسلام کے لئے بیحد مسرت اور خوشی کا موقعہ ہے۔ کہ ان کا درُود پڑھنا بابرکت ثمرات اور مبارک نتائج کے ساتھ ظہور پذیر ہوا ؛

رسول کریمؐ کی نبوت کے برکات

اگرچہ صدیقیت۔ شہیدیت اور صالحیت کے مدارج کے لوگ بھی امت میں پیدا ہوئے۔ لیکن النبی کے لفظ میں جو یصلّون علے النبی کے ارشاد میں ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنی صدیقیت۔ شہیدیت۔ صالحیت اور اپنی مومنانہ شان کا جلوہ دکھاتے ہوئے جہاں بہت سے صدیق۔ شہید صالح اور مومن پیدا کئے۔ وہاں نبی بھی آپ کی اتباع سے آپ کی امت میں پیدا ہونے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آل محمدؐ کو النبی کے لفظ میں داخل کر کے کمالات نبوت میں بھی ظلّی طور پر شامل ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا۔۔

درُود شریف اور حضرت مسیح موعودؑ

درُود شریف جس کے الفاظ نماز میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس پر غور کرنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنے والے مسیح موعودؑ محمدی ہیں نہ کہ اسرائیلی۔ اور وُہ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لئے دُعا یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم کے برکات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور آلِ محمدؐ کو عطا ہوں۔ اور چونکہ مسیح اسرائیلی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے پہلے اور اسرائیلی نبیوں میں سے ہیں۔ اور آل ابراہیم میں سے۔ اس لئے درود شریف کی دُعا سے یہ مطلب ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل کی طرح ایک مسیح بھی دیا جائے۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو پہلے مسیح کی طرح کا ایک اور مسیح دیا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ وُہی پہلا مسیح آپ کو دیا جاتا ہے۔ اگر پہلا مسیح آئے۔ تو پھر کما کا حرف تشبیہ جو پہلے مسیح کے مشبہ کو چاہتا ہے۔ نہ کہ پہلے مسیح کے عین کو۔ وُہ اپنے مفاد کے لحاظ سے باطل ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مغائرت کا پایا جانا ضروری ہے۔ ورنہ تشبیہ کا فائدہ ہی کیا۔ پس حرف کما نے اپنے مفاد سے یہ ظاہر کر دیا کہ آنے والا مسیح موعود پہلا مسیح اور اسرائیلی مسیح نہیں۔ بلکہ اس کا مثیل۔ اور ایک دوسرا مسیح ہے۔ جو مسیح محمدی اور امت محمدیہ کا ایک فرد ہے جیسا کہ حدیث امامکم منکم اور حدیث علیکم سنتی اور آیت استخلاف یعنی وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ کے لفظ منکم اور کما میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نیابت اور خلافت کے لئے جو شخص متعین ہوگا۔ وُہ امت محمدیہ کا فرد ہوگا۔ اس صورت میں مسیح اسرائیلی جو قرآن اور حدیث اور واقعات تاریخیہ کے رُو سے فوت شُدہ ثابت ہیں۔ اگر زندہ بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے خلیفہ نہیں بن سکتے۔ اس لئے کہ قرآن اور حدیث اور درُود شریف کے الفاظ منکم اور کما اس امر کے لئے مانع ہیں۔ کہ ایسا مسیح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا خلیفہ بنے جو آپ کی امت سے نہ ہو ؛

مسیح موعُود میں شانِ محمدیّت کا جلوہ

درُود شریف کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور آل ابراہیم کی سب برکات کا مورد آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور آل آنحضرتؐ کو بنایا جانا ان معنوں میں ہے۔ کہ آپ آدمؑ سے لے کر مسیح تک سب انبیاء کے کمالات اور برکات کے مورد بنائے گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا وُہ کشف جس میں آپ نے بیت المقدس میں سب انبیاء کی امامت میں نماز ادا کی۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کی اتباع سے سب انبیاء کے کمالات منفرداً اور مجموعاً حاصل ہو سکتے ہیں ؛

چنانچہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ارشاد کے رُو سے آپ کے امت کے مجددین میں سے ہر ایک مجدد کسی نہ کسی نبی کے کمال کا وارث ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو مجدد اعظم ہیں۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء کی شان کے ساتھ سب انبیاء کے کمالات کے مجموعی طور پر وارث بنائے گئے۔ بلکہ اس لحاظ سے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بھی آل ابراہیم سے ہیں۔ مسیح موعود آل محمدؐ میں سے ہونے کی وجہ سے کما صلّیت اور کما بارکت علٰے ابراھیم و علٰے اٰل ابراھیم کے الفاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے کمالات اور برکات کے بھی ظلّی طور پر کامل وارث ہُوئے ؛

درُود شریف کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی وحی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو وحی درُود شریف کے متعلق نازل ہُوئی۔ وُہ یہ ہے۔ صلّ علٰے محمّد و اٰل محمّد۔ الصلوٰۃ ھو المربی انی رافعك الیّ۔ والقیت علیك محبۃ منّی یعنی محمدؐ اور آل محمدؐ پر درُود بھیج۔ درُود ہی تربیت کر کے ترقی اور کمال بخشنے والا ہے۔ میں تجھے بلند کرونگا اپنی طرف سے تجھے محبت کا خلعت پہناؤنگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ترجمہ خود فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر درُود بھیجنے سے انسان علیے ملکہ

موسیٰ کا مقام پا سکتا ہے۔ جس کا ثبوت میں تیرے وجود کو بناؤں گا (براہین احمدیہ صہ ۲۳۹)

پھر حقیقۃ الوحی کے صہ ۱۲۸ پر فرماتے ہیں :-

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا۔ کہ خدا تعالےٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بغیر وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (اس کی طرف وسیلہ طلب کرو) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا۔ کہ دو سقے یعنے ماشکی آئے۔ اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں۔ اور کہتے ہیں ھذا بما صلیت علی محمد یعنی یہ اس کی وجہ سے ہے۔ جو تم نے محمدؐ پر دُرود بھیجا ہے"

درود شریف کے برکات

درود شریف پڑھنے کے بہت سے فوائد ہیں۔ منجلہ دیگر فوائد کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ درود شریف کی دعا چونکہ قبول شدہ دعا ہے اس لئے اگر اپنی ذاتی دعا سے پہلے اور پیچھے اسے پڑھ لیا جائے تو یہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے معنوں میں قبولیت دعا کے لئے بہت بھاری ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ تمام نوع انسان کی شفقت کیوجہ سے ہر ایک انسان کی زندگی کے بہترین دینی و دنیوی مقاصد کے حصول کے خواہاں ہیں۔ اس لئے آپ ہی کے مقاصد میں اگر اپنے مقاصد کو بھی شامل کر کے درود شریف پڑھا جائے تو یہ امر بھی قبولیت دعا اور حصول مقاصد کے معنوں میں نہایت مفید ہے۔ کوئی مشکل امر جو حاصل نہ ہو سکتا ہو۔ درود شریف پڑھنے سے اس صورت میں حاصل اور حل ہو سکتا ہے۔ کہ درود شریف پڑھنے سے جو دس گنا ثواب جزا کے طور پر ملتا ہے۔ اس ثواب کو مشکل کے حل ہونے کی صورت میں جذب کیا جائے۔ اس طرح ضرور کامیابی حاصل ہوتی ہے ؛

قربِ الٰہی کا عجیب وغریب ذریعہ

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو معراج بھی قرار دیا ہے۔ اور درود شریف نماز کا جزو ہے۔ اس لئے درود شریف معراج کے معنوں میں قربِ الٰہی اور وصلِ الٰہی کے منازل تک پہنچا دینے کے لئے عجیب ذریعہ ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں پایا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج خدا تعالےٰ کے قرب اور وصل کے لحاظ سے اس مقام اور مرتبہ پر پہنچے۔ جہاں کے لئے فرمایا۔ کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ نبی مرسل ولا ملک مقرب یعنے خدا کی معیت اور حالت وصول کے لحاظ سے مجھے وہ وقت بھی میسر آ جاتا ہے۔ کہ میں معیت اور قرب اور وصلِ الٰہی کے اس بلند تر اور قریب تر مرتبہ پر ہوتا ہوں۔ جہاں نہ کوئی نبی مرسل پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کسی ملک مقرب کی رسائی ہے۔ بعض روایات میں ہے۔ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالےٰ کے حضور پہنچے۔ تو آپ نے فرمایا۔ التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات کہ ہر قسم کی قولی اور بدنی اور مالی قربانی خدا ہی کے لئے ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ فرمایا گیا۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ گویا سلام رحمت اور برکات ہر سہ امور خدا تعالےٰ کی طرف سے پیش کئے گئے ؛

اب ان الفاظ کے پڑھنے کا موقعہ نماز میں قعدہ اور تشہد ہے تشہد سے مرتبہ شہود کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ ہر ایک مومن نماز کے ذریعے جو معراج المومنین ہے۔ تشہد کی آخری منزل میں قرب اور وصل الٰہی کے مرتبہ کو حاصل کرنے والا ہے۔ چنانچہ مومن کا التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات کے الفاظ کو خدا کے حضور پیش کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظلیت میں آپ کی مظہریت اور فنافی الرسول کے مرتبہ کو حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ اصالۃً اور حقیقۃً آپ کا ہے۔ اور اس پر جو شخص بھی فائز ہوگا۔ ظلی اور بروزی طور پر ہی ہوگا۔ اور جب مومن السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے الفاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کرتا ہے۔ تو اس وقت یہ فنافی اللہ کی حیثیت میں خدا تعالےٰ کی ظلیت کی چادر میں کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔

پس درود شریف ان معنوں کے لحاظ سے نماز کی اصل حقیقت پر بہترین دلالت ہے۔ جو معراج کے معنوں پر اشتمال رکھتی ہے کیونکہ درود شریف سے فنافی الرسول اور فنافی اللہ اور اللہ اور رسول کی ظلیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے ؛ وھو المراد رزقنا اللہ ھذا المرام ؛

اسی طرح وہ سب مومن جو نماز کے معراج کی برکات سے متمتع ہوتے ہیں۔ وہ سب کے سب آل محمد میں داخل ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے سلام میں جو بالفاظ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پیش ہوا۔ آپ نے اسے اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصّٰلحین فرما کر اس سلام میں اپنی آل کو بھی جو عباد اللہ الصالحین ہیں۔ شامل فرما لیا۔ اور جیسے یصلون علی النبی کے ارشاد میں النبی کے لفظ کے نیچے محمدؐ اور آل محمدؐ کو پیش کیا۔ اسی طرح السلام علیک ایھا النبی الخ کے فقرہ میں لفظ نبی کے نیچے السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین فرما کر علینا کی ضمیر جمع متکلم جو مجرور واقع ہوئی ہے۔ اس سے عباد اللہ الصالحین کی شمولیت کی وضاحت فرما دی۔ کہ النبی اپنے سلسلہ نبوت کے استمداد کے لئے عباد اللہ الصالحین کے وجود کا بالضرور متقضی ہے تا نبی کی شخصی زندگی کے خاتمہ کے بعد آل نبی اور عباد اللہ الصالحین اس کی تعلیم اور امانت نبوت کے حامل پائے جائیں۔ سو جس طرح السلام علیک ایھا النبی الخ کے فقرہ کے بعد السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین فرما کر نبی کے ساتھ عباد اللہ الصالحین کا الحاق فرمایا۔ اسی طرح اللھم صل علی محمد اور اللھم بارک علیٰ محمد الخ میں وعلیٰ آل محمد کے الحاق کو پیش کیا۔ اور سلام کے الفاظ میں جنہیں عباد اللہ الصالحین کے وصف سے نامزد کیا۔ انہیں ہی صلوٰۃ والی عبارت میں آل محمدؐ کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ اس وضاحت اور الحاق سے آپ کی امید افزا بشارت نے بتا دیا۔ کہ جو کمالات قرب الٰہی اور وصل الٰہی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہیں۔ وہ سب کے سب ظلی طور پر آپ کی آل کو وراثتاً عطا ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ الصلوٰۃ معراج النبی نہیں فرمایا۔ بلکہ الصلوٰۃ معراج المومن فرمایا۔ کہ اس معراج میں ہر ایک مومن اپنے نبی کی اقتدار میں ظلی طور پر حصہ دار ہے ؛

ایّھا النبی کے خطاب میں ایک خاص نکتہ

یہ بات کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فوت ہو چکے ہیں۔ اور حاضر نہیں۔ پھر آپ کو التحیات میں بیٹھ کر ایھا النبی کے صیغہ مخاطب سے پکارنا کس وجہ سے ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ یہ خطاب شخصی حیثیت سے نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ السلام علیک یا محمد نہیں کہا جاتا۔ اور جہاں درود میں محمدؐ کا لفظ لایا گیا ہے۔ وہاں اللھم صلّ علی محمد وعلیٰ آل محمد کے الفاظ سے خطاب خدا تعالےٰ سے کیا ہے۔ اور محمدؐ اور آل محمدؐ کو صیغہ غائب کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ ایھا النبی کے صیغہ خطاب کو لانے سے یہ مدعا ہے۔ کہ مومن نماز کے آخری نتیجہ میں اور اس کے آخری حصہ میں روحانیت کے اس بلند تر مقام کو جس کے حصول کے لئے نماز کو معراج بتایا گیا۔ حاصل کر کے صرف شخصی حیثیت کے محمدؐ کو نہیں۔ بلکہ محمدؐ بشان نبوت کو اپنی ظلیت کے مرتبہ پر مشاہدہ کرے۔ اور انوار نبوت کو مشاہدہ کرتے ہوئے۔ النبی کو پردہ غائب میں نہیں۔ بلکہ مرتبہ شہود میں بانکشاف سر حقیقت وحقیقت سر نبوت مونہہ سے یہ کہے۔ کہ السلام علیک ایھا النبی ؛

پس یہ خطاب اور صیغہ مخاطب صرف قال کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ حال کے لحاظ سے بھی ہے۔ خدا تعالےٰ ہر مومن کو یہ مرتبہ عطا کرے ؛

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین

تربیت اطفال کے متعلق نبی کریمؐ کی اصولی تعلیم

از بیگم صاحبہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے قادیان

ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل نے مجھے تحریک فرمائی ہے۔ کہ میں اس سال کے خاتم النبیینؐ نمبر کے لئے کوئی مضمون لکھوں۔ میں ان کی بہت ممنون ہوں۔ لیکن آج کل چونکہ میری طبیعت کچھ علیل ہے۔ اس لئے افسوس ہے۔ کہ میں زیادہ نہیں لکھ سکتی۔ صرف نہایت مختصر طور پر مضمون مندرجہ عنوان کے متعلق ایک دو اصولی باتیں عرض کرنا چاہتی ہوں ؕ

بچوں کی تربیت کا سوال

بچوں کی تربیت کا سوال ایک نہایت اہم سوال ہے جس پر کسی قوم کی آئندہ ترقی کا بہت حد تک دارومدار ہوتا ہے۔ آج کے بچے کل کے بڑے بنتے ہیں۔ اور انہی کے کندھوں پر قوم و ملک کے کاموں کا بوجھ پڑتا ہے۔ اسی لئے جہاں اسلام نے ضروریات انسانی کے دوسرے اہم مسائل کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ وہاں اس مسئلہ کے متعلق بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی بابرکت تعلیم دی ہے۔ کہ اگر مسلمان اس پر کاربند ہوں۔ تو یقیناً ان کی ہر آئندہ نسل کا قدم گذشتہ نسل سے آگے ہے۔ اور وہ تنزل اور انحطاط کے خطرات سے محفوظ ہو جائیں۔

بچوں پر والدین کی حالت کا اثر

اس معاملہ میں سب سے پہلی اصولی تعلیم جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سارے بچے فطرت صحیحہ لیکر آتے ہیں۔ مگر والدین کے حالات اور گرد و پیش کے اثرات انہیں بعض اوقات غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ وینصرانہ یعنی ہر بچہ خدا کی طرف سے فطرت صحیحہ پر پیدا کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے والدین اسے کبھی یہودی بنا دیتے ہیں اور کبھی عیسائی۔ یعنی کبھی اس راستہ پر ڈال دیتے ہیں۔ اور کبھی اُس پر۔ اس اعلے تعلیم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ اصولی بات سکھائی ہے۔ کہ والدین کو یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ ان کے بچوں کے اخلاق وعادات پر ان کی اپنی حالت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ یہ خیال کرنا چاہئے۔ کہ خواہ وہ خود کسی حالت میں رہیں۔ ان کے بچے اچھے اخلاق واطوار کے وارث بن سکتے ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ والدین کے حالات حقیقی یا ظاہر طور پر ضرور ان کے بچوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ اور یہ اثر پیدائش سے بھی پہلے پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ طبی طور پر یہ ثابت ہے کہ بچہ درحقیقت اپنے والدین کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ جو قدرت کے بعض عجیب وغریب تصرفات کے نتیجہ میں بالآخر انسان کے جسم سے جُدا ہو کر ایک علیحدہ ہستی اختیار کر لیتا ہے۔ اس صورت میں یہ ناممکن ہے۔ کہ اسکی حالت والدین کے حالات سے متاثر نہ ہو۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض دوسرے اثرات کے نتیجہ میں یہ اثر کم ہو جائے۔ اور زیادہ نمایاں نہ ہو سکے۔ یا لوگوں کی ظاہری نظر سے مخفی رہے۔ مگر کوئی عقلمند اس اثر کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا۔ اب دیکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کتنا بڑا احسان ہے۔ کہ آپ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دے کر کہ والدین کے حالات سے بچہ ضرور متاثر ہوتا ہے مسلمانوں کو آئندہ نسلوں کی حفاظت کے لئے کس قدر ہوشیار کر دیا۔ اور یہ بات ان کے ذہن نشین فرما دی۔ کہ وہ اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کے فرائض سے کبھی بھی پورے طور پر سبکدوش نہیں سمجھے جا سکتے۔ جب تک کہ وہ اپنی حالت کو بھی بہتر نہ بنائیں ؕ

پیدائش کے وقت سے ہی تربیت کا خیال

دوسری اصولی تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کی تربیت کے متعلق یہ دی ہے۔ کہ یہ نہیں خیال کرنا چاہئے۔ کہ بچہ جب بڑا ہو جائے گا۔ تو پھر اس کی تربیت کا خیال کریں گے۔ بلکہ والدین کا فرض ہے۔ کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کی تربیت کا خیال شروع کر دیں۔ اس وقت گو بچہ بظاہر نہ کچھ سُنتا ہے۔ نہ بولتا ہے۔ اور نہ سمجھتا ہے۔ مگر مخفی طور پر وہ اپنی پیدائش کے ساتھ ہی اپنے گرد و پیش کے حالات سے اثر قبول کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور والدین کا فرض ہے۔ کہ اسی وقت سے اس کی تربیت شروع کر دیں۔ چنانچہ اس حالہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ والدین کو چاہئے۔ کہ جب کوئی بچہ پیدا ہو۔ تو سب سے پہلی آواز جو اس کے کان میں ڈالیں۔ وہ اذان کی آواز ہو۔ اذان کے الفاظ کو اس موقعہ کے لئے اس لئے چنا گیا ہے۔ کہ ان میں اسلام کا مکمل خلاصہ آجاتا ہے۔ گویا مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی اسے یہ سنا دیں۔ کہ تو اگر دُنیا میں ترقی اور فلاح چاہتا ہے۔ تو تیرے لئے یہ راستہ ہے ؕ

گہری صداقت پر مبنی تعلیم

بظاہر یہ تعلیم کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔ اور انسان خیال کرتا ہے۔ کہ ایک ابھی ابھی پیدا ہونے والے بچے کے کان میں اس آواز کے ڈالنے کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ جب کہ وہ ان الفاظ کے مفہوم اور حقیقت کو سمجھتا تک نہیں۔ بلکہ شائد وہ ابھی کسی آواز کے سننے تک کا ملکہ نہیں رکھتا۔ مگر حقیقت تک پہنچنے والے لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ تعلیم ایک نہایت گہری صداقت پر مبنی ہے۔ بچہ خواہ بظاہر سنے یا نہ سنے سمجھے یا نہ سمجھے۔ مگر قدرت کے مخفی اثرات کے ماتحت وہ ان الفاظ سے ایک گہرا اثر قبول کرتا ہے۔ دوسرا بڑا فائدہ اس تعلیم میں یہ مدنظر ہے۔ کہ والدین کو یہ بات سمجھائی جائے۔ کہ بچہ کی تربیت کے لئے اس کے بڑے ہونے کا انتظار کرنا ایک خطرناک رستہ ہے۔ بلکہ تربیت کا کام پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہو جانا چاہئے۔ اس تعلیم کی صداقت میں کئی تلخ مثالیں پیش کیجا سکتی ہیں۔ جبکہ والدین نے بچہ کی تربیت میں اس کے بڑے ہو جانے کا انتظار کیا۔ مگر اس عرصہ میں بچہ کی عادات ایک غلط راستہ پر پڑ کر ہمیشہ کیلئے خراب ہوگئیں۔ ایسے بچوں کی خرابی کی اصل ذمہ داری ان کے والدین پر ہوتی ہے۔ جو اپنی اولاد کو بھی تباہ کرتے ہیں۔ اور خود بھی خدا اور اس کے رسول کے حکم کو رد کر کے اپنی تباہی کا بیج بوتے ہیں۔

تمام والدین اپنا فرض پہچانیں

تربیت اطفال کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بھی بہت سی گراں قیمت نصائح فرمائی ہیں۔ اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق تو آپ نے خصوصیت کے ساتھ بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ لڑکیوں نے بڑے ہو کر قوم کی آئندہ نسل کی مائیں بننا ہوتا ہے۔ جنکی گود میں قوم کے نونہال پرورش پاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ میں اپنی علالت طبع کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتی۔ خدا کرے کہ ہمارے مرد اور ہماری عورتیں اس معاملے میں اپنے فرائض کو پہچانیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک اور بابرکت تعلیم پر عمل پیرا ہو کر قوم کو اس ترقی کے راستے پر ڈالیں۔ جس پر چلنے والوں کے لئے خدا کی طرف سے یہ مقدر ہے۔ کہ ان کا ہر قدم پچھلے قدم سے آگے ہوگا۔ آمین۔ اللھم آمین ؕ

غزل نعتیہ

از جناب لچھمی نارائن صاحب تمنا۔ ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جے پور (راجپوتانہ)

مداح خاص ہوں میں اُس شاہِ دوسرا کا — جو کُن کی ہے حقیقت ممدوح خود خدا کا
روزِ جزا یہ آخر عقدہ کھلا جزا کا — دیدار تھا خدا کا۔ دیدار مصطفےٰ کا
بزمِ جہاں کی رونق ہے ایک عکس رنگیں — محبوبِ کبریا کی رنگینیٔ ادا کا
نورِ ازل پہ چھایا کیا رنگ عشق بنکر — اعجازِ اولیں ہے کیا حُسن مصطفےٰ کا
اس عشق اور بقا کو ہم ایک جانتے ہیں — عشاق کو نبیؐ کے کھٹکا نہیں فنا کا
وصفِ نبی میں پیدا ہے حمد کبریا کی — حمدِ خدا میں پنہاں ہے وصف مصطفےٰ کا
اخلاقِ احمدی نے مصداق کر دیا ہے — عثمانؓ کو حیا کا۔ صدیقؓ کو وفا کا
نورِ نبیؐ کو سجدے پیشِ خدا کرینگے — دُنیا ہے ایک عالم صد قید نارسا کا
کافر ہے مومنوں میں۔ مومن ہے کافروں میں — عشقِ نبیؐ میں یارب کیا حال ہے تمنا کا

قدوسیت کا مظہر اتم

از مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل سابق مبلغ بلاد عربیہ

صفات الٰہیہ کے مظاہر

انبیاء علیہم السلام۔ خدائے قدوس کی صفات عالیہ کا مظہر اتم اور بروزِ کامل ہوتے ہیں۔ اور اس کی مبارک اور بے عیب ہستی پر دلیل قاطع اور برہانِ ساطع کا حکم رکھتے ہیں۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ وقتاً فوقتاً ان کے ذریعہ اپنی صفاتِ عالیہ کا مختلف رنگ میں اظہار کرتا ہے۔ اور ہر زمانہ میں اپنی قدرتِ کاملہ کے درخشاں مناظر اور عدیم المثال کرشمے دکھاتا ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ اس مظہر کی موید ایک ذات واحد ہے۔ جو ہر وقت اس کی نصرت کرتی اور اُسے دشمنوں کے حملوں سے بچاتی ہے۔ زادگان طاغوت اور پرستارانِ باطل اپنی تمام قہرمانی طاقتوں اور شیطانی لشکروں کے ساتھ اس پاک وجود پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اس کا اور اس کے قلیل الانفاس اتباع کا تیا پانچا کر دیں۔ لیکن ربِ کعبہ کے زور آور حملے دیکھتے دیکھتے ان دشمنوں کا نام و نشان حرف غلط کی طرح صفحۂ گیتی سے مٹا دیتے ہیں۔ اور کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا بالامس کی ایک عبرتناک مثال دنیا میں قائم ہو جاتی ہے۔

حضرت موسےٰؑ کے مقابلہ میں فرعون کی تباہی

خدا کے پاک نبی حضرت موسےٰؑ اور فرعون کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔ کہ خدا کے اس پاک مظہر کے مقابلہ میں فرعون کس طرح اپنے تمام لاؤ لشکر سمیت آنِ واحد میں غرق آب ہو گیا۔ اور اس کا وہ جاہ و جلال اور کرّ و فر جس کے برتے پر وہ زمین و آسمان کا خدا بنا بیٹھا تھا۔ اسے ہلاکت سے نہ بچا سکا۔ اور اس خالقِ کون و مکان خدا نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ذریعہ اپنی صفتِ کبریائی و قہاری کا جلال آفرین مظاہرہ کیا۔

بعثت رسول کریمؐ

اسی طرح آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل مکہ کی اجاڑ اور بے آب و گیاہ وادی میں خدا کا سب سے برتر اور بزرگ نبی یعنی پیکر معصومیت حضرت محمد رسول اللہ علیہ و آلہ اَطْیَبُ التَّحِیَّۃ والسَّلام مبعوث ہوا۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل طور پر ظاہر ہوئیں۔

معصومیت کا دعوےٰ

اللہ تعالےٰ کی صفات میں سے ایک صفتِ قدوسیت ہے یعنی وہ تمام عیبوں سے پاک اور منزّہ ہے۔ اس کی اس صفت کا ظہور بھی انبیاء کے ذریعہ مختلف اوقات میں ہوتا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحدی کے ساتھ اپنے تمام مخالفوں کے سامنے دعویٰ کیا۔ کہ میں گناہوں سے پاک اور معصوم ہوں۔ تم مجھ میں کوئی عیب نہیں نکال سکتے۔ حضورؐ نے للکار کر فرمایا۔ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون۔ میں تمہارے درمیان اپنی عمر کا بیشتر حصہ گذار چکا ہوں۔ جب پہلے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو اب خدا پر کس طرح افتراء کر سکتا ہوں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ یعنی پہلے تم خود مجھے پاکباز۔ صدوق اور امین کے القاب سے ملقب کرتے رہے ہو۔ پس کیا تم میں کوئی ہے۔ جو میری سوانح زندگی پر حرف گیری کر سکے؟ تواریخ شاہد ہے۔ کہ حضور کے اس پُر جلال چیلنج کا کسی نے جواب نہ دیا۔ اور سب نے اپنے عجز آفرین سکوت سے ثابت کر دیا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی پاک باز تمام عیبوں سے پاک۔ معصوم اور صادق و مصدوق نبی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مخالفین کا اعتراض

لیکن تاریکی کے فرزندوں نے اس پیکر معصومیت اور مجسمۂ طہارت پر بھی قسم قسم کے اعتراضات کئے تھے کہ قرآن شریف کی ایک آیت سے بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت پر دال ہے۔ استدلال کیا۔ کہ معاذ اللہ آپ گنہگار ہیں۔ وہ آیت یہ ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَیَهْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّیَنْصُرَکَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا۔

مدلل جواب

تیرہ باطن معترضین کہتے ہیں۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور فتح مبین کی یہ غرض بتائی گئی ہے۔ کہ تا آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کئے جائیں۔ اگر نادان معترض اس آیت کے الفاظ پر غور کرتے اور ذرا تحقیق و تعمق سے کام لیتے۔ تو ان کے استدلال کا سُقم ان پر بالکل واضح ہو جاتا۔ کیونکہ ان کے نامعقول استدلال کی رُو سے آیت کے یہ معنے بنتے ہیں۔ کہ ہم نے تجھے فتح مبین دی۔ کیونکہ تو گنہگار تھا۔ (معاذ اللہ)۔ حالانکہ فتح مبین گناہ کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اتمام نعمت اور نصرت گناہ کے نتیجہ میں ہوا کرتی ہے۔ بلکہ نصرت الٰہی حاصل کرنے کا طریق قرآن نے یہ بتایا ہے۔ کہ ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم الخ۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو۔ اور نیک اعمال بجا لاؤ۔ تو اللہ تمہاری مدد کریگا۔

قرآن میں رسول کریمؐ کی معصومیت کا ذکر

قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور گناہوں سے پاک ہونے کا اظہار کئی آیات میں کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العٰلمین کہ میری عبادت میری قربانیاں۔ میری زندگی۔ اور میری موت سب اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ اسی طرح فرمایا۔ والذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابًا مھینا۔ کہ جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان کے لئے عذاب مہین ہے۔ اور دنیا اور آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ پھر آگے فرمایا۔ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا۔ کہ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے الزامات لگا کر ایذا دیتے ہیں جن کا انہوں نے ارتکاب نہیں کیا۔ وہ بہتان باندھنے اور بڑا گناہ کرنے والے ہیں۔ ان آیات سے صاف واضح ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کا عیب اور الزام لگانا ناممکن ہے۔ اور آپ پر کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن نے رسول کا ذکر کرتے ہوئے بغیر ما اکتسب کی قید نہیں لگائی۔ اور جہاں مومنوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں بغیر ما اکتسبوا کہا ہے۔ چونکہ مومنوں سے گناہ کا صدور ممکن تھا۔ اس لئے بغیر ما اکتسبوا کی قید لگا دی۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الم یجدک یتیما فاوی۔ کہ آپؐ یتیم ہونے کی حالت میں ہی خدا کی پناہ اور اس کی حفاظت میں آ گئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ جو خدا کی حفاظت میں ہو۔ وہ بالکل معصوم ہوگا۔ اور اس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہو سکتا۔

آیت کے صحیح معنے

اب لیجئے قرآن مجید کی وہ مشہور آیت جس پر نادان مخالفین نے اپنے استدلال کی بنیاد رکھی ہے۔ اس آیت انا فتحنا لک فتحا مبینا الخ کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ ہم نے تجھے فتح مبین دی۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ڈھانپ دے اور مٹا دے تمام وہ گناہ جو کافر تیری طرف منسوب کرتے ہیں۔ یا آئندہ کرینگے۔ اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے۔ اور صراط مستقیم پر تجھے قائم رکھے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ فتح مکہ کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ کفار جو تجھے مفتری اور کاذب کہکر افترا اور کذب جیسے گناہ تیری طرف منسوب کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد ان باتوں سے وہ رک جائیں گے۔ اور تیری صداقت اُن پر واضح ہو جائے گی چنانچہ اکثر قبائل عرب نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ اُتْرُکُوْہُ وَقَوْمَہٗ فَاِنْ ظَھَرَ

علیهم فانّہ نبیّ- کہ اسے اور اس کی قوم کو آپس میں لڑنے دو- اگر یہ ان پر غالب آ گیا- تو ضرور نبی ہے- پس لوگ اسی انتظار میں تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم پر غالب آتے ہیں- یا مغلوب ہو جاتے ہیں- سو فتح مکہ کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو قریش پر غلبہ عطا فرمایا- جس کی وجہ سے تمام قبائل اور عرب کے لوگ آپؐ کی صداقت کے قائل ہو گئے- اور جو گناہ (افتراء علی اللہ اور جھوٹ) آپؐ کی طرف منسُوب کئے جاتے تھے- وُہ سب فتح مبین سے دُور ہو گئے- لوگوں کی حجتیں باطل ہو گئیں- شبہات دلوں سے اُٹھ گئے- اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا چمکتا ہوا نشان دُنیا نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا

دوسرا امر- اتمام نعمت بتایا- کہ جسمانی اور روحانی دونوں طرح اللہ تعالےٰ کی نعمت کا اتمام ہو گا- اور تیسری بات یہ فرمائی- کہ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی ایک نئے رنگ میں تجلی دکھائیگا- کہ گروہ در گروہ لوگ اسلام میں داخل ہونگے- اور ان پر اچھی طرح روشن ہو جائے گا- کہ واقعی آپؐ صراط مستقیم پر ہیں- چوتھی بات یہ بتائی- کہ خدا تعالےٰ تمہاری غالب مدد کریگا-

ایک اور آیت

اس امر کی مزید تائید اور وضاحت کے لئے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر الخ کے صحیح معنے وہی ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں- میں ایک دوسری آیت پیش کرتا ہوں- اللہ تعالےٰ فرماتا ہے- ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام و حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ الا الذین ظلموا منھم فلا تخشوھم واخشونی ولاُتم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون یعنی اے رسول جس مقام سے بھی تو لڑائی کے لئے نکلے- تیرا اس سے اصل مقصود یہی ہو کہ مسجد حرام کو فتح کرنا ہے- اور اے مومنو! جہاں کہیں بھی تم ہو- تمہارے مدنظر یہی ہو- اور ہر وقت اپنی توجہ اسی طرف رکھو- کہ مکہ فتح ہو جائے- آگے فتح مکہ سے جو نتائج نکلنے والے تھے- ان کا ذکر کیا ہے- فرمایا- ایک فائدہ یہ ہو گا- کہ لوگوں کے لئے تم پر کوئی حجت یا اعتراض باقی نہ رہے گا- ہاں جو لوگ ظالم اور بے انصاف ہیں- وُہ بکواس کرتے رہیں گے- لیکن ان کو کوئی وقعت حاصل نہ ہو گی تم ان کی ژاژخائی اور فتنہ انگیزی سے مت ڈرو- صرف میری بے نیازی سے خوف کرو-

فتح مکّہ کا نتیجہ

پس ان دونوں آیتوں کا ایک ہی مطلب ہے- یعنی پہلی آیت میں فرمایا- (۱) لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر- کہ فتح مکہ سے ایک غرض یہ ہے- کہ لوگ افتراء علی اللہ کا گناہ جو تیری طرف منسوب کرتے ہیں- اس کا دفعیہ ہو جائے- اور اُن کا یہ اعتراض کہ تو مفتری ہے- باطل ہو جائے- دوسری غرض ویتم نعمتہ علیک کہ اللہ تجھ پر اپنی نعمت کا اتمام کرے- اور تجھے ہر طرف سے خدا کی نصرت پہونچے- تاکہ تیرا صادق ہونا ظاہر ہو جائے- کیونکہ جھوٹے اور مفتری خائب وخاسر اور اپنے مقصد میں ناکام ہوتے ہیں- ان کو ہر قسم کی نعمتیں حاصل نہیں ہوتیں- تیسری بات ویھدیک صراطا مستقیما فرمائی- یعنی لوگوں کو معلوم ہو جائیگا- کہ تو سیدھے راستہ پر ہے اور خدا نے تجھے صحیح راستہ پر قائم کیا ہے- یہی تین باتیں جو فتح مکہ سے حاصل ہوئیں- اس آیت میں بتائی ہیں- اول یہ کہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ- لوگوں کا کوئی اس قسم کا اعتراض اور حجت کہ آپؐ مفتری ہیں- باقی نہ رہے- اور ان کا ناطقہ بند ہو جائے- دوسری بات ولاتم نعمتی علیکم کہ اللہ تعالےٰ تم پر اپنی نعمت کا اتمام کرے- اور تمہیں دنیوی شوکت وحشمت اور دینی رعب عطا کرے- تاکہ تمہیں اہل مکہ ذلیل وحقیر نہ سمجھیں- تیسری بات یہ کہ ولعلکم تھتدون- تم ہر بات میں سیدھی راہ پر رہو- اور لوگوں کو پتہ لگ جائے- کہ تم صراط مستقیم پر ہو-

پس ما تقدم من ذنبک کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں لئلا یکون للناس علیکم حجۃ- رکھا ہے- جو اس بات کی صاف دلیل ہے- کہ من ذنبک سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی گناہ نہیں- بلکہ اس سے وُہ گناہ مراد ہیں- جو بطور اعتراض آپؐ پر کئے جاتے تھے- یعنی افتراء اور تقوّل علی اللہ وغیرہ جو فتح مکہ کے ذریعہ دُور ہو گئے- اور آپؐ کی سچائی تمام لوگوں پر ظاہر ہو گئی- اور تمام حجاز آپؐ کی قدوسیت اور طہارت ومعصومیّت کا قائل ہو گیا- کہ آپؐ واقعی اللہ تعالےٰ کے سچے رسُول ہیں- مفتری اور جھوٹے نہیں- اور آپؐ کی قوم قریش نے فتح مکہ کے بعد علی الاعلان اعتراف کیا- اور کہا- کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا نے تجھے ہم پر فضیلت دی ہے- ہم بے شک گنہگار اور غلطی پر تھے- جو ہم نے افتراء کا گناہ تیری طرف منسُوب کیا- اور تجھے جھوٹا کہا- حضور نے یوسفی شان دکھلاتے ہُوئے سب کو معاف کر دیا اور فرمایا- لاتثریب علیکم الیوم- کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں- جاؤ میں تمہیں معاف کرتا ہوں- اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں- کہ وُہ تمہیں بخش دے- اور وہ ارحم الراحمین ہے-

اللھم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد وبارک وسلم

مومن کی صفت

صہیبؓ سے روایت ہے- کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے تمام کام عجیب ہوتے ہیں- اور یہ امر صرف مومن ہی کو حاصل ہے- کہ اگر اس کو آرام پہنچے- تو شکر کرتا ہے جس کے نتیجہ میں خیر ہی خیر ہے- اور اگر مصیبت پہونچے- تو صبر کرتا ہے- اور اس کا نتیجہ بھی بھلا ہی بھلا ہے (مسلم)

حبیبِ باری

(از سید ابو الحسن صاحب قدسی ابن حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید)

اے حبیبِ حضرتِ باری دل وجانِ شما
ہست برتر از ہمہ بعد از خدا شانِ شما

زینت وزیبِ چمن از چہرۂ زیبائے تو
رونقِ دُنیا وُ دیں از رُوئے تابانِ شما

از شعاعِ رُوئے تو بارانِ آبِ زندگی
مشعلِ راہِ ہُدےٰ نورِ نمایانِ شما

در فضائے اوجِ جاہت شد ہمائے عقل گم
آسماں را کے بود نسبت با ایوانِ شما

شد سُلیماں تابعِ مُہرِ تو پس نبود عجب
گر سلیمانی کند کس زیرِ فرمانِ شما

کس ز طوفانِ بلا ہرگز نخواہد شد خلاص
جز کسے کو دست زد محکم بدامانِ شما

رفت موسےٰ و عصائے خویش را با تو سپرد
صد مسیحا ہمچو طفلاں در گریبانِ شما

ختم شد بر تو کمال وخوبی وحسن وجمال
شوخیٔ خوباں ہمہ قربانِ یک آنِ شما

اے طبیبِ جاں خدا را حالِ بیماراں بپرس
زانکہ ہست آخر شفائے شاں ز درمانِ شما

از قدِ دلجوئے تاں باشد قرارِ جان ودل
وز خمارِ چشمِ تاں ہستند مستانِ شما

جز رُخت چیزے دگر کے باعثِ درماں شود
پیچ وتابِ عاشقاں از زلفِ پیچانِ شما

از ملاحت شور برپا کردہ حُسنت ہر طرف
یوسفِ مصری غلامِ حُسن واحسانِ شما

نافۂ مشکِ ختن شُد غالیہ سائے دماغ
چوں شمید آں بوئے خاکِ عنبر افشانِ شما

دلبرانِ بیوفا را وعدہ کے باشد درست
آفریں صد آفریں بر عہد وپیمانِ شما

میفزاید حیرتم چوں عہدِ تو آرم بیاد
گر فشانم جاں دریں رہ نیست شایانِ شما

در حُضورت میکند دل عرضِ شوق خود چنیں
کاے خنہِ ما با چشمِ ما و پائے دربانِ شما

قوتِ قُدسی بجنبش آمد و مدحے نوشت
تا بود یادِ شما یادِ ثنا خوانِ شما

خدا تعالےٰ نے ابتدائے تخلیق آدم سے مختلف قوموں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے پے بہ پے اپنے رسول بھیجے جنہوں نے مخلوق خداوندی کو جادۂ استقامت پر چلایا۔ اور ان کے روحانی ارتقار ترقی و بہبودی کے لئے حسب ضرورت خدا تعالےٰ سے ہدایت پاکر سامان مہیا کئے۔ لیکن جب مخلوق خدا ایک طرف ارتقار ذہنی کے بلند ترین مقام پر پہنچ گئی۔ اور دوسری طرف کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی کی گھنگھور گھٹائیں دنیائے روحانیت پر امڈ آئیں۔ اور مطلع توحید مکدر ہو گیا۔ تو فاران کی چوٹیوں پر سے شمس منیر طلوع ہوا۔ جس کی ظلمت پاش ضیا باری سے عالم روحانیت بقعۂ نور بن گیا۔ اور اس کی چکاچوند روشنی نے افواج باطل کی آنکھوں کو خیرہ کر کے ان کو ظلم و تشدد کے پردہ میں مونہہ چھپانے پر مجبور کر دیا:

مگر عرب کا یہ عظیم الشان نبی رحمۃ للعالمین بن کر تمام دنیا پر ابر رحمت کی طرح چھا گیا۔ اور اپنی بے انداز قوت قدسی کے ساتھ کروڑوں اور اربوں انسانوں کو نہ صرف یہ کہ حالتِ حیوانی سے نکال کر انسان بنا دیا۔ بلکہ انسان کو با خدا انسان بنا دیا: صلے اللہ علیہ وآلہ

حضرت موسیٰ و عیسےٰ علیہما السلام میں معجزات کی کمی نہ تھی۔ ان کے صادق اور راستباز ہونے کے خلاف بھی کوئی قابل اعتنار امر پیش نہ کیا جا سکتا تھا مگر باوجود اس کے ان کی جماعتوں کا ہر مشکل اور ہمت طلب موقع پر کمزوری دکھانا اور ہر ابتلار میں ان کے پایۂ استقلال و استقامت کا مضمحل ہو جانا ظاہر ہے۔ اور یہ مبرہن حقیقت ہے۔ کہ جن امور میں نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو دوسرے تمام انبیاء پر فضیلت تھی۔ ان میں سے اہم ترین آپ کی قوت قدسی کا کمال بھی ہے۔

کوہ سینا سے آکر فاران کی چوٹیوں پر سے تمام دنیا پر جلوہ گر ہونے والا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ دہنے ہاتھ میں آتشی شریعت لے کر آنے والا[۱] مظہر خدا میرا آقا عرب[۲] کا محمد تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ خدا کا یہ عظیم الشان نبی فطرت انسانی کو ایک دفعہ پھر الست بربکم؟ کے جواب میں قالوا بلیٰ کا سبق پڑھانے اور راہ گم کردہ مخلوق کا ہادی کامل بن کر منزل مقصود پر پہنچانے آیا تھا۔ بلکہ نسل آدم کو حقیقی معنوں میں انسان بنانے آیا تھا:

اس سے پہلے بھی خدا تعالےٰ کے ہزاروں انبیاء آئے۔ انہوں نے اپنی طاقتوں اور استعدادوں کے مطابق دنیا میں انقلابات پیدا کئے۔ رذیل قوموں کو اعزاز بخشا۔ اور توحید خداوندی کے تریاق کو کفر و شرک کے زہر کے اثرات زائل کرنے کے لئے پیش کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ نشر توحید کے لئے ان کی شبانہ روز کوششیں عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوئیں مگر انہوں نے ایک محدود دائرہ کے اندر اپنے فرض منصبی کو سرانجام دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل شراب کو جس کثرت اور شدت کے ساتھ استعمال کیا جاتا تھا۔ بلکہ کثرت استعمال کو فخریہ بغرض اثبات فضیلت پیش کیا جاتا تھا۔ اس پر حفص بن الاحنف الکندی کا مندرجہ ذیل شعر گواہ ہے۔ شاعر مذکور اپنے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے

لا تنفری یا ناق منه فانه - شریب خمر مسعر لحروب

کہ اے ناقہ! تو ربیعہ ابن مکدم سے مت جھجک کیونکہ وہ بہت زیادہ شراب پینے پلانے والا اور لڑائی کی آگ کو بھڑکانے والا ہے:

غرضیکہ اہل دنیا کے لئے عموماً اور اہل عرب کے لئے خصوصاً شراب جزو زندگی بن چکی تھی۔ اور اس کا ترک کرانا ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس عظیم الشان کام کا سرانجام دینا ہمارے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حصہ تھا۔ آپ کی طرف سے ایک ہی آواز بلند ہوئی۔ کہ حرمت الخمر یعنی شراب حرام کر دی گئی۔ اس پر شراب کے مٹکے توڑ دئے گئے۔ شراب کے بھرے ہوئے جام لنڈھا دئے گئے۔ اور ہمیشہ کے لئے شراب پینے پلانے کا تذکرہ گلدستۂ طاق نسیاں ہو کر رہ گیا۔ (بخاری کتاب التفسیر جلد ۳ ص۸۷ مصری)

آج حکومتیں اپنے قانون اور بے پناہ طاقت کی مشین کو شراب نوشی کے انسداد کے لئے حرکت دیتی ہیں۔ شراب پینے پلانے والے کے لئے سخت تر سزائیں تجویز کرتی ہیں۔ مگر کامیاب نہیں ہوتیں۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ بجائے شراب نوشی کا انسداد ہونے کے گھر گھر شراب کشید ہونے لگتی ہے۔ اور ناجائز طور پر حدود ملک میں داخل کی جاتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو کام محمد عربی صلعم کی قوت قدسی نے زبان کی ایک ہی جنبش سے لمحہ بھر میں کر دیا۔ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حکومت کے لئے ممکن نہیں۔ کہ اپنے بے انداز ساز و سامان اور غیر محدود اقتدار و ذرائع حکومت کے باوجود اسے کر سکے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جس قعر ذلت سے نکالا تھا۔ اس کا نقشہ خدا تعالیٰ نے یسومونکم سوء العذاب کی تشریح میں یذبحون ابنائکم ویستحیون نسائکم کے جامع الفاظ میں کھینچا ہے۔ مگر ان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد پر ایک گائے ذبح کرنے پر لیت و لعل کرنا۔ اور عجیب طرح کی حیلہ جوئی سے خدا تعالےٰ کے حکم کو ٹالنا وفور محبت اور جذبۂ اطاعت پر دلالت نہیں کرتا۔ پھر ارض مقدسہ میں داخل ہونے کے حکم پر ان کا اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون کا ٹکا سا جواب دے دینا۔ کہ اے موسیٰ تو اور تیرا رب دشمنوں سے جا کر لڑتے پھرو۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ اصحاب موسیٰ کے ایمان باللہ و توکل علی اللہ کو کامل طور پر آشکار کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسٰے کے حواریوں کا ان کے ساتھ بے وفائی کرنا۔ قدم قدم پر ٹھوکر کھانا اور بزدلی دکھانا ایسی باتیں ہیں جو بالکل ظاہر ہیں:

لیکن عرب کا رسول وہ مزکی اعظم تھا جس نے اپنی قوت قدسی کے طفیل ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اپنی شمع تقدس کا پروانہ بنا لیا۔ جو اس کی ایک ہی جنبش لب پر دنیا کی عزیز سے عزیز اور محبوب سے محبوب چیز قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے خدا کے اس برگزیدہ نبی کی صداقت کے معجزات اور نشانات دیکھے اس کے ساتھ خدا کی تائید و نصرت کو انہوں نے بارہا مشاہدہ کیا۔ پھر اس کی صداقت شعاری۔ راست گفتاری۔ اس کا توکل علی اللہ و تبتل الی اللہ اس کا حسن ظاہری و باطنی ان کے لئے قابل تقلید اسوۂ حسنہ تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ دنیا کی بڑی سے بڑی مادی طاقت بھی ان کو جادۂ استقامت سے منحرف نہ کر سکی تھی۔ ان کا رشتۂ محبت خدائے استوار ہو چکا تھا۔ وہ دنیوی تکالیف مصائب شدائد سے بڑھ بڑھ کر راہ حق میں اسی کی محبت میں مارے جانے کو وصال الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ اپنے کام سے مطمئن منزل مقصود کی طرف شاداں و فرحاں قدم بڑھائے چلے جاتے تھے۔ اور دنیا میں خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے سوا ان کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ انہوں نے خدا کے نبی کے ساتھ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے صحابہ کا سا سلوک نہ کیا۔ بلکہ اپنی وفاداری اور کامل محبت کا ثبوت یہ کہکر دیا لا نقول کما قال اصحاب موسیٰ اذهب انت وربك فقاتلا ولكنا نقاتل عن يمينك وعن شمالك وبين يديك وخلفك (بخاری کتاب المغازی جلد ۳ ص۳ مصری) کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ کو اصحاب موسیٰ کی طرح یہ نہیں کہینگے۔ کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑو۔ بلکہ ہم آپ کے دائیں اور آپ کے بائیں۔ اور آپ کے آگے اور آپ کے پیچھے لڑیں گے یہاں تک کہ

---

[۱] استثنا ۲/۳۳ [۲] گلتیوں ۴/۱۴

آپ کے اشارہ پر ہم اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دیں گے۔ اور دشمن آپ کا بال بیکا نہ کر سکے گا۔ جب تک کہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ آئے۔ پس اے محسن دشمن سے معاملہ کیجئے آپ ہم آپکے ساتھ ہیں۔ غرضیکہ یہ وہ قوت قدسی تھی۔ جس نے عرب کی مردہ قوم میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔

جنگ حنین کے موقعہ پر مسلمانوں کے تمام بکھرے ہوئے لشکر کو ؎

انا النبی لا کذب ۔ انا ابن عبد المطلب

کی باطل شکن آواز کے ساتھ مجتمع کر دینا۔ اور تمام بھاگتے ہوئے انصار کا "اے انصار خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے" کی آواز پر پروانوں کی طرح جمع ہو جانا یہ آنحضرت صلعم کی بے عدیل قوت جاذبہ پر برہان قاطع ہے۔ یہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ کا ہی کمال تھا کہ ایسا ناممکن الوقوع کام ایک ہی جنبش لب سے انجام پذیر ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے فرمایا لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم کہ اے نبی عربی اگر آپ تمام دنیا کے خزانے اس غرض کے حصول کے لئے خرچ کر دیتے۔ کہ کسی طرح لوگوں کے دلوں میں محبت و مودت پیدا ہو جائے تو پھر بھی یہ ممکن نہ تھا۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ اس نے یہ محبت اور عشق مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ آنحضرت صلعم ہی کی قوت قدسیہ کا نتیجہ تھا کہ ابو سفیان جب اسلام لانے سے قبل بطور سفیر مدینہ میں آیا۔ اور آپکے گھر میں آپ کے جائے نماز پر بیٹھنے لگا۔ تو اس کی بیٹی حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ نے اس کے نیچے سے جائے نماز یہ کہہ کر نکال لیا۔ کہ یہ خدا کے مقدس رسول کا مصلےٰ ہے اس پر ایک مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو ؛

حضرت بلالؓ، خبیبؓ، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم وغیرہ غلام جن کو رسوم جاہلیت کی بناء پر ذلیل ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی نے ان کو دنیا کی معزز ترین ہستیوں میں شامل کر دیا۔ آج کروڑوں انسان دنیا میں موجود ہیں۔ جو ان لوگوں کی غلامی کو اپنے لئے باعث صد افتخار خیال کرتے ہیں۔ حضرت اسامہؓ جو غلام زادہ تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے جنگ پر جا رہے تھے۔ تو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ان کو الوداع کرنے کی غرض سے ان کے گھوڑے کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ اور حضرت اسامہ کے متواتر اصرار کے باوجود سوار نہ ہوا۔ تاکہ دنیا کل سے اس بات کا اعلان کرے۔ کہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسی نے جاہلیت کی تمام رسوم کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ اسلام میں نہ کوئی غلام ہے نہ آقا۔ نہ کوئی عربی ہے نہ کوئی عجمی۔ آج اسلامی دنیا میں معیار عزت کسی بڑے خاندان کے ساتھ متعلق ہونا نہیں۔ بلکہ وہ شخص جو خدا اور اس کے رسول کی نظروں میں اپنے تقویٰ کی وجہ سے معزز ہے۔ وہی ہر مسلمان کے لئے قابل تعظیم اور حق بل تقلید ہے ؎

سب ایک ہیں برہمن و شودر سیاہ و سپید۔ اسلام میں تمیز نہیں ذات پات کی

آنحضرت صلعم ہی کی قوت قدسی تھی حضرت ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم جیسے باخدا انسان۔ خالد دمشقی۔ موسیٰ و طارق جیسے سپہ سالار و فتح نصیب جرنیل اور ہزاروں اولیاء و صلحاء پیدا کئے۔ اور ایک وہ بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کے نتیجہ میں خدا کی طرف سے انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق کے مقام پر فائز کیا گیا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عیسائی دنیا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات

از جناب مفتی محمد صادق صاحب سابق مبلغ یورپ و امریکہ

حضرت رحمۃ للعالمین خاتم النبیینؐ کے احسانات ساری دنیا پر عام ہیں۔ آپ کا وجود باوجود نہ صرف دوستوں کے واسطے موجب برکت و رحمت ہوا۔ بلکہ آپ کے دشمن بھی آپ کی بخششوں اور فضلوں سے بہرہ ور ہوئے۔ یہود تو اپنے بت خانوں میں سوائے بت پرستی کے کسی کو گھسنے نہیں دیتے تھے۔ مگر ان کا اثر یہود و نصاریٰ پر بھی ہو رہا تھا۔ کہ بیت ایل اور کنیسہ میں غیر مذہب کے لوگوں کا داخلہ ناپسند ہونے لگ گیا تھا۔ حضرت خیر الرسل نے نجران کے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں گرجا کر لینے کی اجازت دے کر عام انسانی اخوت اور رواداری کا ایک ایسا اعلےٰ نمونہ دکھایا جس کی نظیر مذاہب عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بائیبل جو یہود اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ کا مجموعہ ہے۔ باوجود اس تمام تحریف و تبدیل کے جو اس میں ہو چکی۔ اب تک صدہا پیشگوئیوں کی حامل ہے۔ اور ان میں سے بہت سی پیشگوئیاں ایسی ہیں۔ کہ اگر انہیں اس شاہ دو عالم پر منطبق نہ کیا جائے۔ تو ان کے پورے ہونے کی اور کوئی صورت ہی نہیں۔ عبرانی زبان میں مسیح کے معنے ہیں۔ مسح کیا گیا۔ اور چونکہ رسوم قدیمہ کے مطابق کسی بادشاہ کے تخت نشین ہونے پر اس کے سر پر تیل ملا جاتا تھا۔ اس واسطے لفظ مسیح بادشاہ اور سلطان کے معنوں میں بائیبل میں اکثر جگہ استعمال ہوا ہے۔ بائیبل میں دراصل جن بادشاہوں یعنے مسیحوں کے آنے کی پیشگوئیاں ہیں۔ وہ ایک نہیں۔ بلکہ تین ہیں۔ مگر عیسائی لوگ یہ غلطی کرتے ہیں۔ کہ ان تمام پیشگوئیوں کو صرف مسیح ناصری پر چسپاں کرنے کی بے فائدہ کوشش کرتے ہیں ؛

غرض ان پیشگوئیوں کا صحیح طور پر پورا کرنا۔ اور اس طرح عیسائیوں کی مقدس کتاب کو سچا کر دکھانا بھی عیسائی دنیا پر ایک بڑا احسان ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم محمدی کا جو ایک عملی اثر عیسائی دنیا پر پڑا ہے۔ اس نے ان قوموں کے اخلاق اور اعمال میں ایک بھاری تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ جنہوں نے اگرچہ اسلام کو قبول نہیں کیا۔ مگر اسلامی اصول زندگی کو اپنے اندر داخل کر لیا ہے مثلاً اسلام سے قبل عورتوں کے واسطے کوئی جائدادی حقوق نہ تھے۔ عورت اپنے خاوند کے مظالم سے بچنے کے لئے یا مرد اپنی آزاد بیوی کے شر سے محفوظ رہنے کے واسطے طلاق کا کوئی حق نہ رکھتا تھا۔ شراب حلال سمجھی جاتی تھی۔ بیوی کی وفات کے بعد کوئی مرد اپنی فوت شدہ بیوی کی بہن سے شادی نہ کر سکتا تھا۔ غلاموں کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ گدھوں اور مویشیوں کے ساتھ۔ عام لوگ کتب مقدسہ کو پڑھ اور سیکھ نہ سکتے تھے۔ اور یہ تمام عیوب عیسائیوں میں عام تھے۔ مگر اسلام کی عملی زندگی سے نمونہ حاصل کر کے رفتہ رفتہ عیسائی دنیا نے عورتوں کے واسطے جائدادی حقوق منظور کئے۔ معاشرتی مجبوریوں میں طلاق کا دینا جائز قرار دیا۔ شراب کی مخالفت کے ایکٹ پاس کئے۔ فوت شدہ بیوی کی بہن سے شادی جائز کر دی۔ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کو بڑھاتے ہوئے رفتہ رفتہ ان کو آزاد کر دیا اپنی کتب مقدسہ کے پڑھنے کی عوام کو اجازت دی ؛

یہ سب اخلاق حسنہ عیسائی دنیا نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس تعلیم سے حاصل کئے۔ ورنہ ان کی کتب مقدسہ اور رواج و عمل میں ان اخلاق کا ہرگز پتہ نہ تھا ؛

پھر ایک اور بڑا احسان جو عیسائی دنیا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔ یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰؑ ابن مریم اور دیگر انبیاء مذکور در بائیبل کو ان تمام عیوب اور ناپاک باتوں سے بری ٹھہرایا۔ جو بائیبل کے مروجہ نسخے ان کے مقدس وجود پر علانیہ لگاتے تھے۔ اور انہیں معمولی اخلاق انسانی سے بھی گراتے تھے۔ بلکہ یہود کے جواب میں حضرت عیسیٰ کی ماں مریم کو بھی صدیقہ ٹھہرایا اور حضرت عیسےٰ کے گلے سے صلیب پر مرنے کی لعنت کے طوق کو اتار پھینکا۔ نیز انجیلی قصوں کے برخلاف انہیں ماں کا فرمانبردار بیٹا قرار دیا ؛

غرض حضرت سرور انبیاء سردار دو عالم خیر رسل کے احسانات عیسائیوں پر اس قدر ہیں۔ کہ اگر وہ صدق دل سے غور کریں۔ اور شکر گزار قلب اپنے سینہ میں رکھتے ہوں۔ تو فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں داخل ہونا اپنے لئے فخر سمجھیں ؛

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی

از جناب مولوی محمد نواب خانصاحب ثاقب مالیر کوٹلوی

یوں تو ہے عمرِ جوانی کی خدا کی نعمت | زندگی میں ہے یہ انساں کیلئے اک دولت
نیک اعمال کی دیتی ہے جواں کو قوت | نوجواں رکھتی ہے پیری میں بدن کی طاقت
ضبط جو رکھتے ہیں مردانگی میں فرد ہیں وہ
جن کو قابو ہے جوانی پہ جوانمرد ہیں وہ

اب تو سرورِ عالم کی جوانی کا بھی حال | آپؐ کا حسن و جمال اور وُہ زیبا خط و خال
آپؐ کا روئے منور رخِ خورشید مثال | آپؐ کے حسن سے شرمندہ حسینوں کا جمال
بدر سے آپؐ کی پیشانیٔ روشن بڑھکر
خطِ پیشانی مہِ عید سے بھی زیبا تر

آپؐ کی چشمِ جہاں بیں میں خدا کا جلوہ | جس کا ہر تارِ نظر نور و ضیا کا جلوہ
مردمِ دیدہ میں اک حسن و صفا کا جلوہ | چشمِ بیمار عیاں دیکھے شفا کا جلوہ
پڑ گئی جس پہ نظر کر گئی پُر نور اُسے
نشہ رادقِ ایمان سے مخمور اُسے

چشمۂ فیضِ جہانگیر دہانِ حضرت | زندہ کن معجزۂ خاص بیانِ حضرت
تشنہ کاموں کیلئے آبِ زبانِ حضرت | رشکِ صد کوثر و تسنیم لسانِ حضرت
جو کہی بات کہی صدق و صداقت سے بھری
اور امانت سے بھری دین و دیانت سے بھری

سینۂ صاف میں انوارِ خدا روشن تھے | جس میں قندیلِ خوشِ مہر و ولا روشن تھے
حق کے ایوان میں فانوسِ بقا روشن تھے | بقعۂ نور میں صد علم و ذکا روشن تھے
حق تعالیٰ نے یہ خود صاف کیا تھا سینہ
پانی کی طرح ہے دیکھ جیسے آئینہ

خامہ کو تاب کہ حضرت کا سراپا لکھے | آپؐ کے حُسنِ جہاں تاب کا نقشہ کھینچے
آنکھ کیا شے ہے جو اس نور کا جلوہ دیکھے | خود کو حیران کرے اور محو تماشا رکھے
آپؐ کا جسم مطہر تھا خدا کا مظہر
آپؐ کا قلب منور تھا ضیا کا پیکر

ایسی زیبائی و رعنائی میں عفت تھی کمال | یہ توانائی مگر ضبط کی قدرت تھی کمال
جذبہ نفس دبا لینے کی طاقت تھی کمال | اپنی قوت کو بچا رکھنے کی ہمت تھی کمال
پورے پچیس برس یکہ و تنہا کاٹے
رہ کے پاکیزہ دبے لوث مُصفا کاٹے

یہ توانائی یہ زیبائی یہ رعنائی تھی | دلربائی تھی عجب اور دل آرائی تھی
حضرتِ حق سے مناجات تھی تنہائی تھی | بس انہیں حضرتِ اللہ سے یکتائی تھی
ان کے آئینۂ دل میں تھا وہی یارِ ازل
خانۂ دل میں مکیں تھا وہی دلدارِ ازل

کد خدا ہوتے ہیں جس وقت کہیں ہو کر جواں | ایک خاتونِ چہل سالہ سے سرکارِ جہاں
ہاں خدیجہ وُہ وفادارِ نبی راحتِ جاں | جس نے قربانِ نبی کر دیا سارا ساماں
شمع تھے حضرتِ والا وہ تھیں پروانہ مثال
پیار تھا حد سے زیادہ تو محبت تھی کمال

الغرض امن سے پچیس برس آئے بسر | پیار اخلاص سے مل کر رہے شیر و شکر
بس یہی سچی محبت کا دلوں میں تھا اثر | کر دیا خرچ رہِ حق میں جو تھا مال و زر
آئے جبریل نبوت کی بشارت لیکر
لائیں ایمان نبی پر بدل شاداں تر

جب خدیجہ ہوئیں اس دارِ فنا سے رخصت | کھل گیا رہنے کو مہمان سرائے جنت
اس مصیبت میں پریشان ہوئے اعلیٰحضرت | یاد آتی رہی خاتونِ وفا کی صحبت
کیا لکھیں حضرتِ والا کے غم و درد کا حال
نام اس سال کا رکھا تھا غم و درد کا سال

حق تعالیٰ نے گھٹا غم کی گھٹائی آخر | وحی میں بات عجوبہ یہ جتائی آخر
پہلے جو راز میں تھی صاف برآئی آخر | دل کے ڈھارس کی جو صورت تھی دکھائی آخر
عقد باندھا گیا نوشاہ کا اک دختر سے
یعنی صدیق ابوبکر کی نیک اختر سے

پورے دس سال رہیں مل کے بگڑنا کیسا | روٹھنے کے نہیں کچھ معنے جھگڑنا کیسا
دو بدو ہونے کا کیا تذکرہ لڑنا کیسا | ضد سے اصرار سے انکار سے اڑنا کیسا
کلمۂ الفت حضرت وہ پڑھا کرتی تھیں
باتیں اللہ کی نبیٔ دل سے سنا کرتی تھیں

آپؐ کے خلقِ معطر سے معطر رہتیں | آپؐ کے نورِ نبوت سے منور رہتیں
والہ و شیفتہ روئے پیمبر رہتیں | دل سے جو یائے رضامندیٔ سرور رہتیں
کان رکھتی تھیں جو پیغام سناتے تھے حضور
یاد رکھتی تھیں جو احکام بتاتے تھے حضور

شادی صدیقہ سے کرنے میں نہاں تھی حکمت | ذہنِ نقاد میں قدرت سے ملی تھی جودت
طبعِ وقاد دکھاتی تھی بیاں میں جدت | فقہ کے مسئلے حل کرنے میں پوری قدرت
شرعِ اسلام خواتین میں پھیلاتی تھیں
راز کی بات زن و مرد کو سمجھاتی تھیں

بیویاں اور بھی حضرت کی ہوئیں پاک سے پاک | کارنامے ہیں ہر اک بیوی کے سب حیرتناک
دین اسلام کے پھیلانے میں ساری بیباک | مال و زر زیورِ دنیا کو سمجھتی تھیں خاک
صبر اور شکر کی نعمت سے رہیں مالا مال
دولت و حشمتِ دنیا کو سمجھتی تھیں وبال

بیویاں حضرتِ والا کی نکوکار تھیں سب | دین کے کام میں حضرت کی مددگار تھیں سب
جاں نثار آپؐ کی اور پوری وفادار تھیں سب | صلح جو امن طلب دشمنِ پیکار تھیں سب
معجزہ کہتے ہیں اس کو کہ خوش ایک ایک رہیں
ایک سے ایک نکوکار رہیں نیک رہیں

یا خدا تو مجھے دیوانۂ احمدؐ کر دے | اور دیوانۂ مستانۂ احمدؐ کر دے
سوزشِ عشق میں پروانۂ احمدؐ کر دے | الغرض عاشقِ فرزانۂ احمدؐ کر دے
نعت خوانی میں بسر عمر ہو ثاقب کی تمام
دفترِ پاک میں باقی رہے یاد اس کی مدام

وہ نبی جس نے خون کے پیاسوں کو سلکِ اخوت میں منسلک کر دیا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم کردہ بے مثال اخوت

احسانات بیکراں

بنی نوع انسان پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات بیکراں کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک طرف اگر آپ نے بھولی بھٹکی اور چاہِ ضلالت میں گری ہوئی مخلوق کو اپنے خالق تک رسائی حاصل کرنے۔ بلکہ اس کا محبوب بننے کا یقینی طور پر کامیاب طریق بتا دیا۔ تو دُوسری طرف جنگلی درندوں اور شور زمین کے موذی جانوروں سے بدتر انسانوں کے آپس کے تعلقات۔ اور معاملات کو صحیح اور درست بنیادوں پر قائم کر دیا۔ اور باوجود تفاوتِ مدارج اور اختلافِ حالات کے امن وامان۔ خوشی اور اطمینان۔ محبت اور الفت کی زندگی بسر کرنے کے قابل بنا دیا۔ اس وقت میرے پیشِ نظر رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان بے انتہا کا یہ دُوسرا ہی پہلو ہے۔ اور اسی کے متعلق مَیں مختصر طور پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں :-

قبل اس کے کہ یہ بتایا جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خطۂ عرب کی اس مخلوق پر جو آپس کی عداوت اور دشمنی کی خوفناک آگ میں جل رہی تھی۔ کس طرح ابرانِ رحمت بن کر برسے۔ اور کیونکر ان کے کینہ اور بغض۔ ضد اور ہٹ۔ وحشت اور درندگی سے پُر سینوں کو دھوکر مثل آئینہ بنا دیا۔ بلکہ اخلاص ومحبت۔ ہمدردی والفت۔ خیر خواہی اخوت کے جذبات سے مجلّٰی کر دیا۔ یہ بیان کرنا ضروری ہے۔ کہ اس وقت اہل عرب کن حالات میں سے گذر رہے تھے۔ اور آپس کی دُشمنی اور عداوت نے انہیں کس قدر تباہی اور بربادی میں مبتلا کر رکھا تھا۔

اسلام سے قبل اہل عرب کی حالت

چونکہ عام طور پر اہل عرب وسائل معاش کی تلاش میں۔ اور اپنے جانوروں کے چارہ کی خاطر خانہ بدوشی اور آوارہ گردی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ اس لئے وُہ شہریت۔ انسانیت۔ معاشرت وغیرہ خصوصیات انسانی سے محروم ہو چکے تھے۔ اور ان کی بجائے بدویت۔ حیوانیت اور درندگی کے سفلی اور معیوب جذبات نے ان پر تسلط جما رکھا تھا۔ بات بات پر لڑ مرنا اور قتل وغارت کا بازار گرم کر دینا ان کے لئے ایک معمولی بلکہ دلچسپ شغلہ تھا۔ بلکہ قتل وغارت لوٹ مار۔ درندگی اور وحشت کے اظہار پر فخر کرتے۔ اور شاعر اپنے اپنے قبیلہ کے ایسے واقعات کو شاعرانہ مبالغہ آمیزیوں کے ساتھ ملک میں شہرت دیتے۔ قبیلہ بکر اور تغلب کی لڑائی جو حرب بسوس کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور جس میں ستر ہزار آدمی مارے جانے کا اندازہ کیا گیا۔ اس کی ابتدا محض اتنی سی بات سے ہوئی۔ کہ ایک شخص کا اونٹ کسی کے کھیت میں جا گھسا۔ کھیت کی محافظ عورت نے اونٹ کو مارا اس پر اونٹ والے نے اس عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی۔ اس طرح دونوں قبائل میں لڑائی شروع ہو گئی۔ جو ۴۹۴ء سے ۵۳۵ء تک جاری رہی اور رفتہ رفتہ عرب کے تمام قبائل تک پھیل گئی :-

زمانہ جاہلیت کی دُوسری مشہور جنگ حرب داحس کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی بنیاد اس طرح پڑی۔ کہ گھوڑ دوڑ میں ایک شخص کا گھوڑا داحس نامی آگے بڑھا جا رہا تھا کہ ایک شخص نے سامنے آکر اسے بدکا دیا :-

غرض جنگ وجدال۔ لڑائی جھگڑا۔ فتنہ وفساد عربوں کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ جب کسی کی کسی سے دشمنی ہو جاتی۔ تو متخاصم اشخاص سے گذر کر تمام خاندانوں اور قبائل میں پھیل جاتی۔ اور جب تک کوئی فریق کلیتہً کچلا نہ جاتا۔ لڑائی کا خاتمہ نہ ہوتا۔ جب کوئی شخص مرتا۔ تو اپنی اولاد کو دُوسرے ضروری امور کے علاوہ یہ بھی وصیت کر جاتا۔ کہ فلاں شخص ہمارا دشمن ہے۔ اس سے ضرور بدلا لینا۔ اس کی اولاد اپنی اولاد کو یہی سبق پڑھا دیتی۔ اور اس طرح نسلاً بعد نسلٍ یہ سلسلہ جاری رہتا۔ اور بعض اوقات تو یہ اتنا طول اختیار کر لیتا۔ کہ وجہ دشمنی وعداوت بھی یاد نہ رہتی۔ لیکن اس کے مقابلہ میں یہ قطعاً نہ بھولتا۔ کہ فلاں خاندان سے ہماری دشمنی ہے :-

رسول کریمؐ نے کیا سے کیا بنا دیا

غرض ملک عرب میں قتل وغارت کا سلسلہ لا متناہی جاری تھا۔ تمام ملک کے تمام لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے۔ ایک دوسرے کی جان کے لاگو۔ ایک دُوسرے کی عزت کے دُشمن۔ ایک دوسرے کی تباہی کے خواہاں حیوان بشکل انسان تھے۔ اور جنگ وجدال کے شعلے ہر وقت اور ہر طرف بھڑکتے رہتے تھے۔ ایسے وقت اور ان حالات میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور پُر نور ہوا۔ اور آپؐ نے دُنیا جہان کی سب اقوام سے زیادہ درندہ صفت اور وحشت پرست قوم سے اصلاح کا کام شروع فرمایا۔ پھر ایک نہایت قلیل عرصہ میں جو عظیم الشان تغیر ان میں پیدا کر دیا۔ ان لوگوں کی حالت میں جو بے مثال انقلاب برپا کر دیا۔ انہیں جس طرح محبت اور الفت۔ قربانی اور ایثار۔ ہمدردی اور خیر خواہی کے جامے پہنا دیا۔ اور ان کے قلوب ایک دوسرے کے اعزاز اور تکریم کے جذبات سے بھر دیئے۔ اس کا ایک شمہ نبیؐ رحمت کی خدا تعالےٰ سے حاصل کردہ تعلیم۔ آپ کے اپنے چند ارشادات اور بعض واقعات کی بنا پر ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے :-

خدا تعالےٰ کی نعمت کا ذکر

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز تو یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوند قدوس کا یہ ارشاد پیش فرمایا۔ کہ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا۔ یعنی اے مسلمانو! اللہ کی اس نعمت کی قدر وقیمت سمجھو۔ جو اس نے تمہیں ایسی حالت میں عطا کی۔ جبکہ تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ خدا کی وُہ نعمت کیا ہے۔ یہ کہ اس نے تمہارے لئے ظاہری صلح اور اتحاد کا سامان ہی پیدا نہ کیا۔ بلکہ اس نے تمہارے ان سینوں میں جہاں ایک دوسرے کے متعلق غیظ وغضب کی آگ شعلہ زن تھی۔ الفت۔ اور محبت بھر دی۔ اور تم اس نعمت کے صدقے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے :-

دُشمن کے خوف اور اس کی یورش کے وقت ظاہری اتحاد تو انسان چھوڑ حیوانوں تک میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وُہ متحد ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن نسلاً بعد نسلٍ ایک دُوسرے کی عداوت اور دشمنی کو دلوں میں پرورش کرنے والوں کے قلوب کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے کے ساتھ ہی محبت اور الفت سے بھر جانا۔ اور ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھنے لگ جانا بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسیہ کا ہی ایک کرشمہ تھا۔ جس کی مثال ساری دُنیا کی تاریخ میں ڈھونڈے نہیں مل سکتی :-

مُسلمان کی ادنےٰ علامت

اس محبت اور الفت کو قائم واستوار کرنے کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتاً فوقتاً جس مؤثر اور دل نشین طریق سے تلقین فرماتے رہے۔ اس کا اندازہ آپؐ کے ارشادات سے لگایا جا سکتا ہے آپؐ نے فرمایا۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ ویدہٖ۔ کہ مُسلمان وُہ ہے۔ جس نے مسلمانوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے سلامتی دی۔ یعنی مسلمان کی ادنےٰ علامت یہ ہے۔ کہ اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے کسی مسلمان کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے اور ہر ایک مسلمان اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں کی طرف سے بالکل محفوظ ومامون سمجھے :-

ایصال خیر کی تلقین

اگرچہ آپس میں ایک دُوسرے کے متعلق یہ اطمینان پیدا ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ قومی اتحاد و اتفاق کے لئے یہ بنیادی چیز ہے لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی پر اکتفا نہیں کی ۔ کہ مسلمانوں کو دفع شر کی تلقین فرمائیں۔ بلکہ آپؐ نے مومن بننے کے لئے ایصال خیر کو بھی ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہٖ۔ کہ اے مسلمانو! اچھی طرح سُن لو. تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا۔ جب تک اس میں یہ بات نہ پیدا ہو جائے۔ کہ وُہی کچھ وہ اپنے بھائی کے لئے پسند کرے۔ جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے ۔:

اگرچہ یہ الفاظ نہایت مختصر ہیں۔ لیکن اگر ان پر غور کیا جائے۔ تو معلُوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان میں ایک دوسرے کی خیر خواہی اور فیض رسانی کے متعلق معانی اور مطالب کے دفتر پائے جاتے ہیں۔ اور مواخات کی استواری اور استحکام کے لئے کوئی ضروری پہلُو باقی نہیں رہ گیا۔ جب مومن کے لئے یہ بات ضروری قرار دے دی گئی۔ کہ وُہ کسی مومن کے لئے کوئی ایسی بات پسند نہ کرے۔ جسے وُہ اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو۔ تو گویا ہر مسلمان کا یہ فرض ہو گیا۔ کہ ہر مومن کی جان کو اپنی جان کے برابر سمجھے۔ اور ہر مومن کے جذبات و احساسات کا اسی طرح خیال رکھے جس طرح اپنے جذبات و احساسات کا رکھتا ہے ۔:

تمام مومنوں کو ایک جان بنا دیا

اس طرح تمام مومنوں کو ایک جان بنا دیا گیا۔ اگرچہ یہ مفہوم مندرجہ بالا ارشاد نبوی سے بھی صاف طور پر مستنبط ہے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک خطبہ میں جو بمقام شعب ابوطالب آپؐ نے فرمایا۔ یہ بات تفصیلی طور پر موجُود ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

اے لوگو اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور سب مثل شخص واحد کے ہیں۔ اگر اس کی آنکھ میں درد ہو۔ تو تمام جسم کو بے چین ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر اس کے سر میں شکایت ہو۔ تو کل بدن کو بے قرار ہو جانا چاہیئے۔ ایک مُسلمان دُوسرے مُسلمان کے لئے مثل بنیاد کے ہے۔ کہ اس کا ایک حصہ دُوسرے کا بوجھ اٹھانے میں مدد کرتا ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ہر مُسلمان دوسرے مُسلمان کا بھائی ہے۔ پس وُہ اس پر ظلم نہ کرے۔ اور اسے مصیبت کے وقت تنہا بے یار و مددگار نہ چھوڑے ۔:

رسُول کریمؐ کا اسوۂ حسنہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آپؐ نے مسلمانوں میں جو اخوت اور برادرانہ قائم فرمائی۔ وُہ کس قدر مکمل اور کتنی شاندار اور کیسی بے نظیر ہے۔ اس کے ساتھ ہی جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور طریق عمل کو دیکھا جائے تو ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ آپؐ نے جو کچھ زبانی ارشاد فرمایا۔ اپنے عمل سے اسے چار چاند لگا دیئے ۔:

غربا سے حسن سلوک

دُنیا میں جن لوگوں کو کسی نہ کسی لحاظ سے فوقیت حاصل ہوتی ہے، وُہ اپنے درجہ اور اپنے رُتبہ کے لوگوں کے ساتھ ہمدردانہ اور دوستانہ تعلقات تو ہر زمانہ اور ہر ملک میں قائم کرتے رہے ہے۔ اور کرتے رہیں گے۔ لیکن غریب۔ کمزور اور بے کس طبقہ کے ساتھ اخوت کے تعلقات صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی قائم فرمائے۔ اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کے خوب اچھی طرح ذہن نشین کر دیا۔ کہ کوئی مسلمان اس وجہ سے کہ وُہ غربت اور بے کسی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اسلامی اخوت۔ اور برادرانہ تعلقات سے محروم نہیں رکھا جا سکتا۔ اس بات کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے بالکل مبرہن اور واضح کر دیا۔ آپؐ ہمیشہ غرباء و مساکین سے اس طرح پیش آتے۔ کہ وُہ اپنی غربت اور فلاکت کو موجب رحمت سمجھنے لگتے۔ اور امراء کے دل میں حسرت پیدا ہو جاتی۔ کہ ہم کیوں غریب نہ ہُوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار غرباء اور مہاجرین میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ فقراء اور مہاجرین کو بشارت ہو۔ کہ وُہ امراء سے چالیس سال قبل جنت میں داخل ہونگے۔ یہ سُن کر مجھے افسوس ہُوا۔ کہ میں طبقۂ غرباء میں سے کیوں نہ ہُوا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الفقر فخری فرما کر طبقۂ غربا کو قابل رشک بنا دیا۔ آپؐ غرباء سے بے حد شفقت کا سلوک کرتے۔ اور اس امر کی خاص تاکید فرماتے۔ ایک موقعہ پر آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اے عائشہ کسی مسکین کو اپنے دروازہ سے خالی ہاتھ نہ پھیر۔ خواہ چھوہارہ کا ایک ٹکڑا ہی تمہارے پاس کیوں نہ ہو۔ غریبوں سے پیار کرو۔ اور ان کو اپنے سے نزدیک کرو۔ تاکہ خدا تمہیں اپنے نزدیک کرے ۔:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیوہ عورت اور مسکین کے ساتھ سلوک کرنے والا ایسا ہے۔ جیسا مجاہد فی سبیل اللہ۔ یا جیسا تمام رات نوافل پڑھنے والا۔ اور دن میں روزہ رکھنے والا ۔:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک قبیلہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا۔ وُہ سب کے سب اتنے غریب تھے۔ کہ کسی کے بدن پر ایک کپڑا بھی ثابت نہ تھا۔ ننگے بدن۔ ننگے سر اور ننگے پاؤں تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی حالت دیکھ کر سخت مضطرب ہو گئے۔ عالم کرب میں آپؐ کبھی باہر جاتے۔ کبھی اندر آتے۔ آخر اسی عالم میں بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد خطبہ میں ان لوگوں کی امداد و دستگیری کی طرف جُملہ حاضرین کو متوجہ کیا۔ جب آپؐ کو سکون ہُوا ۔:

غلاموں سے حسنِ سلوک

غرباء اور مساکین کے طبقہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلوک اور ان سے ہمدردی و دلداری کا کسی قدر حال آپؐ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اب اس سے بھی زیادہ مصیبت زدہ اور بے دست و پا طبقہ کے متعلق آپؐ کے حسن سلوک کا ذکر سُن لیجئے۔ اس زمانہ میں خطۂ عرب میں سب سے حقیر اور ذلیل مخلوق وُہ سمجھی جاتی تھی۔ جو غلامی کا طوق اپنی گردنوں میں رکھتی تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں پر خاص طور سے شفقت فرماتے۔ اور ان سے حسن سلوک کی بار بار تاکید کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ ان کو خدا نے تمہارے قبضہ میں دیا ہے۔ پس جس شخص کا بھائی اس کے قبضہ میں ہو۔ اسے چاہیئے۔ کہ جو خود کھائے۔ اس کو بھی کھلائے۔ اپنے غلاموں سے وُہ کام نہ لو۔ جو ان پر شاق گزرے۔ اگر کوئی سخت کام انہیں دو۔ تو خود بھی ان کی امداد کرو۔ آپؐ کا ارشاد تھا۔ کہ کوئی کسی کو میرا غلام یا میری لونڈی نہ کہے۔ تاکہ غلامی کے پھندے میں پھنسے ہُوئے انسانوں کی دل شکنی نہ ہو۔ آپؐ نے غلاموں کو آزاد کرنے کی بے حد تاکید فرمائی۔ خود بہت سے غلام اور لونڈیاں آزاد کیں۔ اور فرمایا۔ جو شخص کسی مُسلمان کو آزاد کرے۔ اللہ تعالےٰ اس کو آزاد کردہ کے ہر عضو کے عوض میں اس کا ایک عضو دوزخ سے بچا لے گا ۔:

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کو معمولی ملال۔ اور تکلیف میں دیکھ کر بے تاب ہو جاتے۔ جب کوئی غلام بیمار پڑتا۔ تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ اسے تسکین دیتے۔ اس کی پیشانی اور نبض پر اپنا دست مبارک رکھتے۔ اور اس کی صحت کیلئے دعا فرماتے۔ آپؐ غلاموں کو اچھے القاب اور پیارے ناموں سے پکارتے غرض اس بے کس اور بے بس طبقہ کی ہر طرح دلداری کرتے۔ اور آرام و آسائش پہونچانے کی ہر ممکن کوشش فرماتے ۔:

جس مقدس ہستی کے غرباء اور مساکین۔ غلاموں اور بے کسوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ عالم ہو۔ اس کے رحمۃ للعالمین ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے ۔:

صحابہؓ کا طریق عمل

مواخات کے قیام اور آپس میں محبت و الفت کے تعلقات قائم کرنے کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا خفیف سا نظارہ دکھانے کے بعد آخر میں بر عائت اختصار یہ عرض کیا جاتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تعلیم نے ان خوش بخت انسانوں پر کیا اثر پیدا کیا جنہیں آپ نے سب سے پہلے مخاطب فرمایا ۔:

مکہ سے جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے۔ ان کا مال و اسباب اور جائداد میں چونکہ کفار نے ضبط کر لی تھیں۔ اس لئے وُہ بالکل تہید ست ہو گئے۔ ان کی دستگیری اور امداد کی طرف جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کو توجہ دلائی۔ تو انہوں نے بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ اپنی املاک میں انہیں شریک کر لیا۔ اور ہر امیر بھائی نے اپنے غریب بھائی کو اپنی منقولہ و غیر منقولہ جائداد میں سے نصف تقسیم کر کے دے دی۔ اور ایک ایک انصاری نے ایک ایک مہاجر کو اپنے مال میں

مستقل طور پر حصہ دار بنا لیا۔ صحیح بخاری میں آتا ہے۔ یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا تھا۔ حتےٰ کہ اگر کوئی انصاری فوت ہوتا۔ تو اس کی جائداد اور اس کا مال مہاجر کو ملتا تھا۔ اور اس کے قریبی رشتہ دار جو غیر مسلم ہوتے۔ محروم رہتے تھے ؛

ایک موقعہ پر جب ایک مخالف قبیلہ کو اپنی شرارتوں۔ اور فتنہ پردازیوں کے نتیجہ میں جلاوطن ہونا پڑا۔ اور ان کی زمینیں اور نخلستان مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا۔ مہاجرین حاجت مند ہیں۔ اگر تمہاری مرضی ہو۔ تو جائدٔ مقبوضات ان کو دے دئے جائیں۔ اور تم اپنے نخلستان واپس لے لو۔ اس کے جواب میں انصار نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے نخلستان بھی ہمارے بھائیوں کے قبضہ میں رہیں۔ اور نئے بھی انہی کو عنایت فرما دیئے جائیں ؛

شخصی ایثار کی مثال

اسی سلسلہ میں شخصی قربانی و ایثار کی ایک مثال بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ ایک جنگ میں حضرت عکرمہؓ حضرت حارث بن ہشام اور حضرت سہیل بن عمرؓ مہلک طور پر زخمی ہوکر زمین پر گر پڑے۔ اور ایسے گرے۔ کہ پھر اُٹھنے کی ہمت نہ رہی۔ نزع کا وقت بالکل قریب آگیا۔ موت دونوں ہاتھ پھیلائے ان کی طرف دوڑی چلی آرہی تھی۔ اس وقت کے جسمانی دکھ اور تکلیف کو پیش نظر رکھئے۔ اور پھر دیکھئے۔ کہ دم مرگ ایثار و قربانی کی کیسی شاندار مثال قائم کی گئی۔ ایک شخص پانی لایا۔ اور اس نے حضرت عکرمہؓ کو پلانا چاہا۔ اونہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت سہیل بھی حسرت سے پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ بولے پہلے ان کو پلاؤ۔ حضرت سہیل کے پاس پانی آیا۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت حارثؓ کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے۔ بولے جاؤ۔ ان کو پلاؤ۔ لیکن جب پانی لیکر آدمی ان تک پہنچا۔ تو ان کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ جب وُہ حضرت سہیلؓ کے پاس آیا۔ تو وُہ بھی دارِ فانی سے منہ موڑ کر دارِ بقا کو جا چکے تھے۔ اور جب حضرت عکرمہؓ کے پاس پہنچا۔ تو وُہ بھی اس پانی کی بجائے حوضِ کوثر سے پانی پینے کے لئے جا چکے تھے۔ غرض کہ کسی کے منہ میں بھی پانی کا ایک قطرہ تک نہ گیا۔ اور سب نے تشنہ کامی کی حالت میں جان دی ؛

یہ قربانی اور ایثار کی رُوح۔ یہ محبت اور الفت کے جذبات۔ یہ مواخات اور برادرانہ تعلقات ان لوگوں میں جن کے درمیان خون کی ندیاں حائل تھیں۔ جو دُشمنی اور عداوت کی دلدلوں میں پھنسے ہُوئے تھے۔ جو کینہ اور بغض کے گڑھے میں گرے ہُوئے تھے۔ جس مقدس ہستی نے آن کی آن میں پیدا کر دیئے۔ اس کی بے مثل اور بے نظیر قوتِ قدسی کا کون انکار کر سکتا ہے۔ اور کسے اس بات میں شک کرنے کی جُرأت ہوسکتی ہے۔ کہ یہ سب کچھ اسی قادر و توانا خُدا کی تائید و نصرت سے ہُوا۔ جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپؐ کے سوا نہ یہ رتبہ کسی انسان کو حاصل ہُوا۔ اور نہ کسی نے ایسا عظیم الشان تغیر پیدا کیا ؛

خاکسار:- غُلام نبیؐ

نعت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب حسن صاحب رُہتاسی

سرِ عرشِ بریں جُونہی شہِ ہر دوسرا پہنچے
فضا گونجی خدا کے پاس محبوبِ خدا پہنچے

ملائک۔ حوُر و غلماں وجد میں ایسے ہُوئے بیخود
اُچھلتے۔ کودتے۔ پڑھتے ہُوئے صلِّ علےٰ پہنچے

مقامِ ارفع و اعلےٰ پہ اکثر انبیاؑ پہنچے
نہ پہنچا کوئی اُس حد پر۔ جہاں خیرالورٰی پہنچے

سرِ سینا بصد مشکل پہنچکر۔ تھک گئے موسےٰؑ
سرِ عرشِ علا لیکن محمدؐ مصطفےٰ پہنچے

مسیحاؑ پھر نہ لوٹے پر سوارِ توسنِ اہرے
شاباش عرش سے ہوکر درِ دولت پہ آپہنچے

جہاں وہم ملائک نے گمانِ انبیاؑ پہنچے
وہاں برقِ جہاں بن کر بُراقِ مصطفےٰؐ پہنچے

نہ برق و باد ہی پہنچے نہ ساون کی گھٹا پہنچے
بُراقِ مصطفےٰؐ کی جس جگہ پر گردِ پا پہنچے

جہاں غلمانِ احمدؐ کی نگاہِ دلربا پہنچے
دمِ عیسےٰؑ وہاں پہنچے نہ موسےٰؑ کا عصا پہنچے

کوئی زر دیکے پہنچا اور کوئی گھر دیکے جنت میں
جو وقت آیا تو جاں دیکر بھی مردانِ خدا پہنچے

وُہ تاجِ قیصر و کسریٰ وُہ کرّ و فرِ شاہانہ
ہُوا سب کچھ فنا۔ جونہی محمدؐ کے گدا پہنچے

پہنچنا اُن کا احسن ہے جو پہنچے کامرانی سے
پھرے ناکام جو واپس وہ پہنچے بھی تو کیا پہنچے

خُدا کو چھوڑ تکیہ ناخدا پر کیوں کرے کوئی؟
لبِ ساحل پہ کشتی کے سوا جب باخدا پہنچے

درِ جاناں پہ جانے کو کھلے تھے مختلف کوچے
مُقدّر تھا پہنچنا جن کا۔ اُن کوچوں سے جا پہنچے

بجز اسلام لیکن ہوچکیں مسدود سب راہیں
نہیں ممکن کہ اب کوئی بھی اِس رہ کے سوا پہنچے

نہ پہونچا کوئی اُن راہوں سے پر اس راہ سے دیکھو
مسیحا بن کے امت میں جنابِ میرزا پہنچے

کہاں ہم! اور کہاں بزمِ محمدؐ بس غنیمت ہے
کہ اُٹھتے۔ بیٹھتے۔ گرتے۔ سنبھلتے ہم بھی آپہنچے

یہ کہہ دیجو گنہ گارانِ اُمت میں حسن بھی ہے
اگر کوئے محمدؐ میں تو اے بادِ صبا پہنچے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ حیات

از جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر اخبار لاز بمبئی

—— ۱ ——

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ پھر خاتم النبیینؐ نمبر کے لئے مجھے ذکر حبیبؐ کا موقعہ مل رہا ہے۔ اگرچہ میں کچھ نہ کچھ بیمار چلا جاتا ہوں۔ اور پیرانہ سالی کی وجہ سے قویٰ میں اس قدر ضعف محسوس کرتا ہوں۔ کہ توجہ اور یکسوئی سے لکھنا تو در کنار پڑھنا بھی ایک بار معلوم ہوتا ہے۔ مگر مجھے عزیز مکرم ایڈیٹر الفضل کی ایسی نجات بخش تحریک سے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ اور میرا ایمان ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بجائے خود ایک قوت ہے۔ اور آپ کا ذکر ایک حیات ہے۔ اس لئے میں یہ سمجھکر کہ ایک موقعہ حصول سعادت کا مل رہا ہے۔ اس کے شکریہ میں محسن اعظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر اپنے خیالات کو پیش کرتا ہوں ؛ وباللہ التوفیق

—— ۲ ——

اس مرتبہ میں نے پسند کیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے زندگی بخش پہلو کا ذکر کروں۔ اور دکھاؤں۔ کہ فی الحقیقت آپ کی قوت قدسی میں ایسی تاثیرات اور برکات ہیں۔ کہ آپ ایک مایۂ حیات ہیں۔ اور یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ آپ کے وجود باجود سے نسل انسانی کی زندگی وابستہ ہے۔ میں اس حقیقت کو انشاء اللہ ذیل میں واقعات اور حقائق کی روشنی میں پیش کروں گا۔ جن سے معلوم ہوگا۔ کہ فی الحقیقت آپ ہی زندہ رسولؐ ہیں ؛

—— ۳ ——

قرآن مجید نے انسان کے سامنے جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی حیات طیبہ ہے آپ کی زندگی کا ہر ایک واقعہ اور آپ کی ہر حرکت وسکون اپنے اندر تربیت انسانی کا ایک عملی سبق رکھتی ہے۔ اور اس واقعہ اس قول اور فعل میں ایک رو قوت حیات کی جاری ہے جس طرح پر ایک بجلی کی رو جب گزرتی ہے۔ تو ایک حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ اسی طرح پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ایک قوت حیات کام کرتی ہے چنانچہ قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو باعث حیات قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی دعوت میں تو حیات ہے ہی۔ پس جو شخص چاہتا ہے۔ کہ اس میں قوتِ حیات پیدا ہو۔ اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر لبیک کہنا چاہیئے ؛

—— ۴ ——

قرآن مجید نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت حیات کی حقیقت اور فلاسفی کو ذہن نشین کرنے کے لئے آفتاب یا نیر اعظم کی مثال پیش کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ جس طرح آفتاب کل کائنات ارضی کے لئے مایۂ حیات ہے۔ اسی طرح نفس انسانی اور انسانی جماعت کی تربیت وتکمیل اور حیات کا مدار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باوجود پر ہے۔ آپ کی تعلیم و ہدایت آپ کی عملی زندگی اور اسوۂ حسنہ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے خود انسان اور انسانی جماعتوں کی تہذیب نفس اور حسن تمدن وابستہ ہے۔ کون نہیں جانتا۔ کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ تو اس کی روشنی اس کی حرارت اور قوت اپنی تاثیرات سے نہ صرف دنیا کی تاریکی کو دور کرتی ہے۔ بلکہ اس کے ظہور کے ساتھ ہی ایک عام بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیا میں زندگی نمایاں ہوتی ہے۔ اور ہر قسم کی مخفی قوتیں روشنی میں آجاتی ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ سوئی ہوئی دنیا بیدار ہو کر ایک نئی قوت ایک نئی روح اور نئے عزم کے ساتھ مصروف عمل ہو جاتی ہے۔ یہ نظارہ ہے۔ جو ہم ہر روز دیکھتے ہیں۔ اور کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح پر جب ہم ایک طرف اس وحی پر نظر کرتے ہیں۔ جو قرآن کریم کی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی اور دوسری طرف آپ کی عملی زندگی اور اس کی تاثیرات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار مونہہ سے نکل جاتا ہے ؎

زندگی بخش جام احمدؐ ہے !

کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے !

—— ۵ ——

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا ہر واقعہ آپ کی ہر حرکت وسکون آپ کا ہر ارشاد ونطق اپنے اندر ایک زندگی کی روح رکھتا ہے۔ یہ خیالی بات نہیں ایک خوشگوار اور خوش عقیدگی پر مبنی تخیل نہیں۔ بلکہ ایک حقیقت اور واقعہ ہے اور آج قریباً چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ہم اس کو علوم سائنس کی روشنی میں تاثیرات قدسی کے رنگ میں ثابت کر سکتے ہیں۔ اور مادہ پرست دنیا سے منوا سکتے ہیں۔ انسانی زندگی اور انسانی سوسائٹی کی زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس کے لئے آپ کی تعلیم میں ہدایات اور صحیح ضابطہ موجود نہ ہو۔ اور خود آپ کے وجود میں اس کا نمونہ نہ پایا جاتا ہو۔ پھر یہ کس قدر کمال ہے۔ کہ آپ کے اخلاق کے کامل ظہور کے لئے آپ کو وہ تمام مواقع میسر آئے۔ جن میں کسی خُلق کی حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہنا تو بہت آسان ہے۔ کہ تم اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ یا خطاکاروں کو معاف کرو۔ لیکن اگر ایسے شخص کو اقتدار اور حکومت حاصل ہی نہیں۔ تو وہ اس خلق کو اپنی عملی زندگی میں کیونکر نمایاں کر سکتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ اور پہلو باقی نہیں رہا۔ جس میں سے آپ نہ گزرے ہوں۔ اور اس خلق کا ایک نمایاں ظہور نہ ہوا ہو۔ اس لئے آپ صرف معلم نہ تھے۔ بلکہ مزکّی بھی تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید خود آپ کی ہستی کو اسی رنگ میں اس آیت میں پیش کرتا ہے۔

یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوت قدسی سے نہ صرف تزکیہ نفوس وتطہیر قلوب کی۔ بلکہ کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دی۔ اور اس حقیقت کو آیات اللہ کی تلاوت سے ایک عملی چیز بنا دیا۔ قرآن کریم کو دیکھتے ہیں۔ تو اس میں تمام قسم کے علوم کے خزانے موجود ہیں۔ اور خود حضور کی ذات کو دیکھتے ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں انا مدینۃ العلم میں گویا علوم کا ایک شہر ہوں۔ اور یہ نرا دعویٰ نہیں بلکہ صداقت ہے ؛

—— ۶ ——

اگر ایک شخص دیانت اور صحیح فطرت لے کر قرآن مجید کو پڑھے۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں نہ آتے۔ اور جو مشعل ہدایت آپ نے پیش کی۔ وہ دنیا کو نہ دی جاتی۔ تو علوم وفنون کی وہ روشنی جو آج دنیا میں پائی جاتی ہے۔ نہ ہوتی۔ یہ بجائے خود ایک مستقل مضمون ہے۔ اور اس مضمون میں اس پر تفصیلی بحث میں نہیں کر سکتا۔ اگر زندگی نے وفا کی۔ اور خدا تعالےٰ نے توفیق دی۔ تو پھر کسی وقت اس پر قلم اٹھاؤں گا۔ سر دست اس کی طرف مختصر سا اشارہ کرونگا

قرآن کریم کے نزول اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے دنیا پر علوم کے سلسلہ میں بھی ایک خاص تاریکی تھی۔ اور انسانی ذہنیت کو ایسا مسخ کر دیا گیا تھا۔ کہ وہ علوم کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتی تھی انسان کے ذہن نشین جو امر کیا گیا تھا۔ وہ یہ تھا۔ کہ یہ مظاہر قدرت اور کائنات کی اشیاء انسان کے معبود ہیں۔ اور اس طرح پر دنیا میں معبودان باطلہ کی بے انتہا تعداد پیدا ہو گئی تھی۔ اور شرک کی رو نے انسانی دماغ کی ان قابلیتوں اور قوتوں کو بیکار کر دیا تھا۔ جو تحقیقات وتکشیفات کا کام کرتی ہیں ؛

میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر غور کرتا ہوں تو مجھے ایک عجیب مسرت اندوز عالم نظر آتا ہے۔ آپ کے ذکر اور آپ کی سیرت پر غور بجائے خود ایک نئی زندگی اور نئی قوت میرے اندر پیدا کر دیتا ہے اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ حقائق ومعارف کا ایک بحر مواج موجیں مارنے

لگتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ آپ نے ہر عملی زندگی کی رَو پیدا کرنے کے لئے پہلے تخیل کو تبدیل کیا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ جب تک غلط ذہنیت میں تبدیلی نہ ہو۔ اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جس طرح پر آپ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق تخیل میں تبدیلی کی۔ اسی طرح آپ نے نفس انسانی کے متعلق ذہنیت کو بدل ڈالا۔ اور پھر مظاہر قدرت اور دوسری قوتوں کے متعلق بھی انسانی ذہنیت کو بدل دیا۔ آپ نے اسی ذہنیت انسانی کو جو مظاہر قدرت کو معبود سمجھے ہوئی تھی۔ اس طرح پر بدلا۔ کہ تمام کائنات ارضی یا سماوی انسانی خادم ہے۔ جب یہ مسئلہ انسان کے دماغ میں پورے طور پر آگیا۔ تو اسے حوصلہ ہوا۔ کہ ان چیزوں سے کام لینے کے طریق اور اصول وضع کرے۔ یہ پہلی تاثیر آپ کی قوت حیات کی تھی۔

۷

میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت حیات کے دوسرے مناظر اور مظاہر پیش کر سکتا تھا۔ مگر میں نے اس خصوص میں آپکی قوت حیات کا ایک عملی پہلو اختیار کیا ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے۔ جو آج اور ہمیشہ دنیا کے سامنے علمی رنگ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی قوت حیات کا ایک تاریخی پہلو بھی ہے۔ آپ کی قوت حیات کی روحانی تاثیرات کا غیر منقطع سلسلہ بھی ہے۔ مگر میں عہد حاضرہ کی نسلوں کو زیر نظر رکھ کر اس مضمون کو پیش کر رہا ہوں۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے اول اس جمود اور موت کو دور کیا۔ جو انسانی دماغ پر طاری تھی۔ اور ہر قسم کی ترقیات کے راستے اس پر مسدود ہو چکے تھے۔ مظاہر قدرت کو وہ خدا سمجھتا تھا۔ جذبات انسانی کی وہ پرستش کرتا تھا۔ اس لئے آپ نے اس ذہنیت کو تبدیل کیا۔ اور وہ عالمگیر غلطی جس میں اس وقت دنیا مبتلا تھی۔ اسے یہ کہکر دور کیا۔ کہ کائنات کی جس مخلوق کو تم خدا سمجھتے ہو۔ یا جن سے تم ڈرتے ہو۔ وہ تمہارے فرمانبردار اور خادم ہیں۔

پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ایک لانظیر کمال ہے۔ کہ آپ نے انسانی ذہنیت کو جس مرکز پر جمع کیا۔ وہ تمام زندگیوں کا حقیقی چشمہ اور تمام قوتوں اور تمام قدرتوں کا حقیقی مالک ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ آپ نے جو تعلیم دی۔ وہ اسی چشمہ کی طرف انسان کو لے جاتی ہے۔

غرض آپ نے انسانی ذہنیت میں یہ تبدیلی کر کے ترقی اور جد و جہد کے راستہ کو کھولدیا۔ اور حقیقی زندگی کی بنیاد رکھدی اسی سلسلہ میں آپ نے اپنے طرز عمل سے بتایا۔ کہ حقیقی زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہے۔ کہ انسان اپنے مقام اور نصب العین کو شناخت کرے۔ آپ سے پہلے لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ انسان بھی اسی قسم کی مخلوق ہے جس طرح دوسری چیزیں ایک وقت کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ انسان بھی مرنے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے اور دوسری چیزوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی شرف کی حقیقت کو زندہ کیا۔ اور اس کی زندگی کے نصب العین پر شرح و بسط سے روشنی ڈالی۔ اس طرح پر آپ نے نفس انسانیت کو زندہ کیا۔ اور یہ نکتۂ معرفت سمجھایا۔ کہ انسان اپنی ذات میں کل مظاہر قدرت و فطرت کا ایک مجموعہ ہے اور اسی لئے وہ عالم صغیر کہلاتا ہے۔ جس طرح پر تمام مظاہر قدرت اور ساری کائنات انسان کی خادم ہے۔ اسی طرح پر انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ نوع انسان کے لئے فیض رساں اور نافع الناس ہو اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تعلیم دی۔ کہ تم میں سے کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نکرے۔ جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ اور فرمایا خیر الناس من ینفع الناس غرض آپ نے انسان اور انسانیت کے مقام اور نصب العین کو صحیح صورت میں ظاہر کر کے احیائے انسانیت فرمایا۔ اور یہ دوسرا ثبوت آپ کی قوت حیات کا ہے۔

۸

انسانیت کے مقام اور نصب العین کو ظاہر کرنے اور کائنات کے متعلق انسانی ذہنیت میں ایک انقلاب پیدا کرنے کے بعد حضور نے نفس انسانی کی اصلاح اور تہذیب کے لئے اسے اپنی قوتوں اور جذبات کی ماہیت سے واقف کیا۔ اور ان قوتوں اور جذبات کے صحیح استعمال کی طرف توجہ دلائی۔ تاکہ وہ مخفی قوتیں۔ جو دبی ہوئی تھیں۔ حیات نو حاصل کریں۔ اس مقصد کے لئے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کی انسانی ذہنیت کو تبدیل کیا اور انسانی کمال کی حد یہ قرار دی۔ کہ وہ اخلاق اللہ سے رنگین ہو۔ قرآن کریم میں اس کو صبغۃ اللہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس رنگ میں جو تغیر آپ نے کیا۔ وہ تاریخی حیثیت سے نمایاں ہے۔ عرب کی جس طرح پر کایا پلٹ ہوئی۔ اور جو حیرت انگیز اخلاقی روحانی اور اقتصادی انقلاب آپ نے پیدا کیا۔ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

آج دنیا جس مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس کے تصور سے ہر صحیح الفطرت انسان لرزہ بر اندام ہوتا ہے۔ کہ تہذیب و تمدن کے نام سے دنیا کی اقتصادی اخلاقی اور روحانی حالت کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اور نظام حکومت پر غور کرو۔ کہ آپ نے یہ تمام نعمتیں دیں۔ اور انسان کو خدا کا فرمانبردار بنا کر دیں۔ یہ وہ کمال ہے۔ جو حضور کے دوسرے کمالات کی طرح بے نظیر ہے۔ موجودہ عہد تہذیب و تمدن اپنی خیالی اور نمائشی آسائش و راحت کی طلب و تلاش میں اخلاق کو تباہ کر رہا ہے۔ اور باوجود اس تباہی اور ہلاکت کے وہ چیز اسے میسر نہیں آرہی۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آرام و آسائش کے سامانوں اور تہذیب و تمدن کی زینتوں کو ایسے رنگ میں انسان کے سامنے رکھا۔ کہ وہ کسی حال میں خدا سے دور نہ ہو جائے۔ بلکہ ہر حالت میں خدا کے قریب ہو۔ اس کا عسر اس کا یسر اسے اپنے مالک کی طرف لے جائے۔ اس کے لئے بھی حضور نے ذہنیت میں تبدیلی کی۔ دنیا یہ سمجھے بیٹھی تھی۔ کہ اطمینان و تسلی دنیا کی راحتوں اور آسائشوں کے سامان جمع کر لینے میں ہے۔ مگر واقعات بتاتے ہیں۔ کہ دنیا کی کوئی دولت اور حکومت کے تمام سامان بھی وہ اطمینان اور سکینت پیدا نہیں کر سکتے۔ جس کا انسان متمنی ہے۔ اس لئے آپ نے اطمینان اور سکینت کے متعلق ذہنیت کے نقطہ کو تبدیل کر دیا۔ اور فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو قلوب کو مطمئن کر سکتا ہے۔ اس طرح پر جہاں آپنے ایک طرف ہر قسم کی ترقیات کے لئے دروازے کھولدیئے۔ اور قوموں کی حیات کے لئے ایک نیا دور پیدا کر دیا۔ علوم جدیدہ کے اکتشافات و ایجادات کے لئے انسانی دماغ میں حرکت پیدا کر دی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ امر ذہن نشین کر دیا۔ کہ حقیقی راحت و اطمینان کا سامان ذکر الٰہی میں ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جو حقیقی تہذیب و تمدن پیدا کرتی۔ اور اسے بابرکت بناتی ہے

آپ نے اپنی زندگی کے ہر حصہ میں دکھایا۔ کہ کبھی اور کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر آپ کی نظر اور فکر سے اوجھل نہیں ہوا انتہائی مصیبتوں میں جو آپ کی بعثت کے ابتدائی سالوں میں یوم بعثت سے ساتھ رہیں۔ اور کامیابی کے ان انتہائی شان و شوکت کے ایام تک جب آپ ایک کامیاب اور بامراد شاہنشاہ کی حیثیت میں تھے۔ آپ سے اسی حقیقت کا ظہور ہوا۔ اور یہی وہ چیز تھی۔ جس نے آپکو خود سرچشمہ حیات بنا دیا تھا۔

۹

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت حیات کے مناظر اور مظاہر اس کثرت سے ہیں۔ کہ دنیا کے آخر تک لوگ انہیں بیان کرتے جائیں گے مگر وہ ختم نہ ہوں گے۔ پھر میں اس مختصر سے مضمون میں کیونکر ان کا حیطہ کر سکتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ آج دنیا جس مصیبت میں مبتلا ہے۔ اور جس موت کے تختہ پر وہ کھڑی ہے۔ اس سے نجات اور زندگی کے لئے حضور ہی کی زندگی اور تعلیم اسوہ حسنہ ہو سکتی ہے۔ نہیں نہیں یہی وہ چیز ہے۔ جو بچا سکتی ہے۔ اس وقت سرمایہ داری اور اشتراکیت کی ایک جنگ ہے۔ اور اس جنگ نے وہ خطرناک نتائج پیدا کر دیئے ہیں۔ کہ دنیا کا امن خراب کر دیا ہے۔ اور تہذیب و تمدن کے اسباب کے رخ کو ہلاکت آفرین سامان پیدا کرنے کی طرف متوجہ کر دیا ہے کیا مختلف قسم کے آلات حرب کی ایجاد مختلف قسم کی ہلاکت آفرین گیسوں کی تیاری انسانی تہذیب و تمدن کو تباہ کرنے کے لئے نہیں ہو رہی ہے۔ اور سرمایہ داری اور اشتراکیت کی جنگ نے موت کے دامن کو وسیع نہیں کر دیا ہے۔ اخلاق اور روحانیت تو مر چکے ہیں ایسی حالت میں دنیا کا احیاء پھر اسی تعلیم اور اسی اسوہ حسنہ پر موقوف ہے۔ جس نے عرب کو زندہ کیا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

جائز اور بجا طور پر فرمایا ہے۔ انا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی قدمی دنیا کی حیات پھر اسی قدم کے ذریعہ ہوگی۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ دنیا کو اس محسنِ اعظم اور اس حیات بخش وجود کی طرف ہم دعوت دیں۔ عصر حاضرہ کی ضروریات اور اس کی مصیبتوں سے نجات کے لئے اس چشمۂ حیات کو پیش کریں۔ جو سوالات اس وقت دنیا میں پیش آئے ہوئے ہیں۔ انہیں اسلام کی روشنی میں حل کر کے دکھایا جائے۔ مثلاً سرمایہ داری اور اشتراکیت کی جنگ ہے۔ سرمایہ داری کے خلاف ایک عالمگیر جذبۂ نفرت پیدا ہو گیا ہے بغیر اس کے کہ کوئی شخص سرمایہ داری کے مفہوم اور اس کی حقیقت پر غور کرے۔ اس کا نام آتے ہی وہ سمجھتا ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر ذریں اصول کیا ہوگا۔ کہ سب کا مال و دولت سلطنت کی جائداد بن جائے اور وہ سب پر تقسیم کر دے۔ مگر کوئی اتنا نہیں سوچتا۔ کہ اس ذہنیت کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور کیا روس جس نے اشتراکیت کا علم بلند کیا ہے۔ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہے! کیا اسکی اخلاقی اور روحانی قوتیں مردہ نہیں ہو گئی ہیں۔ اس لئے ایسے موقعہ پر ضرورت ہے۔ کہ اشتراکیت کے صحیح اصول کو پیش کیا جائے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن کریم کے ذریعہ پیش کیا۔ اور تقسیم دولت کا ایک طبعی اصول مقرر کر دیا۔ قرآن کریم نے اس کے لئے جو راہ پیش کی ہے۔ وہ نہایت معقول اور فطرتی ہے ایک طرف وہ انسانی فطرت کے اس راز کو بیان کرتا ہے۔ جو اجتماع دولت کے متعلق ہے۔ پھر وہ اموال کی محبت اور اس سے تعلق کی ذہنیت کو تبدیل کرتا ہے۔ اور پھر صدقات و خیرات کی تعلیم دیتا ہے۔ اور مستقل طور پر زکوٰۃ کے حکم سے اس کی تقسیم کا اصل قائم کر دیتا ہے۔ غرض دنیا کی نجات اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چشمۂ ہدایت کی طرف متوجہ نہ ہو دنیا کا موجودہ تمدن و تہذیب انسان کو خدا سے دور کر رہا ہے۔ اور اس کی اخلاقی اور روحانی قوتوں کو تباہ کر رہا ہے۔ برخلاف اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس تمدن و تہذیب کو دکھا رہے ہیں۔ اسکی ساری بنیاد اخلاقی اور روحانی قوتوں کے نشو و نما پر ہے۔ موجودہ مادہ پرستی انسان کو خدا کا منکر بنا رہی ہے۔ مگر حضورؐ خدا پر ایمان ساری راحتوں کا سرچشمہ دکھا رہے ہیں

میں اب آخر میں ایک بات کہہ کر اس مضمون کو جسے بہت وسعت سے بیان کرنے کو طبیعت للچاتی ہے۔ افسوس کے ساتھ ختم کر دینا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کامل انسان بننے کے لئے صحیح اور کامل نمونہ ہیں۔ جب تک انسان اسی آئیڈیل کو سامنے رکھ کر قدم نہیں اٹھاتا۔ اس کی زندہ قوتیں بھی مردہ ہو جاتی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی سے جس مرکزی امر کو ظاہر کیا ہے وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان اور اخلاق اللہ سے متخلق ہوتا ہے۔ اسی ایک چیز کو آپ ہر انسان میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور جنہوں نے اس راز کو سمجھ لیا۔ انہوں نے فی الحقیقت ایک حیات جدید حاصل کی۔ ایسی حیات جس پر موت کا قابو نہیں چل سکتا۔ اور یہی وہ دعوت ہے۔ جس کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ تاکہ دعوت قبول کرنے والوں کو زندہ کریں۔

حضور کی زندگی کو پڑھو۔ آپ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کسی حالت میں بھی ہوں۔ ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کے پیش نظر ہے۔ اس مقصد کے لئے حضور کی دعاؤں کو پڑھو۔ تو ان میں فلسفہ حیات کا صحیح راز آپ کو معلوم ہوگا۔ زندگی کا کوئی شعبہ نہیں سوتے جاگتے بازار میں پھرتے۔ بیت الخلا میں جاتے نکلتے ہوئے مجلس میں۔ مجلس سے باہر خلوت میں۔ کھاتے وقت پیتے وقت لباس پہنتے وقت۔ غرض کوئی بھی حالت ہو۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ آپ دعاؤں میں مصروف ہیں۔ یہی وہ چیز تھی۔ اور ہے جو انسان کو نہ صرف خود زندہ بنا دیتی ہے۔ بلکہ وہ خود چشمہ حیات بن جاتا ہے۔ یہ چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے۔ اسی لئے آپ زندہ نبی ہیں۔ اس لئے کہ آپ کی تعلیم کی صداقت اس کے تاثرات اور نتائج آج بھی اسی طرح ظاہر اور ثابت ہیں جس طرح آپ کے عصر سعادت میں تھے آج دنیا پھر مردہ ہو چکی ہے۔ اور موت کے گڑھے میں گر رہی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام لیوؤں کا فرض ہے۔ کہ وہ اسی آب حیات کی طرف لوگوں کو پکاریں

بالآخر میں اس مضمون کے پڑھنے والوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس خادم قدیم کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ اسے بھی اس چشمہ حیات سے حقیقی طور پر متمتع ہونے کی توفیق دے۔ اور مجھے قوت دے۔ کہ میں ذکر حبیبؐ کو بلند کروں۔ اور شان حبیبؐ کو مختلف رنگوں میں پیش کر سکوں ٭ وباللہ التوفیق

اللّٰھم صلِّ علٰی محمدٍ و علٰی آلِ محمدٍ و بارک و سلّم

نیا کپڑا پہننے کے وقت کی دعا

ابو سعیدؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تھے۔ مثلاً پگڑی یا کرتہ یا چادر تو اس کا نام لے کر یوں دعا مانگتے۔ اللّٰھم لک الحمد کما کسوتنیہ اسئلک خیرہ وخیر ما صنع لہٗ واعوذبک من شرہ وشر ما صنع لہٗ کہ اے اللہ تیرے لئے سب تعریفیں ہیں۔ تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے۔ میں تجھ سے اس کپڑے کی بھلائی۔ اور وہ بھلی اغراض جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔ طلب کرتا ہوں۔ اور اس کپڑے کی برائی۔ اور وہ بری اغراض جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔ ان سے میں تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں ٭ (ترمذی)

تخلیقِ بے مثال ہیں حضرت رسولِ پاک

از جناب ایم عبد الغنی صاحب ثقہ بی۔ اے آنرز بھٹنڈا

قرآں کا خطّ و خال ہیں حضرت رسولِ پاک
مقصودِ ہر بلال ہیں حضرت رسولِ پاک

پروانۂ رسول ہے ہر فردِ حق شناس
اک شمع ذوالجلال ہیں حضرت رسولِ پاک

ہو جن کے سامنے مہِ کنعانؑ بھی داغدار
وہ بدرِ خوش جمال ہیں حضرت رسولِ پاک

روحانیت کے چرخ کے انجم ہیں انبیاؑ
خورشیدِ لازوال ہیں حضرت رسولِ پاک

معمورِ انبساط ہیں ایماں کے میکدے
اک عید کا ہلال ہیں حضرت رسولِ پاک

ہر سو سے کھچ کے آ گئے عرفاں کے تشنہ کام
کیا چشمۂ زلال ہیں حضرت رسولِ پاک

قوسین کا مقام میسّر ہوا جنہیں
وہ رمزِ اتصال ہیں حضرت رسولِ پاک

ہر بات لاجواب ہے ہر کام بے نظیر
گلدستۂ کمال ہیں حضرت رسولِ پاک

کفّار بھی یہ کہہ اٹھے بیساختہ ثقہؔ
تخلیقِ بے مثال ہیں حضرت رسولِ پاک

اسلام کے عالمگیر تمدن پر ایک نظر

دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا

(از جناب مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل مبلغ بلادِ عربیہ مقیم حیفا)

دُنیا پر مختلف انقلابات آئے۔ اور انسانی زندگی نے ارتقاء و تنزل کے مختلف دَور طے کئے۔ زمانہ قبل از تاریخ کے متعلق قیاسات اور اکتشافاتِ جدیدہ و آثارِ قدیمہ کی بنا پر متعدد نظریئے قائم کئے گئے۔ تاریخی زمانہ میں انسان ترقی و تہذیب۔ تمدن و علوم کی ارتقائی منازل طے کرتا ہُوا نظر آتا ہے۔ اس کے لباس۔ اس کی چال، رہائش زبان و لہجہ۔ طرزِ زندگی، طریقِ بود و باش اور افکار و خیالات میں تبدیلی ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اس کی درشتی آشتی سے اور وحشت و بربریت۔ باہمی لطف و مدارات سے بدلتی گئی۔ اور وُہ وحوش و درندوں کی مشابہت کے دائرہ سے نکلکر قدوسیوں اور ملائک کے زمرہ میں داخل ہوگیا۔ تنافر اور باہمی بغض و عداوت مٹ رہا ہے۔ اور انسان نہ صرف اپنے لئے بلکہ بنی نوع انسان کے لئے جینا سیکھ رہا ہے۔ اجتماعی زندگی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اگرچہ ہم اس حالت کو کامل تمدن نہ کہہ سکیں۔ مگر اس میں کوئی شُبہ نہیں۔ کہ تمدن کا پہلا زینہ ضرور ہے ؂

انسانوں نے شخصی بقا کے لئے مختلف حدُود مقرر کیں۔ جو کہ اعتقاد و فکر اور عمل ہر دو سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ انسانوں میں حواجز۔ روکیں اور موانع قائم ہوگئے۔ اور کشت و خون جاری ہوگیا۔ لیکن انسان مدنی الطبع ہے۔ تمدنی زندگی اس کی فطرت میں مرکوز ہے۔ اس لئے فطرت عارضی حالات پر غالب آئی۔ اور انسان پھر متمدن اور حیاتِ اجتماعی کا دلدادہ ہوگیا۔ مشیتِ ایزدی کا بھی یہی ارادہ تھا۔ اس لئے قدرت نے انسان کے فطری مطالبہ کے لئے طبعی سامانوں کے علاوہ ایک خاص انتظام فرمایا۔ اور وُہ یہ کہ تمدن صحیح کے قائم کرنے کے لئے حقیقی معلم یعنی انبیاء۔ اور اس کا نصاب تعلیم یعنی الہامی صحیفے نازل فرمائے ؂

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین و انزل معھم الکتٰب۔

پس نبیوں کی بعثت تفریق و شکستِ وحدت کے لئے نہیں۔ بلکہ حقیقی اور فطری اتفاق کے قائم کرنے کے لئے ہے اور ان کا وجود حقیقی تمدن کے قیام کا واحد ذریعہ ہے۔ ؎

گر بدُنیا نا بُدے ایں خیل پاک ؛ کارِ دیں ماندے سراسر ابترے

تمدن کے معنے

تمدن ایک وسیع لفظ ہے۔ عربی زبان میں کہتے ہیں۔ تمدّن فلان اے انتقل من الھمجیۃ الےٰ حالۃ الانس الظرف فلاں شخص متمدن ہوگیا۔ یعنی درندگی اور وحشیانہ زندگی سے الفت و محبت کی زندگی کی طرف منتقل ہوگیا۔ پس تمدن کے لفظی معنے اجتماعی زندگی کے ہیں۔ اسی لئے شہر کو جہاں بہت سے لوگ اکٹھے مل کر رہیں۔ ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ میں شریک ہوں۔ مدینہ کہتے ہیں۔ مدینۃ۔ مجتمع بیوت یزید عددھا علےٰ عدد بیوت القریۃ اور درحقیقت راحت و تکلیف کا صحیح احساس اجتماع سے ہی ہوتا ہے اور انسان خوشی اور غم کے موقعہ پر جمع ہو کر فطرت کی اس آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ شادی اور موت کے وقت دُنیا بھر میں لوگوں کا جمع ہوجانا اس دعوٰے کی زبردست دلیل ہے۔ غرض لفظ تمدن اپنے لغوی اور فطری شہادت کی بنا پر اجتماع کو چاہتا ہے۔ جہاں اجتماع نہیں۔ وہاں کوئی تمدن نہیں۔ اسلام چونکہ تمدنی مذہب ہے۔ اس لئے فرمایا۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام (الحدیث) اسلام میں رہبانیت۔ یعنی اجتماعی زندگی کو کلیتہً خیرباد کہہ دینا جائز نہیں ؂

تمدن کی اقسام

بیان مافوق سے تمدن کے فوائد۔ ضرورت اور تاریخ پر اجمالی نظر کرنے کے بعد جب دُنیا کے ادیان و اقوام کے تمدن پر غور کیا جائے تو معلُوم ہوگا۔ کہ تمدن کی چار قسمیں ہیں ؂

۱- خاندانی تمدن۔ جس کی حدُود نہایت محدُود اور دائرہ نہایت تنگ ہے۔ اس تمدن والے صرف اپنے ہی خاندان کے نفع و نقصان کو مدنظر رکھتے ہیں۔

۲- قومی تمدن۔ اس کا دائرہ اگرچہ وسیع ہوتا ہے۔ مگر صرف ایک خاص قوم تک۔ قومی افراد کی سود و بہبود ہی انتہائی مقصد ہوتا ہے ؂

۳- مُلکی تمدن۔ یہ تمدن اقلیمی حدود میں محدود ہوتا ہے۔ اہلِ ملک کو اپنے ہی ملک سے سروکار ہوتا ہے۔ اور وُہ ہر حالت میں اپنا فائدہ ہی مقدم رکھتے ہیں۔ دُوسرے ممالک تباہ ہوتے ہیں۔ تو ہوں ؂

۴- عالمگیر تمدن۔ یہ وُہ قسم ہے۔ جو خاندان۔ قوم اور ملک کی حدبندی سے بالاتر۔ اور ہر انسان کہلانے والے پر شامل ہے۔ دراصل تمدن کی یہی قسم ہے۔ جو دُنیا کی نجات کا ذریعہ اور انسان کی سچی خوشحالی کا طریق ہے ؂

نظامِ عالم میں ہر چیز تدریجی اور باترتیب ہے۔ بیج اُگتا ہے۔ شگوفہ نکلتا ہے۔ پتیاں نظر آتی ہیں۔ آہستہ آہستہ تناور درخت بن جاتا ہے۔ انسان کا بچہ کمزور و ناتوان ہوتا ہے۔ تدریجاً نشو و نما پاتا ہے۔ ایک دن آتا ہے۔ کہ شاہ زور نوجوان بن جاتا ہے۔ قدرت کے اس طریق کے مطابق ضروری تھا۔ کہ تمدن انسانی بھی رفتہ رفتہ منازلِ ترقی طے کرکے اوجِ کمال تک پہنچے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بظاہر انبیاء کی بعض تعلیمات میں اختلاف نظر آتا ہے۔ اور کئی نادان اس سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ وُہ انسان کی مختلف حالتوں میں ضرورت کے مطابق تعلیمی کورس تھے۔ بعض نبی ابتدائے آفرینش میں خاندانی تمدن کے علمبردار بن کے آئے۔ بعض نبی ملکی تمدن کے بانی قرار پائے۔ بعض نبی قومی تمدن کے جاری کرنے والے تھے۔ اور ان سب کے آخر وُہ نبی آیا۔ جو عالمگیر تمدن کا پیغامبر تھا۔ جس کا مقصد سب سے بلند۔ اور جس کا مقام سب سے بالاتر تھا۔ اسی لئے وُہ نبیوں کا خاتم قرار پایا۔ کیونکہ اس سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ ہاں وُہ مدنیت عالم کا مؤسس اور دُنیا کا حقیقی نجات دہندہ ہمارا پیارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی زندگی کے بعد بھی جس سرزمین میں سوتا ہے۔ اس کا نام مدینہ منورہ ہے۔ اس شہر کا نام یثرب تھا۔ مگر جب فخرِ موجودات اور قصرِ تمدن عالمگیری کے معمار کا نزول پر اجلال اس جا پر ہُوا۔ تو اسی دن سے اس کا نام مدینہ قرار پایا۔ تا آئندہ نسلوں کے لئے ایک اشارہ ہو۔ کہ محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آبادیوں کو ویران نہیں۔ بلکہ ویرانوں کو آباد کرنے آئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؂

اسلام اور دیگر مذاہب کا تمدن

موجودہ زمانہ میں خاندانی تمدن والے مذہب کی مثال شاید نہ مل سکے۔ کیونکہ جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہے۔ اسی طرح یہ مذہب باقی مذاہب میں منضم اور اس کا تمدن باقی بڑے تمدنوں میں مدغم ہوچکا ہے۔ لیکن مذاہبِ عالم میں باقی ہر سہ قسم کے تمدنوں کی مثالیں موجود ہیں۔ ہندُو دھرم ملکی تمدن کا حامی ہے۔ اور یہودیت و عیسائیت قومی تمدن کا نمونہ ہیں۔ اسلام عالمگیر تمدن کا علمبردار ہے ہمارے اس دعوٰے کا ثبوت مذہبی طور پر یہ ہے۔ کہ ہندُو آریہ ورت کے

سوا دیگر کسی ملک کے نبی پر ایمان نہیں لاتے۔ عیسائی اور یہودی صرف قومی نبیوں کو ہی مانتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک خدا تعالیٰ نے نسل اسرائیل کے علاوہ کسی قوم میں نبی نہیں بھیجا۔ لیکن مسلمان اللہ تعالیٰ کے ارشاد ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کے مطابق ہر ملک کے نبی اور ہر قوم کے رسولوں کو مانتا ہے۔ ان کی عزت کرتا ہے۔ اس ایک بات سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام کا نقطۂ نظر کس قدر وسیع اور عالمگیر ہے۔

اس جگہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ تمدن ظاہری انسان کے روحانی تاثرات اور دینی عقائد کا ہی نتیجہ ہے۔ اس لئے تمدن کے جانچنے کا صحیح معیار مذہبی تعالیم اور روحانی معتقدات کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا خصوصاً مذہب سے وابستہ تمدن کے لئے۔

میں ویدک دھرم اور یہودیت و عیسائیت کے تمدن کو ملکی تمدن یا قومی تمدن کہہ کر ان مذہبوں کی توہین نہیں کر رہا۔ بلکہ نظام قدرت کی طبعی ترتیب ذکر کر کے ان مذاہب کی توقیر بیان کر رہا ہوں۔ کیونکہ قدرت تدریج چاہتی ہے۔ اور خود ان مذاہب کے بانیوں نے اپنے مذہب اور تمدن کو عالمگیر قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی ساری دنیا کو اس کی طرف دعوت دی ہے۔ پس یہ توہین نہیں۔ بلکہ حقیقت کا بیان ہے۔ قانون قدرت میں اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے۔ بارش ہوتی ہے۔ پانی برستا ہے۔ قطرہ قطرہ جمع ہوتا ہے۔ ندی نالہ کے بعد دریا۔ دریا کے بعد سمندر کی صورت میں جمع ہو جاتا ہے۔

خاندانی تمدن والے مذہب کی مثال مقامی بارش کی مثال ہے۔ اور ویدک دھرم و عیسائیت وغیرہ چھوٹے بڑے دریا کی مانند ہیں۔ اور اسلام کی مثال بحر بے پایاں کی ہے۔ انسانی دنیا کے لئے سمندر سے بڑھ کر پانی کا کوئی بڑا مجموعہ نہیں۔ اسی لئے قرآن پاک کامل شریعت ہے جس طرح سمندر کے بخارات سے ہی بادل بنتے اور بارشیں برستی ہیں۔ اسی طرح اب آئندہ کی تمام روحانی بارشیں، قرآنی سمندر کے ہی اثرات ہونگی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

خوش آئند مستقبل کی پیش گوئی

جمادات۔ نباتات۔ حیوانات علی الترتیب انسان کا جزو بن جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ چھوٹے نالے دریا میں۔ اور دریا آخر سمندر میں فنا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ پانی کی نہایت ہے۔ اسی طرح لازمی ہے۔ کہ خاندانی تمدن۔ ملکی تمدن۔ قومی تمدن۔ آخر ایک دن عالمگیر تمدن میں جذب ہو جائے۔ اسلام روز اوّل سے ہی قوموں کو جذب کر رہا ہے۔ اور باوجود ہر قسم کی روکاوٹوں کے بڑھ رہا ہے۔ اور الٰہی نوشتوں کے مطابق مسیح موعود کا زمانہ عالمگیر تمدن کے عالمگیر جذب کا زمانہ ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریباً نصف صدی پیشتر حالات کے ناساز گار ہونے کے باوجود۔ اہل دنیا کی آراء کے خلاف۔ مسلمان کہلانے والوں کی مردنی کے ہوتے ہوئے پیشگوئی فرمائی کہ:۔

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ عیسٰی کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بد ظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دینگے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"! (تذکرۃ الشہادتین)

کوتہ اندیش نگاہیں تعجب کریں گی۔ مگر یہ خدا کا نوشتہ ہے۔ اور نظام عالم کا طبعی اقتضاء۔ جو آہستہ آہستہ ضرور اپنے وقت پر پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اب تو اہل مغرب بھی اس حقیقت کا اقرار کر رہے ہیں۔ ایک مسیحی اخبار لکھتا ہے:۔

"قد اکد کبیر کتاب الانکلیز فی ھذا العصر وھو برنارد شو فی احدی المجلات البریطانیۃ الشھیرۃ انہ لن یمضی مائۃ عام حتی تکون اوربا وبخاصۃ انکلترا قد استیقنت من ملائمۃ الاسلام للحضارۃ الصحیحۃ"

(جریدہ فلسطین۔ یافا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۲ء)

یعنی موجودہ زمانہ کے بہت بڑے انگریز مصنف برنارڈ شو نے انگلستان کے ایک مشہور رسالہ میں بتاکید لکھا ہے۔ کہ ایک سو سال کے اندر اندر یورپ خصوصاً انگلستان اس بات کا پختہ یقین کر لے گا۔ کہ اسلام ہی صحیح تمدن کے مناسب اور اس کا حامل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے۔
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار۔
آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی۔ مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

عربوں کا تمدن اور آنحضرتؐ کی بعثت

اہل عرب پر کامل تاریکی تھی۔ اخلاقی گراوٹ آخری درجہ پر پہنچ چکی تھی۔ دین و دیانت کا نام و نشان نہ تھا۔ عرب کو ایرانی و رومانی تہذیب سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ غرض تمدن مفقود اور درندوں کی زندگی کا پورا نمونہ تھا۔ اس ہولناک تاریکی کا تصور تو کرو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت کے وقت خطۂ عرب پر چھا رہی تھی۔ پھر اس ظلمت کا خیال کرو۔ جو روئے زمین پر حکومت کر رہی تھی۔ تمدن اور مذہب کے نام پر ہر جگہ ظلم ہو رہے تھے۔ کہ وادی بطحا و سرزمین مکہ سے آفتاب صداقت کا طلوع ہوا۔ اور اس نے ظلمت کے بادلوں کو دور کر دیا۔ ۲۳ سال کی جانکاہ کوششوں۔ شبانہ روز مساعی دن رات کی تربیت روحانی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ قعر مذلت میں گری ہوئی قوم بام رفعت پر پہونچ گئی۔ اور اس کا تمدن دنیا بھر کے لئے اسوہ قرار پایا۔ اور اونٹوں کے چرواہے حکمت و فلسفہ۔ دلیل و برہان۔ اور پاکیزگی و طہارت میں ساری قوموں کے معلم قرار پائے۔ چند ہی سالوں میں وہ عظیم الشان تغیر برپا ہوا۔ کہ تاریخ اس کی نظیر لانے سے قاصر اور عقل اس کی تہ تک رسائی سے عاجز۔ درحقیقت یہ قدرت الٰہی کا ایک زبردست معجزہ تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ دنیا کی بگڑی بنا دی۔ اور نہ ہلنے والی چٹان کی طرح مضبوط تمدن، عالمگیر تمدن قائم کر دیا۔ اور صدیوں کے گرے ہوؤں کو اٹھایا۔ اسیروں کو رستگاری بخشی۔ ان کی قیود و سلاسل کو کیسر کاٹ دیا۔ یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم

عربوں کا متمدن ہو جانا۔ اسلامی تمدن کا ربع مسکون پر چھا جانا۔ اور قیصر و کسریٰ کے تمدن کا مغلوب ہو جانا عقلمند کی نظر میں ایک زبردست دلیل ہے۔ کہ اسلامی تمدن ہی عالمگیر تمدن ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہی عالمگیر تمدن کے قائم کرنے والے ہیں۔

اہل دنیا کا موجودہ تمدن

تمدن انسانوں کی اجتماعی زندگی کا نام ہے۔ لیکن ہر اجتماع کے لئے قواعد و اصول ہوتے ہیں۔ جو اس اجتماع کو مفید اور خوشگوار بنا سکیں۔ ایک خاندان کے اجتماع سے لے کر حکومتوں کے نظام تک دیکھ جاؤ۔ سب جگہ قواعد و قوانین ہونگے۔ اسی بنا پر تمدن کے قواعد ہونے ضروری ہیں۔ موجودہ حالت میں دنیا عجیب کشمکش میں مبتلا ہے۔ مشرق و مغرب کے تمدن میں بعد المشرقین نظر آتا ہے۔ وہ باتیں جنہیں یورپ و امریکہ عین تہذیب اور تمدن کی جان قرار دیتا ہے۔ مشرقی دنیا میں بے حیائی اور ننگ عار سمجھی جاتی ہیں۔ اور اہل مشرق جن امور کو تمدن صحیح کی بنیاد بتاتے ہیں۔ مغرب ان پر ہنستا۔ اور جاہلیت کی یادگاریں کہتا ہے کل حزب بما لدیھم فرحون۔ قوموں کی جنگ ہے۔ ہر قوم دوسری کو نگل جانا چاہتی ہے۔ مغربی دنیا سے دو تحریکیں۔ خطرناک تحریکیں پیدا ہوئی ہیں۔ اور دونوں ہی موجودہ غلط تمدن کا ثمرہ ہیں:۔

۱۔ تحریک استعمار۔ مغربی ممالک دنیا کو ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ اور ہر ممکن حیلہ سے اپنا تسلط۔ اور جابرانہ قبضہ قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ مشرقی ملکوں کو اپنے زیر عبودیت کے نیچے کچلنے پر کمر بستہ ہیں۔ یہ مستعمرانہ تحریک ایک اژدہا ہے۔ جو دنیا کے تمدن کو نگل رہا ہے۔ اور خدا کی آزاد مخلوق کو غلامی کے جوئے تلے رکھنے پر تلا بیٹھا ہے۔ اس تحریک کا لازمی نتیجہ جنگ و خونریزی اور کشت و خون ہے۔

۲۔ بالشویکی تحریک۔ یہ تحریک بھی ایک خطرناک تحریک ہے۔ اور دراصل مستعمرین کے مظالم اور مالداروں کے بے جا دباؤ کا نتیجہ ہے لیکن اب اس کا مقصد نظام عالم کو درہم برہم کرنا ہے۔ بظاہر یہ تحریک عمال۔ یعنی مزدوروں کی حقوق رسی کے لئے بتائی جاتی ہے۔ مگر یہ بھی براہ راست تمدن کو برباد کرنے والی ہے۔ حقیقتاً یہ دونوں تحریکیں غلط تمدن۔ اور ناجائز طریق کار کا نتیجہ ہیں۔ اور مغربی تمدن کی دو نہائتیں ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ بالشویکی تحریک قومی تمدن کا رنگ لئے ہوئی ہے۔ اور استعماری تحریک۔ ملکی تمدن میں رنگین۔ لیکن اب زمانہ عالمگیر تمدن کا ہے۔ نہ کہ ملکی تمدن یا قومی تمدن کا۔ اور عنقریب دنیا

دیکھے گی۔ کہ کس طرح مختلف حادثات کے بعد آخر دانشمند خدا کے دین اسلام اور عالمگیر تمدن کی طرف جھکتے ہیں:۔

اسلامی تمدن کی بنیاد

جب تک قومیں برہمن اور اچھوت۔ اسرائیلی اور غیر اسرائیلی گورے اور کالے۔ مشرقی اور مغربی کی ناجائز تفریق اور غلط تمیز سے دست کش نہ ہونگی۔ دُنیا میں صحیح امن قائم نہیں ہو سکتا۔ وُہ زمانہ گزر گیا۔ جب کہ ہندو بیرون ہند کے لوگوں کو محض آریہ ورت سے باہر پیدا ہونے کی وجہ سے ناپاک اور ملیچھ کہا کرتے تھے۔ اور اچھوتوں کو دھتکارا کرتے تھے۔ اسلامی تمدن کی ہوائیں ان کو اس باطل خیال سے منع کر رہی ہیں۔ اور زمانے کے تھپیڑے ان کو بتلا رہے ہیں کہ سب انسان بحیثیت انسان بھائی بھائی ہیں۔ اب اچھوتوں کو گلے لگانا پڑے گا۔ اور مندروں کے دروازے آج نہیں۔ تو کل ان کے لئے کھولنے پڑیں گے:۔

یہود و عیسائی بھی اب انسانیت کے دائرہ میں اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کی تمیز کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ گوروں اور کالوں کے گرجے الگ الگ دیر تک قائم نہیں رہ سکتے۔ اب دُنیا میں صرف اسلامی تمدن ہی قائم ہوگا جس کی بنیاد دو ستونوں پر ہے۔ اول توحید الٰہی۔ دُوسرا مساوات انسانی:۔

خدا کی توحید کامل کا اقرار کئے بغیر صحیح تمدن قائم نہیں ہو سکتا کیونکہ عالمگیر تمدن کے لئے ضروری ہے۔ کہ میں سب انسانوں کو بلحاظ انسان اپنے جیسا سمجھوں۔ اور یہ بات یزدان واہرمن) ۳۳۔ کروڑ دیوتاؤں۔ تین خداؤں کے قائل کے دل میں پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ ظاہر داری کرے۔ تو اور بات ہے۔ مگر بناوٹ دیرپا نہیں ہو سکتی۔ جب انسان صدق دل سے ایک خدا۔ ایک خالق۔ ایک رب العالمین کا اعتراف کرتا ہے۔ تو وُہ عیسائی و موسائی۔ آریہ و برہمو۔ مغربی و مشرقی کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ اور سب کو اپنے رب کی مخلوق جان کر اُن سے محبت کرنا فرض جانتا ہے۔ سب سے ہمدردی کرتا ہے۔ رواداری اختیار کرتا ہے کسی انسان کو ناجائز تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ مسئلۂ توحید درحقیقت عالمگیر تمدن کی روح رواں ہے۔ اور چونکہ اسلام نے ہی کامل توحید پیش کی ہے۔ اس لئے اسی کا حق تھا۔ کہ عالمگیر تمدن بھی پیش کرتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا:۔

مساواتِ انسانی اسلام کا خاص امتیازی عقیدہ ہے۔ انسانوں میں انسانی مساوات ہے۔ مومنوں میں ایمانی مساوات۔ گویا اصولی اور فطری مساوات کے بعد اعمال صالحہ میں مسابقت کا دروازہ کھلا رکھا۔ ایک آریہ جب اپاہج۔ بھوکے اور تکلیف زدہ انسان۔ اور اس کے نوزائیدہ بچہ کو دیکھ کر کہے گا۔ کہ میرے گزشتہ جنم کے اعمال اچھے تھے۔ میں آرام میں ہوں۔ یہ شخص بدکار تھا۔ اور یہ بچہ بھی گنہگار تھا۔ تو اسے اس شخص پر رحم نہ آئے گا۔ اور نہ بچہ کی محبت پیدا ہوگی۔ کیونکہ وُہ فطری مساوات کا قائل نہیں۔ یہودی غیر اسرائیلی کو پیدائشی ناپاک کہتا ہے۔ عیسائی بھی رحمتِ الٰہی اسرائیلی کے لئے مختص بتاتا ہے مگر ایک مسلم ہر بچہ کو پیدائشی پاک اور مساوی مانتا ہے۔ مولود کی تکلیف کو بھی اس کے گزشتہ گناہ کی سزا نہیں۔ بلکہ عارضی چیز سمجھتا ہے۔ اور اس کی مدد کرنا اپنا فرض اور خدا کا حکم مانتا ہے:۔

پھر عملی طور پر بھی اسلام نے مساوات قائم کی ہے۔ اسلام میں قومیت۔ ملک اور رنگت وغیرہ کوئی وجہ تفریق نہیں۔ سب مسلمان یکساں ہیں۔ نماز میں ہوں۔ یا حج میں۔ ہر مقام پر خدا ایک۔ اور اس کے سب بندے بھائی بھائی ہیں۔ اس محکم بنیاد کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الحجرات) اے روئے زمین کے سب لوگو! میں ایک ہی خدا تم سب کا پیدا کنندہ ہُوں اور تم سب مرد و عورت سے پیدا ہوئے ہو۔ قبائل اور گروہ صرف شناخت کے لئے ہیں۔ ہاں خدا کے ہاں دینی طور پر وُہی معزز ہوگا۔ جو زیادہ تقوےٰ شعار ہوگا۔ یعنی سب لوگوں کا خالق ایک۔ طریق پیدائش ایک۔ طریق ترقی یکساں طور پر سب کے لئے کھُلا ہے۔ تم سب ایک ہی درخت کی شاخیں۔ ایک ہی سمندر کے قطرے اور ایک ہی آسمان کے درخشندہ ستارے ہو۔ تم نہ خود ذلیل ہو۔ نہ دوسروں کو ذلیل سمجھو۔ کیا ہی پاکیزہ اصل۔ اور کتنی محکم بنیاد ہے۔ دُنیا۔ موجودہ دُنیا جس بات کی طلبگار ہے۔ وُہ عالمگیر تمدن ہے۔ اور عالمگیر تمدن کی بنیاد یہ ہے۔ جس کی مثل کسی اور جگہ مل نہیں سکتی۔ پس اسلامی تمدن ہی عالمگیر تمدن ہے:۔

اسلامی تمدن کے چند اصول

میرا ارادہ تھا۔ کہ اس موضوع پر مفصل بحث کرتا۔ مگر اطلاع نہایت تنگ وقت پر ملی۔ اور اب ہوائی ڈاک میں ایک گھنٹہ کا وقفہ ہے۔ اس لئے اختصاراً بعض اصول کی طرف اشارہ کر دیتا ہوں۔

اوّل۔ حریّتِ ضمیر۔ آزادیٔ رائے۔ فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین:۔

دوم۔ امن کی حفاظتِ تامہ۔ اسی لئے شریعت نے چار مہینوں کو اشہر الحرم قرار دیا۔ فرمایا۔ منھا اربعۃ حرم:۔

سوم۔ قانون مکمل موجود ہو۔ الیوم اکملت لکم دینکم:۔

چہارم:۔ نیت کی پاکیزگی۔ اور قلبی طہارت پر بھی خاص زور دیا جائے۔ اعمال کی فلاسفی بتائی جائے۔ فرمایا۔ وذروا ظاھر الاثم وباطنہ۔

پنجم۔ تعلیم عام اور لازمی ہو۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ

ششم۔ غیر مسلموں سے کامل رواداری اختیار کی جائے فرمایا۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔ فیسبوا اللہ عدوًا:۔

ہفتم۔ عصمت انبیاء۔ اگر نبی کا پیرو نبی کو معصوم نہ مانے۔ تو اُس کے دل سے بدی کی جڑ نہیں کٹ سکتی۔ اور وُہ اپنی بدیوں پر نبی کو سند پکڑے گا۔ اس لئے قلبی طہارت کے لئے عصمت انبیاء کا عقیدہ ازبس ضروری ہے۔ فرمایا ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ:۔

ہشتم۔ معافی اور سزا کی غرض اصلاح ہو۔ فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ۔

نہم۔ قانون کا پُورا احترام ہو۔ بے رو رعایت فیصلے کئے جائیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لو سرقت فاطمۃ بنت محمد لقطعت یدھا:۔

دہم۔ حقدار کو معاف کرنے کی ترغیب دی جائے۔ فمن عفی لہ من اخیہ شیئ الآیہ۔ لیکن مجرم کو فیصلہ کے بعد سزا دینے میں نرمی نہ کی جائے۔ لا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ:۔

خلاصۂ بیان

غرض عالمگیر تمدن صرف اسلام نے پیش کیا۔ اور اسلامی تمدن۔ اور اس کی بنیاد پر ہی دُنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ جنگوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ قومیت۔ وطنیت کے تنگ خیالات کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی سب انسانوں کے لئے نمونہ ہے۔ اور آپ نے ہی صحیح تمدن قائم کیا۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اسلامی تمدن ہی مستقبل کا تمدن ہوگا۔ اسلامی شریعت ہی آئندہ نسلوں کا دستور العمل مبارک وُہ جو اس جاہ و جلال کے نبی محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرے۔ اور دین و دُنیا کی بہتری سے بہرہ مند ہو:۔

؎ اگر خواہی نجات از مستی نفس
بیا در ذیل مستان محمدؐ

اللّٰھم اجعلنا منھم صلی اللہ علی النبی وعلیٰ آلہٖ ولاسیما علی المسیح الموعود وسلّم تسلیمًا کثیرًا۔

فقر و فاقہ کی حالت میں کیا کرنا چاہیئے

ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص فقر و فاقہ میں گرفتار ہو۔ اگر وُہ اپنی ضرورت لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ تو اس کا فقر و فاقہ دُور نہ ہوگا۔ اور جو شخص اللہ کے حضور پیش کرے۔ تو بہت امید ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جلد یا بدیر اپنا رزق اس کو عطا فرمائے:۔ (ابوداؤد)

دُرِّ یتیم

از پیر محمد عبداللہ صاحب تمار قادیان
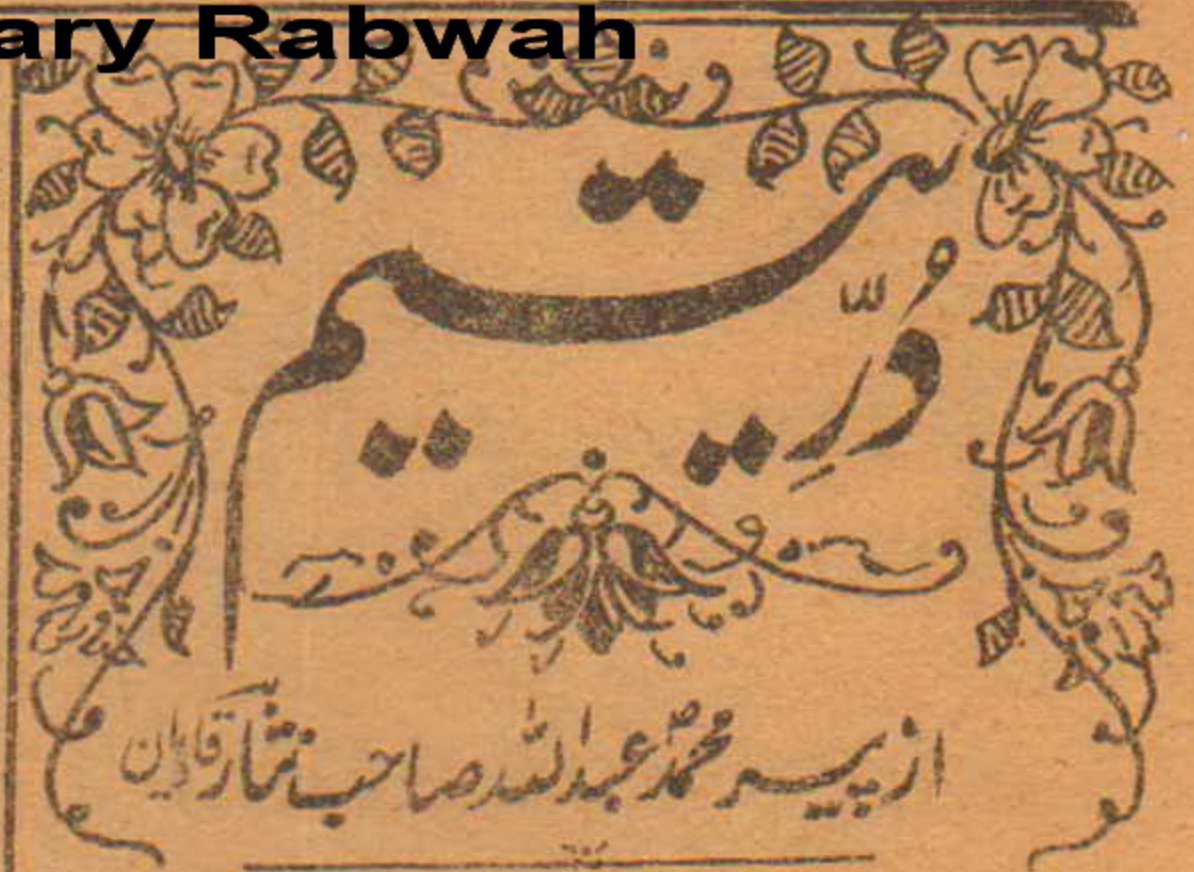
جذبات کے لحاظ سے انسان وہی ہے۔ جو آج سے کئی سو برس قبل تھا۔ اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے ذیل کا واقعہ قلم بند کیا ہے۔ قصہ تو تواریخ میں مذکور ہے۔ لیکن میں نے علم النفس کی روشنی میں اس کی تفاصیل کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک دفعہ عرب میں سخت قحط پڑا۔ عرب کی سنگلاخ زمین بجائے روئیدگی کے شرارے اگلتی تھی۔ آسمان بجائے بارش کے انگارے برساتا تھا۔ سب سے زیادہ درماندہ حالت بنی سعد قبیلہ کی ہوئی۔ بارش نہ ہونے کے باعث ان کے باغات اُجڑ گئے۔ اُن کی کھیتیاں ویران ہوگئیں۔ آخر جب ان کے صبر و شکیب کا پیالہ لبریز ہوگیا۔ تو ایک رات قبیلہ کی عورتوں نے فیصلہ کیا۔ کہ وُہ شہر مکہ میں جائیں۔ اور اپنے دستور کے مطابق امیروں کے نوزائیدہ بچے لے آئیں۔ شائد اس طرح ان کے لئے قوت لایموت کا سامان ہو جائے۔ صبح کے وقت قبیلہ کی کچھ عورتیں خیموں سے باہر جمع ہوئیں۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئیں۔ اونٹوں کی قطار چل پڑی۔ سب سے پیچھے ایک لاغر نحیف اور کمزور اونٹنی جس کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ جارہی تھی۔ اس کی مالکہ ایک نیک بخت خاتون ایک مادہ خر پر سوار تھی۔ جو بھوک پیاس سے اس قدر کمزور تھی۔ کہ چلنا اس کے لئے سخت دشوار تھا۔ اس خاتون کی گود میں ایک چھوٹا بچہ تھا۔ اور اس کا خاوند اس کے ساتھ تھا۔ وُہ سوچتی تھی۔ اگر مجھے کوئی بچہ نہ ملا۔ تو پھر کیا ہوگا۔ پھر خیال کرتی۔ خدا ضرور میری مدد کرے گا۔ مجھے اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

سواری کے جانور کے کمزور ہونے کی وجہ سے وُہ قافلہ سے بہت پیچھے رہ گئی۔ اور شہر میں قافلہ کے بہت بعد پہونچی۔ اس اثنا میں تمام بچے تقسیم ہو چکے تھے۔ اور کسی امیر کا بچہ اس کے لئے باقی نہ رہ گیا تھا۔ یہ غریب۔ نیک بخت عورت۔ حیران و پریشان درماندہ تکان سے چور ایک کھجور کے درخت تلے آئی۔ اور وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔ خاوند کو اسباب کے پاس چھوڑ کر قسمت آزمائی کے لئے شہر میں چلی گئی۔

ایک خاموش لیکن بابرکت گھر میں جو کہ غربت کا مسکن تھا ایک عورت اپنے نوزائیدہ بچے کو گود میں لئے اس کا منہ تک رہی تھی۔ وُہ سوچتی اس بچہ کا باپ اور میرا شوہر فوت ہو چکا ہے۔ میں کس برتے پر اسے کسی دایہ کے حوالے کردں۔ آج تمام دائیاں امراء کے بچے لے گئیں۔ لیکن میرے بچہ کی طرف کسی نے ہاتھ نہ بڑھایا

وُہ انہی خیالات میں محو تھی۔ کہ یکایک دروازہ پر دستک ہوئی۔ اور ایک غریب صورت عورت اندر آگئی۔ یہ وہی نیک بخت عورت تھی جس کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے۔ وُہ گھر بہ گھر پھری۔ لیکن کوئی بچہ اُسے نہ ملا۔ آخر نا امیدی کی حالت میں وُہ اس گھر میں آئی۔

جونہی اس کی نظر بچہ پر پڑی۔ جو ماں کی گود میں پڑا تھا۔ وُہ خوشی سے آگے بڑھی۔ اور بچہ کو گود میں اُٹھا لیا۔ بچہ نے آنکھیں کھول دیں۔ گود میں اُٹھانے والی دایہ کا رنگ زرد تھا۔ فاقوں کے مارے اس کا دودھ سوکھ چکا تھا۔ اس کا اپنا بچہ بھوک کے مارے بلبلا رہا تھا۔ لیکن اچانک اُسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ دودھ اس کی چھاتیوں میں ایک آبشار کی طرح اُتر آیا ہے۔ اس نیک بخت عورت نے بچہ کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور اس نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ اس وقت دایا کے اپنے بچہ کو بھی پیٹ بھر کر دودھ پینے کو مل گیا۔ دایا نے بچہ کو ماں کی گود میں رکھدیا۔ اور دوسرے دن پھر آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ اُس دن وُہ اپنے اندر ایک خاص خوشی محسوس کر رہی تھی۔ اور اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی فرشتہ نے مسرت و شادمانی سے اس کا سینہ بھر دیا ہے۔

وُہ اپنے ڈیرے پر آئی۔ جہاں اس کا خاوند بھوک سے بے تاب ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اس نے بے بسی کی نظر سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ بیوی اپنے خاوند کی دلی حالت بھانپ گئی اس نے کہا۔ شہر میں صرف ایک ہی بچہ رہ گیا ہے۔ لیکن وُہ یتیم ہے اور اس کی ماں ہماری طرح غریب ہے۔ خاوند کے دل سے ایک سوز بھری آہ نکلی۔ اور وُہ خاموش ہوگیا۔

آخر فلاکت زدہ بڈھے نے بے تابانہ اپنی انگلیاں اونٹنی کے خشک تھنوں پر رکھدیں۔ مگر وُہ یہ دیکھکر حیران رہ گیا۔ کہ تھن یکایک دودھ سے پھول گئے۔ اور ان میں سے ابرق جیسی سفید دودھ کی دھار رواں ہوگئی۔ وُہ خوشی کے مارے دیوانہ سا ہوگیا۔ اور حیرت زدہ ہو کر اس نے ایک چیخ ماری۔

اس شب انہوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ اور وُہ پہلی رات تھی۔ کہ جس کی ظلمت نے ان کو چین کی نیند سلا دیا۔ تھکا ماندہ بوڑھا اپنی اونٹنی کے سہارے لیٹا ہوا تھا۔ کہ یکایک ایک سنہری ستارہ آسمان سے ٹوٹا اور اسکے خوابوں کی دُنیا پر چھا گیا۔ صبح جب بیدار ہوا۔ تو چلّا اُٹھا۔ اے نیک بخت بیوی! وُہ بچہ جو تو نے دیکھا ہے۔ یقیناً برکت والا اور مقدس ہے۔ وُہ نیک بخت عورت اُٹھی۔ اور اس دُرِّ نایاب کو لے آئی۔ کھجور کا درخت جس کے نیچے اس کا ڈیرا تھا۔ خوشی اور مسرت سے جھومنے لگا۔ اور اس کے پتوں میں سے ایک ایسا دل آویز نغمہ پیدا ہوا۔ کہ صحراء کے ذرات بھی اس کے ساز پر رقص کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کائنات کا ہر ذرہ اس عورت کی نگاہ انتخاب پر رشک کھا رہا ہے۔ اور آگے بڑھکر چاہتا ہے۔ کہ اس خوبصورت بچے پر نچھاور ہو جائے۔ وُہ سواری کا جانور جس کے لئے قدم اُٹھانا دوبھر تھا۔ سبک رفتار گھوڑے کی مانند ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ سب کے سب قافلہ والے حیران رہ گئے۔ کہ اس میں کہاں سے اتنی طاقت آگئی ہے۔

یہ بچہ ان کے لئے بے حد بابرکت ثابت ہوا۔ اُن کی کھیتیاں ہری بھری ہوگئیں۔ ان کے درختوں پر کھجوروں کے خوشے بہت زیادہ لگنے لگے۔ ان کی بکریاں بہت زیادہ دودھ دینے لگ گئیں۔ یہ تو فوری برکات تھیں۔ بعد میں جو کچھ حاصل ہوا۔ وُہ تو حدِ حساب سے باہر ہے۔

یہ نیک بخت خاتون حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور یہ بچہ جو اُن کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوا۔ ہمارا پیارا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا:۔

اِسلام اور بانیٔ اسلام غیر مُسلموں کی نظر میں

مرسلہ ابو اسمٰعیل صاحب از ننکانہ

۱۔ "جس وقت تمام یورپ پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس وقت ایک روشن و چمکدار تارہ مشرق کے آسمان پر چمکا۔ اس نے نہ صرف ساری دنیا کو روشن کردیا بلکہ تمام مصیبت زدہ مخلوق کو آرام و راحت پہونچائی۔ اسلام ان مذاہب میں نہیں۔ جو جھوٹے کہے جا سکتے ہیں۔ اگر ہندو احترام کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کریں۔ تو یقیناً وُہ بھی میری طرح اس کا احترام کرنے لگیں گے"

(گاندھی جی)

۲۔ "یہ امر حضرت محمد (صلعم) کی صداقت کا بڑے زور سے مؤید ہے۔ کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ وُہ راستباز لوگ تھے۔ بلکہ آپ کے محرم راز دوست یا آپ کے خاندان کے لوگ تھے۔ جو آپ کی پرائیویٹ زندگی سے کامل آگاہی رکھتے تھے۔ اور وُہ اس اختلاف سے بے خبر نہ تھے۔ جو ایک مفتری کی اندرونی و بیرونی حالت میں لازمی طور سے ہوتا ہے۔ بیشک میں یہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ آپ کے مذہب اسلام میں پرہیزگاری۔ خدا ترسی۔ ایسی کامل درجہ پر ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اخلاق انسانی کی ترقی کا باعث صرف اسلام ہی ہوا ہے" **(سر ولیم میور)**

۳۔ "پیغمبر اسلام ایک باعمل انسان اور بہت بڑے شہری تھے۔ انکی سچائی کی پیاس کو سوائے وحی الٰہی کے اور کوئی چیز نہ بجھا سکی۔ انہوں نے اپنی قوم کو اپنی زندگی میں مہمل فلسفہ کی تعلیم کبھی نہیں دی۔ بلکہ مصیبتوں اور دکھوں میں سینہ سپر رہنے کا اُصول انکی زندگی کا جزو بنا دیا۔ محمد (صلعم) نے ہمیشہ "تالیفِ قلوب (رواداری) کی تعلیم و تلقین کی ہے۔ اور وُہ ہمیشہ عالمگیر اتحاد کے حامی رہے ہیں"۔ **(سی پی رام سوامی آئر)**

۴۔ "یہ غلط ہے۔ کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی گئی۔ اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے۔ تو آج کوئی پھیلا کر دکھائے"۔ **(پروفیسر رام دیو)**

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں

اسلام زندہ مذہب ہے

از جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد دکن۔

جسمانی اور رُوحانی سلسلہ میں مشابہت

خُدا تعالےٰ نے جو رب العالمین ہے۔ جب سے دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ انسان کی جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ روحانی پرورش کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہے۔ اور یہ دونوں سلسلے تا قیامت جاری رہیں گے۔

خدا تعالےٰ کا یہ قانون ہم ہر روز دیکھتے ہیں۔ کہ دن کے بعد رات آتی ہے۔ اور رات کے بعد دن اور یہ کہ رات کی تاریکی ہرگز دور نہیں ہو سکتی۔ جب تک خدا تعالےٰ کی طرف سے آفتاب طلوع نہ ہو۔ اور انسان گو آنکھیں رکھتا ہے۔ لیکن پھر بھی وُہ رات کی تاریکی میں کوئی کام نہیں دے سکتیں۔ جب تک کسی قسم کی روشنی نہ ہو۔

اسی طرح خدا تعالےٰ کا یہ قانون بھی ہے۔ کہ انسان جو خصوصاً روحانیت کے حصُول کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وُہ روحانی تاریکی یعنی گمراہی سے نکل کر ہرگز صراطِ مستقیم پر نہیں آسکتا۔ جب تک خدا تعالےٰ کی طرف سے رُوحانی آفتاب یعنی نبی۔ رسول۔ یا ربانی مُصلح مبعوث نہ ہو گو وُہ عقل رکھتا ہے۔ پھر بھی نبی کی تعلیم یعنی روحانی آفتاب کی روشنی کا محتاج ہوتا ہے۔ جس طرح آنکھ دُنیاوی آفتاب کی روشنی کی محتاج ہے۔ اسی لئے دُنیا میں ایسی کوئی قوم نہیں گزری۔ جو روحانی تاریکی۔ یعنی گمراہی میں مبتلا ہو۔ اور اس کی اصلاح کے لئے روحانی آفتاب۔ یعنی نبی۔ رسول۔ یا مصلح ربانی مبعوث نہ کیا گیا ہو۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں خود فرماتا ہے۔ وان من امۃٍ الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی دُنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری۔ جس میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ نبی روحانی آفتاب ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن شریف میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سراجاً منیراً کے خطاب سے ظاہر ہے۔

پھر یہ بات بھی خُوب یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ کا یہ قانون نہیں۔ کہ جب کبھی کسی قوم میں ایک بار کوئی نبی مبعوث کر دیا۔ تو پھر اس کو ہمیشہ کے لئے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد رفتہ رفتہ دُنیا میں تاریکی پھیلتی جاتی ہے۔ اور آخر وُہ وقت آجاتا ہے۔ جب آفتاب پھر طلوع کیا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی آفتاب یعنی نبی رسول۔ یا ربانی مصلح کی وفات کے بعد دُنیا میں رفتہ رفتہ گمراہی پھیلتی جاتی ہے۔ اور آخر وُہ وقت آجاتا ہے۔ کہ پھر اس کی اصلاح کے لئے روحانی آفتاب نمودار کیا جائے۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ثم ارسلنا رسلنا تترا کلما جاء امۃ رسولھا کذبوہ۔ یعنی پھر ہم یکے بعد دیگرے رسول بھیجتے رہے۔ مگر جب کبھی کسی قوم میں رسول آیا۔ تو انہوں نے اُس کی تکذیب کی۔

ہر ایک قوم میں جب کوئی رسول آتا ہے۔ تو اس کی تکذیب کی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ان میں روحانی تاریکی یعنی گمراہی پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے وُہ اپنے غلط خیالات پر نہ صرف اڑے رہتے ہیں بلکہ مخالفت اور تکذیب کرتے ہیں۔ مگر ان میں سے جو سعید الفطرت لوگ ہوں۔ وُہ رفتہ رفتہ مانتے چلے جاتے ہیں۔ دُنیا کے تمام مذاہب میں یہی سلسلہ جاری رہا۔

زندہ اور مُردہ مذہب

خدا تعالےٰ نے ہر ایک مذہب کی بنیاد ایک نبی کے ذریعہ قائم کی۔ پھر اُس نبی کی وفات کے بعد اس کے قائم کردہ سلسلہ کو خدا تعالےٰ نے جب تک زندہ رکھنا مناسب سمجھا۔ اس کی حفاظت کے لئے اپنی طرف سے خلیفے یعنی اُس نبی کے جانشین مبعوث فرمائے۔ اور جب وُہ وقت آتا ہے۔ کہ یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ تو خدا تعالےٰ اس میں کوئی ربانی مصلح مبعوث نہیں فرماتا۔ اس طرح اس مذہب کی ربانی حفاظت موقوف ہو جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وُہ مذہب مُردہ ہو جاتا ہے۔ اور تا قیامت اس میں کوئی ربانی مصلح مبعوث نہیں کیا جاتا۔ ایسے مردہ مذہب کا آخری سلسلہ بنی اسرائیل کا تھا۔ اس کے بانی حضرت موسےٰ علیہ السّلام جیسے عظیم الشان نبی تھے۔ اُن کے بعد ۱۳۰۰ سال تک ربانی خلیفوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور آخر میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر اس کا خاتمہ ہوگیا چونکہ اب یہ مذہب مُردہ ہوگیا اس لئے اس میں کسی ربانی مصلح کا ظہور نہیں ہوتا۔ اور نہ تا قیامت ہوگا۔

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

خدا تعالےٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دُنیا کے تمام انبیاء کا سردار بنایا۔ اور آپؐ کے ذریعہ جو مذہب دُنیا میں قائم کیا۔ وُہ تمام جہان کے لئے ایک کامل مذہب ہے۔ اسی لئے اُس کی حفاظت کے لئے خلفاء کا سلسلہ جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا جیسا کہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم (سورۂ نور آیت ۵۵) یعنی اللہ تعالےٰ ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور نیک عمل کئے۔ وعدہ کرتا ہے۔ کہ ضرور انہیں زمین میں خلیفے یعنی نبی کے جانشین بنائے گا۔ جیسا کہ ان لوگوں کو جانشین بنایا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ اور ان کے لئے ان کا وُہ دین مضبُوط کرے گا۔ جو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔

اسلام میں ایسے خلیفوں کا ظہُور کب ہوگا۔ اس کے متعلق حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابوداؤد) یعنی اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مبعوث کیا کریگا۔ جو ان کے لئے ان کا دین تازہ کرے گا۔ اس ارشاد کے مطابق ہر صدی کے شروع میں ایسے ربانی مصلحین کا ظہُور ہوتا رہا۔ اور کوئی وجہ نہیں۔ کہ آئندہ ان کا ظہُور بند ہو جائے۔

زندہ مذہب صرف اسلام ہے

پس اب دُنیا میں صرف اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ اس لئے کہ صرف اسلام ہی میں خدا تعالےٰ کے وعدہ۔ اور حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ربانی مصلحین کا سلسلہ جاری ہے۔

دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ ہر مذہب کی زندگی کی ایک علامت اس کی الہامی کتاب کی حفاظت ہے۔ جس مذہب کی الہامی کتاب محفوظ نہیں۔ وُہ مذہب بھی محفوظ نہیں۔ اس لحاظ سے بھی اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس کی الہامی کتاب ۱۳۵۰ سال سے محفوظ ہے اور تا قیامت محفوظ رہے گی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے خود اُس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ جیسا کہ وُہ فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ یعنی ہم نے ہی نازل کیا ہے قرآن کو۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اِسلام کی زندگی کے دو ثبوت

اس طرح اسلام کی دائمی زندگی کے دو عظیم الشان ثبوت ہیں۔

ایک تو یہ۔ کہ اس میں خداتعالےٰ نے ربانی خلیفوں کو مبعوث فرمانے کا دائمی سلسلہ جاری کیا۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی الہامی کتاب کی ربانی حفاظت بھی جاری ہے۔ اس کے مقابلہ میں دُنیا کے کسی مذہب میں نہ ربانی خلیفوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اور نہ ان کی الہامی کتاب ربانی حفاظت میں ہے۔ اور نہ ان کے متعلق کوئی ربانی وعدہ ہے۔ اسلام کی زندگی کے یہ ایسے عظیم الشان ثبوت ہیں جن کا انکار زبردست سے زبردست دشمن بھی نہیں کرسکتا *

مسلمانوں کی موجودہ حالت

خداتعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا۔ وَلَا تَفَرَّقُوْا۔ یعنی مضبوط پکڑو اللہ کی رسّی کو۔ اور تفرقہ مت کرو۔ جب تک مسلمان اس پر قائم رہے۔ اسلام کی شان وشوکت دُنیا میں ظاہر ہوتی رہی۔ مگر جب سے اس ربانی نصیحت کو فراموش کر گئے۔ ان میں تنزل شروع ہوگیا۔ اور غیر اقوام کا ان پر غلبہ ہوگیا۔ وہ ہر طرح سے ان کو ان کے دینی و دُنیاوی معاملات میں پریشان کر رہے ہیں۔ مگر مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے کیونکہ ان میں اتحاد واتفاق نہیں۔ ان حالات میں مسلم اخبارات بھی وقتاً فوقتاً اس رائے کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا ایک مرکز ہو۔ اور ایسا امیر ہو جس کی اطاعت سب پر واجب ہو۔ مگر جہاں مسلمانوں کے بیسیوں فرقے ہوں۔ وہاں کس فرقہ کے لیڈر کو دوسرے تمام فرقوں کے لوگ واجب الاطاعت تسلیم کریں گے۔ جب یہ ممکن نہیں۔ تو پھر کس طرح مسلمان ایسی پراگندہ حالت میں اپنے زبردست دشمن کا مقابلہ کرسکیں گے۔ اس کا صرف ایک ہی علاج ہے۔ جو خداتعالےٰ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے اور اس نے اپنی مخلوق کی اصلاح کا ذمہ بھی لیا ہوا ہے۔ چنانچہ ہمارے سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے لوگ کیسے وحشی تھے۔ جب کبھی ان میں کوئی اختلاف یا فساد پیدا ہوجاتے۔ تو وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوجاتے۔ اور نسلاً بعد نسل ان کی دُشمنی جاری رہتی مگر جب ایسی جاہل قوم نے کچھ مدت کی مخالفت کے بعد اپنے دل میں تبدیلی پیدا کرلی۔ اور خداتعالےٰ کے ربانی مصلح کو مان لیا۔ تو وہ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ دوست ہوگئے۔ اور ان کی اخلاقی اور روحانی حالت میں ایسی تبدیلی ہوگئی۔ کہ وہ خود تمام جہان کے مُصلح ہوگئے *

مُسلمانوں کی اصلاح کس طرح ہوسکتی ہے

اسی طرح خداتعالےٰ اس زمانہ کے مسلمانوں کی بھی اصلاح کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ خُداتعالےٰ کے حکم کے مطابق اپنے دل میں تبدیلی پیدا کریں۔ اور اس زمانہ میں جو ربانی مصلح خداتعالےٰ کی آیت استخلاف کے مطابق۔ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق مبعوث ہؤا ہے۔ اسے مان لیں۔ اور اس کی تعلیم کے مطابق عمل کرکے دکھلیں۔ اس کے طفیل ان کی اخلاقی وروحانی حالت میں وہ عظیم الشان تبدیلی ہوگی۔ کہ وہ خود تمام جہان کے معلم ہوسکیں گے *

ربانی مصلح کی شناخت کے طریق

۱۔ نبی۔ رسول۔ اور ربانی مصلح کی شناخت کوئی مشکل امر نہیں۔ کیونکہ جس طرح دُنیاوی حکومت میں یہ ممکن نہیں۔ کہ کوئی شخص ایک بڑے درجہ کا عہدہ دار یا افسر ہونے کا جھوٹا دعوےٰ کرے۔ اور حکومت کے نام سے جھوٹے سرکاری فرمان جاری کرے۔ اگر کوئی ایسا کرے۔ تو حکومت اُسے فوراً گرفتار کرکے سخت سزا دیتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہرگز ممکن نہیں۔ کہ دینی حکومت میں کوئی شخص خدا کا نبی۔ رسول۔ اور ربانی مصلح ہونے کا جھوٹا دعوےٰ کرے۔ خدا کے نام سے جھوٹے الہامات شائع کرے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے۔ تو خداتعالےٰ کی گرفت میں آجاتا ہے۔ اور وہ قرآن شریف توریت وانجیل کے قانون کے مطابق ہلاک کیا جاتا ہے *

۲۔ خداتعالےٰ کا یہ بھی قانون ہے۔ کہ نبوت کا جھوٹا مدعی۔ اور اس کا سلسلہ دُنیا میں ترقی حاصل نہیں کرسکتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ تباہ وبرباد کر دیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف سچا مدعی۔ اور اس کے سلسلہ کی خواہ تمام جہان مخالفت کرے۔ پھر بھی وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے *

۳۔ خداتعالےٰ کا یہ بھی قانون ہے۔ کہ وہ اپنا نبی۔ رسول اور مصلح اس وقت مبعوث فرماتا ہے۔ جب اس کی مخلوق راہ راست سے دُور ہوگئی ہو۔ اور اس کی اصلاح کی سخت ضرورت ہو *

۴۔ اسلام میں جو شخص ربانی مصلح ہونے کا مدعی ہو اس کا دعوےٰ اسی وقت قابلِ قبول ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ اس بات کا مدعی ہو۔ کہ وہ خداتعالےٰ کے وعدہ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عین مقررہ وقت پر مبعوث کیا گیا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے ثبوت ہیں۔ مگر اس وقت یہی پیش کئے جاتے ہیں *

موجودہ زمانہ کے مصلح اعظم کی صداقت

خُداتعالےٰ کا یہ اٹل قانون ہے۔ کہ کسی مذہب کو وہ جس عرصہ تک زندہ رکھنا مناسب سمجھتا ہے۔ اس مذہب کے بانی کی وفات کے بعد اس مذہب کی حفاظت کے لئے وہ اپنی طرف سے اس کے جانشین مبعوث فرمانے کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی آیت استخلاف سے ظاہر ہے۔ اسلام کی حفاظت کے لئے جس انسان کو خداتعالےٰ نے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا۔ اس کا اسم مبارک حضرت میرزا غلام احمد ہے۔ آپ کی صداقت کے متعلق چند ثبوت پیش کئے جاتے ہیں *

پہلا ثبوت

اگر آپ اپنے دعوےٰ میں نعوذ باللہ صادق نہ ہوتے۔ تو قرآن شریف اور بائیبل کے قانون کے مطابق یقیناً قتل کئے جاتے۔ مگر آپ نے اس کے خلاف بڑی جُرأت سے یہ اعلان کیا۔ کہ مجھے ہرگز کوئی قتل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ خداتعالےٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اور وُہی میرا محافظ ہے *

کیا دُنیا میں ایسا کوئی شخص ہے۔ جو اتنی دلیری سے ایسا دعوےٰ کرسکے۔ انسان کو اپنی زندگی کے متعلق ایک منٹ کا بھی اعتبار نہیں ہوتا پھر کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ ایک ایسا شخص جس کا تمام جہاں دُشمن ہو۔ اور از رُوئے مذہب اُس کو قتل کر ڈالنا ثواب عظیم سمجھا جاتا ہو۔ اس کے قتل کے متعلق مختلف طریق سے کوشش بھی کی گئی ہو۔ پھر بھی وہ قتل نہ ہو *

یہ تو ہُوئی ساری دُنیا کی مخالفانہ کوششوں کی ناکامی۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ بات قابلِ غور ہے۔ کہ آسمان وزمین کا مالک اور قادر خُدا اُس کا دُشمن ہو۔ اور اس نے اپنے اس قانون کا تمام مذہبی کتب میں پہلے سے اعلان بھی کر دیا ہو۔ کہ نبوت کا جھوٹا مدعی قتل کیا جائیگا۔ مگر اس زمانہ کا مدعی قتل نہ کیا گیا۔

پس بفرضِ محال اگر ہم یہ مان بھی لیں۔ کہ دُنیا کے تمام لوگ ایک شخص کے مقابلہ میں عاجز ہوسکتے ہیں۔ تو یہ تو ہرگز نہیں مانا جاسکتا۔ کہ زمین وآسمان کا قادر خُدا بھی عاجز ہوجائے۔ کیا ایسی صاف حقیقت سمجھنا مشکل امر ہے۔ دیکھو۔ یہ کیسا عظیم الشان معجزہ ہے۔ کیا خداتعالےٰ کے ایسے عظیم الشان نشان کا انکار کرنا۔ اور اُسے جھٹلانا کوئی معمولی بات ہے خداتعالےٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ اور ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔ دوزخ میں جائیں گے *

دُوسرا ثبوت

خداتعالےٰ کا یہ قانون بھی قرآن شریف سے ظاہر ہے۔ کہ نبوت کے جھوٹے مدعی۔ اور اس کی جماعت کی ہرگز ترقی نہیں ہوسکتی بلکہ وہ اور اس کا سارا سلسلہ تباہ وبرباد کیا جاتا ہے۔ مگر اس معاملہ میں بھی تمام جہان نے آپ کی اور آپ کے سلسلہ کی مخالفت کی۔ اور سخت مخالفت کی۔ مگر پھر بھی آپ کی روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی تبلیغ دُنیا کے کناروں تک پہونچ گئی۔ لاکھوں انسان آپ کی صداقت کے قائل ہوکر آپ کے سلسلہ کے جان ومال سے خادم ہوگئے۔ کیا کسی جھوٹے مدعی کو خداتعالےٰ اپنے قانون کے خلاف ایسی عظیم الشان کامیابی عطا فرماتا ہے *

تیسرا ثبوت

خداتعالےٰ نے اپنے اس مصلح کو عین ضرورت کے وقت مبعوث فرمایا۔ مسلمان ایک اسلام کے بہت سے فرقے بنا بیٹھے ہیں۔ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس پیشگوئی کے مطابق۔ کہ میری امت ۷۳۔ فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ اور وہ سب جہنمی ہونگے سوا ایک کے۔ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہوگئے ہیں۔ ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو ناجی اور دُوسروں کو ناری قرار دیتا ہے۔ حالانکہ ناجی فرقے کے متعلق آپ نے یہ علامت بتلائی ہے۔ کہ ما انا علیہ واصحابی یعنی جو کام میں اور میرے اصحاب رضی کرتے ہیں۔ وُہی کام کرنے والا فرقہ ناجی ہوگا۔ اور وہ ایک جماعت ہوگی *

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا اصل کام یہی تھا۔ کہ اسلام کی تبلیغ تمام دُنیا میں پہونچا دی جائے۔ اسی طرح اس زمانہ کے ربانی مصلح اور آپ کی جماعت کا اصل کام یہی ہے۔ کہ تمام جہان میں اسلام کی تبلیغ پہنچائی جائے۔ اس لئے اس جماعت کے تمام مرد وزن ہر ممکن طریق سے اسلامی تبلیغ میں دن رات مصروف ہیں۔ اور ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں ہزارہا روپے کے خرچ پر مشن قائم کرکے تبلیغ کا کام جاری ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتلائی ہوئی علامت کے مطابق یہی ناجی فرقہ ہے۔ اور یہی فرقہ ایک امام اور ایک مرکز کے باعث جماعت کہلانے کا حق رکھتا ہے۔:

چوتھا ثبوت

آپ کی صداقت کا ایک اَور ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ خدا تعالےٰ کے وعدہ کے مطابق اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عین اس صدی کے شروع میں تجدید دین کے لئے مبعوث کئے گئے۔ اگر آپ اپنے دعوے میں صادق نہیں۔ تو جو صادق مدعی ہو۔ وُہ یا اس کا جانشین مقابلہ پر آئے۔ اپنا دعوےٰ پبلک میں پیش کرے اور ہم سے دس ہزار روپے کا انعام حاصل کرے۔ مگر کسی نے ابھی تک جراُت نہ کی۔ حالانکہ ہماری طرف سے یہ چیلنج ایک عرصہ سے دیا جا چکا ہے۔ ایسی جُراُت صادق کے سوا دوسرا کوئی شخص نہیں دکھا سکتا۔:

ایمان لانے کی برکات

جب کبھی خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی۔ رسول یا ربانی مصلح کا ظہُور ہوتا ہے۔ تو وُہ اپنی صداقت کے متعلق صرف چند دلائل دیکر ہی رخصت نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وُہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اپنے ماننے والوں کے لئے عظیم الشان برکات لاتا ہے۔ جن میں سے کچھ بیان کی جاتی ہیں۔:

اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کا نزول

اسلام زندہ مذہب ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے خدا تعالےٰ اپنے وعدہ کے مطابق جس شخص کو مبعُوث فرماتا ہے۔ وُہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک نشان کے طور پر نمودار ہوتا ہے۔ پس اس کا ماننا اسلامی صداقت کے لئے ایک عظیم الشان نشان کا ماننا ہے۔ اس لئے اس کے ماننے والوں پر خدا کا فضل ہوتا ہے۔:

رسول کریمؐ کے احکام کی تعمیل

اسلام کے بانی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۳۵۰ سال پیشتر یہ فرمایا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ ہر صدی کے شروع میں ایک ایسا شخص مبعوث فرمائے گا۔ جو دین کو تازہ کرے گا۔ یہ پیشگوئی ہر صدی میں پوری ہوتی رہی۔ اور خصُوصاً چودھویں صدی کے لئے تو اور بھی بہت سے نشانات بتلائے گئے تھے۔ جو سب اس زمانہ میں پورے ہُوئے۔ پس ان نشانات کو تسلیم کرنا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم الشان صداقت کی حجت تمام دُنیا پر پوری کرنا۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل کا وارث ہونا ہے۔:

انبیاء کی آمد ثانی پر ایمان

اس زمانہ میں دُنیا کے تمام مذاہب والے اپنے اپنے نبی کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔ مگر وُہ سب انبیاء علیہم السّلام فوت ہو چکے۔ اس لئے وُہ واپس نہیں آسکتے۔ سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے سب کے وعدے پُورے ہوسکتے تھے۔ مگر آپؐ بھی وفات پا چکے۔ اس لئے آپؐ کے بروز کا آنا دُنیا کے تمام انبیاء کا آنا ہے۔ اسی لئے اس زمانہ کا مصلح فرماتا ہے:۔ ؎

زندہ شُد ہر نبی بآمدنم ❊ ہر رسُولے نہاں بہ پیراہنم

اس زمانہ کا مصلح حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروز ہے۔ اس لئے اس کی آمد سے دُنیا کے تمام مذاہب کے انبیاء کی آمد ثانی کا وعدہ پورا ہو جاتا ہے۔ جس سے اسلام کی عظیم الشان فوقیت ثابت ہے۔:

آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا

خدا تعالےٰ کی طرف سے جو نبی رسول اور ربانی مصلح مبعوث کیا جاتا ہے۔ اس کو ماننا خدا تعالےٰ کی آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا ہے۔ مگر اس زمانہ کا عظیم الشان ربانی مصلح چونکہ دُنیا کے تمام انبیاء کی پیشگوئی کے مطابق مبعوث کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کا ماننا آسمان کی عظیم الشان سلطنت میں داخل ہونا ہے۔:

گناہوں کی معافی

اس زمانہ کے ربانی مصلح کو ماننا اپنے گزشتہ تمام گناہوں کی معافی حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ وُہ غفور الرحیم خُدا گزشتہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔:

ایمان باللہ کا مرتبہ

خدا تعالےٰ کے مصلح کو ماننے والا مومن کہلاتا ہے۔ یعنی خود امن میں رہنے والا۔ اور دوسروں کو امن پہنچانے والا جو شخص خدا تعالےٰ کے فضل سے اس حق کو سمجھ کر ماننے کی توفیق پاتا ہے۔ اس پر اپنی گزشتہ جہالت کی حالت کھل جاتی ہے۔ کہ وُہ کس طرح ایسے عظیم الشان حق کی جہالت کی وجہ سے مخالفت کرتا تھا۔ اور اگر وُہ اسی حالت میں فوت ہو جاتا۔ تو آخرت میں اس کا کیسا خطرناک حال ہوتا۔ ان سب باتوں کا علم ہو جانے سے وُہ خدا تعالےٰ کا شکر گزار بندہ ہو جاتا ہے۔ کہ کس طرح اُس رحمٰن و رحیم نے اس پر فضل کیا۔ اور آخرت کی آگ سے بچا لیا۔ اور امن میں لے آیا۔ اس طرح جب اس کی روحانی نابینائی دور ہو جاتی ہے۔ تو اس کے دل میں ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ جس طرح اس کے روحانی بھائی اس کو ایسی عظیم الشان صداقت سمجھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح اب اس پر بھی فرض ہو گیا ہے۔ کہ وُہ خدا تعالےٰ کی مخلوق کو اس امن کے راستہ پر لانے کے لئے تبلیغ کرتا ہے۔:

زندگی میں عظیم الشان تغیر

ربانی مصلح کو ماننے سے پیشتر ہر ایک شخص نفس امارہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ یعنی وُہ نفسانی جوشوں میں مبتلا رہتا ہے۔ مگر ماننے کے بعد جب اُس کی نابینائی دُور ہو جاتی ہے۔ تو وُہ جس قدر ربانی مصلح کی تعلیم کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اسی قدر اس کی اخلاقی و روحانی حالت کی اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ اور وُہ ترقی کرتا ہُوا نفس مطمئنہ کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے۔ یہ ایسا درجہ ہے۔ کہ جس کے متعلق خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃً مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی۔ یعنی اے خدا کے ساتھ آرام یافتہ نفس اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ وُہ تجھ سے راضی۔ اور تو اُس سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آ۔ اس طرح ربانی مصلح کی تعلیم پر عمل کرنے والے کی زندگی میں ایک عجیب تبدیلی ہو جاتی ہے اس کی زندگی کا مدعا یہی ہو جاتا ہے۔ کہ وُہ صرف وہی کام کرے جس میں خدا تعالےٰ کی رضامندی ہو۔ اور اس کی مخلوق کی خیر خواہی گو اس پر بھی ہر قسم کی دُنیاوی مشکلات آتی ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی طرف سے اس کو ایسی استقامت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ وُہ خوشی سے سب کچھ برداشت کر لیتا ہے۔ غرض وُہ ہر حال میں خدا تعالےٰ سے راضی اور اس کا دل ہمیشہ مطمئن رہتا ہے۔ یہی بہشتی زندگی ہے۔ اور یہ مومنوں کے لئے اسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔:

اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف

اس زمانہ کے ربانی مصلح کو ماننے سے۔ اور اس کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے سے نماز روزہ وغیرہ اسلامی ارکان جو اس سے پیشتر رسمی طور پر ایک بوجھ کی طرح تھے۔ ان میں ایک نئی رُوح پھونکی جاتی ہے۔ جس کے طفیل اس کے ماننے والوں کو ہر دینی معاملہ میں روحانی لذت حاصل ہوتی ہے۔ ان کا دل دنیا کی محبت سے سرد ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے وُہ ہر ایک معاملہ میں دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کی توفیق پاتے ہیں۔ ان کا تعلق خدا تعالےٰ سے ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ وُہ ان کی دعائیں سنتا ہے۔ ان کے لئے سچے خواب اور کشف والہام کا عظیم الشان دروازہ کھولا جاتا ہے۔ چنانچہ ہماری جماعت میں ہزارہا ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو حلفاً اس کی شہادت دینے کو تیار ہیں۔ اگر کسی کو ذاتی تجربہ حاصل کرنا ہو۔ تو اس سلسلہ میں شامل ہو جائے اور اس کی تعلیم کے مطابق عمل کرے۔ پھر دیکھ لے کہ اس پر کس طرح خدا تعالےٰ کا یہ فضل نازل ہوتا ہے۔:

معارف وحقائق کا عطا ہونا

اس زمانہ کے ربانی مصلح نے اسّی کے قریب عربی۔ فارسی اور اردو تصانیف فرمائی ہیں۔ جن میں اسلام۔ اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وتعلیم کی خوبیوں کے متعلق حقائق ومعارف کوٹ کوٹ کر بھر دیئے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم

کیسی تاریکی میں مبتلا تھے۔ اور کیسی روشنی میں آ گئے ہیں۔ بلکہ صحیح تو یہ ہے۔ کہ ہم پہلے مُردہ تھے۔ اور اب زندہ ہو گئے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مہدی اس قدر خزانہ تقسیم کرے گا۔ کہ اُسے لوگ نہ لے سکیں گے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ ان کتابوں میں اس قدر روحانی خزانہ ہے۔ کہ جس کی حد نہیں:۔

مخالفین اسلام جس قدر اعتراضات اسلام اور بانی اسلام پر کرتے رہے ہیں۔ ان سب کے معقول جوابات موجود ہیں۔ اور ہر ایک شخص اپنی لیاقت کے مطابق معلومات حاصل کر کے ہر مذہب کے مخالف سے مقابلہ کر کے کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ احمدی مبلغ جہاں جاتا ہے۔ وہاں خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے بین کامیابی حاصل کرتا ہے۔ انگلستان اور امریکہ کے لوگ مختلف سوسائیٹیوں وغیرہ میں مختلف مضامین پر لیکچر دلانے کے لئے ہمارے مبلغین کو دعوت دیتے ہیں۔ اور ہمارے مبلغ ہر قسم کے مسائل کے متعلق اسلامی تعلیم ایسی عمدگی سے بیان کر سکتے ہیں۔ کہ لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔ غرض ان کتب سے تعلیم حاصل کر کے ہر ایک شخص ایک روشن خیال مبلغ ہو سکتا اور اعلےٰ اسلامی خدمت بجا لا سکتا ہے۔ اور تبلیغ جو ہر ایک مسلمان پر لازمی فرض ہے جس کو اس زمانہ کے مسلمانوں نے بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اس کے لئے بہت آسان ہو جاتی ہے:۔

امن پسند بننا

اس زمانہ کا مصلح صلح و آشتی کا شہزادہ بھی ہے۔ آپ کی تعلیم ایسی ہے۔ جس پر عمل کرنے سے بین الاقوامی تعلقات نہایت اچھے ہو سکتے ہیں:۔

چنانچہ آپ نے حکومت کے متعلق ایک یہ تعلیم دی ہے۔ کہ اسلامی احکام کے مطابق ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم جس حکومت کے ماتحت زندگی بسر کریں۔ اس کی دل سے نہ صرف خیر خواہی کریں۔ بلکہ اس کے لئے دعا بھی کریں۔ اور ہرگز بغاوت یا کسی قسم کے فتنہ فساد کے معاملہ میں شریک نہ ہوں۔

مسلمانوں کو دعوت

اس زمانہ کے مسلمانوں کی دینی و دنیاوی حالت سخت گری ہوئی ہے۔ اگر وہ اپنی دونوں حالتوں کی اصلاح کرنی چاہتے ہوں۔ تو اس زمانہ کے ربانی مصلح کے سلسلہ میں شامل ہو جائیں۔ اور آپ کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے دیکھ لیں۔ کہ ان کی زندگی میں کیسی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ کیسے خدا تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بن جاتے ہیں۔ ان کو ایک مرکز حاصل ہو جائے گا۔ جہاں سب جمع ہو سکتے ہیں۔ اور اپنی ترقی کی راہوں کے متعلق تجاویز کر سکتے ہیں۔ پھر ان کا تعلق ایک ایسی منظم جماعت کے ساتھ ہو جائے گا۔ جو ایک واجب الاطاعت امام کی راہ نمائی کے ماتحت کام کر رہی ہے اور ہر معاملہ میں خدا کے فضل سے ترقی کر رہی ہے۔ ایسی ہی جماعت کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اس پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ مگر فی الحال انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس زمانہ کے ربانی مصلح کے دعوے و تعلیم کے متعلق اردو یا انگریزی

نعت رسول کریم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

از جناب قاضی احمد دین صاحب انجم رضوانی راولپنڈی

ثنا کی خاطر اُٹھا ہوں اُس نے خدا سے توفیق اگر دلا دی
وُہی شہ جنّ و انس اُمّی عرب کا۔ سارے جہاں کا ہادی

وُہ کون؟ وُہ غمگسارِ اُمت۔ وُہ خاتم الانبیا محمدؐ
صدائے حق سے جہانِ باطل کی جس نے بنیاد تک ہلا دی۔

کریم ایسا کہ جس کے لُطف و کرم کا ممنون سب زمانہ
رحیم ایسا کہ اپنے دشنام دینے والوں کو بھی دعا دی۔

وُہ خاندانِ قریش کا ایک مہرِ تابندۂ نبوّت
کہ نُور سے اپنے جس نے دنیائے کفر دم بھر میں جگمگا دی۔

انیس اُمت۔ قسیمِ کوثر۔ حبیبِ داور۔ شفیعِ محشر
خلیق وہ جس کے آگے گردن ہر ایک مغرور نے جھکا دی

وُہ فلسفہ داں کہ ساری دُنیا کے فلسفی خوشہ چین اُس کے
وُہ پیکرِ علم و عقل جس نے دِلوں کو تعلیم کی ضیا دی

وہ مصلحِ کُل کہ دی کے تعلیم اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ
جہانِ نفرت میں باہمی اُلفت و محبت کی رَو بہا دی

یتیم و مسکیں۔ گلیم پوش اور قلوبِ عالم پہ حکمرانی
خدائے اخلاق اس کو کہئے انانیت کی کمر جھکا دی

وُہ باغِ توحید کا گلِ رُوح پرور و پُر بہار و دلکش
مہک سے جس کی ہوئی معطر عجم کی بستی عرب کی وادی

وُہ سیّد المرسلیں ہزاروں سلام لاکھوں درود اُس پر
وُہ شافعِ المذنبیں مجھے جس نے ظلِ رحمت میں اپنے جا دی

یہ آرزو ہے جہاں کے دھندوں سے اب خدا بے نیاز کر دے
مٹا کے انجم کو اُس کی اُلفت میں خاکِ راہِ حجاز کر دے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں

از جناب مولوی عبدالحلیم صاحب کٹکی مقیم پوری علاقہ اڑیسہ

تاریخ نے جتنے مقربانِ بارگاہ صمدیت کے جس قدر حالات سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔ اُن سب سے یہ حقیقت بے نقاب ہوتی ہے۔ کہ ان کی مقدس زندگیوں کا ایک درخشاں پہلو یہ بھی تھا۔ کہ وُہ دعائیں کیا کرتے تھے۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ انسان جسقدر منازلِ قرب طے کرتا ہے۔ اُسی قدر اسباب وعلل کے حجاب اُس کی بصیرت کے سامنے سے اُٹھتے جاتے ہیں۔ اور مسبب الاسباب کی طرف اُسی قدر شدّت کے ساتھ وُہ راجح ہوتا ہے۔ اور اسی قدر وُہ انسانی ضعف اور بے چارگی کے مظاہرہ عریاں سے اُس کی آنکھیں دو چار ہوتی ہیں ؛

ان معصوم اور مقدس ہستیوں میں تاریخی حیثیت من کل الوجوہ اگر کسی کو حاصل ہے۔ تو وُہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے کیونکہ اوّلاً انسانی قوٰی اور جذبات کے اظہار کے مواقع جس قدر آپ کو میسّر ہُوئے۔ اور کسی انسان کو نصیب نہیں ہوئے۔ اور انسانی زندگی کے مختلف الکیفیت اور متضاد اسباب وحالات جس قدر آپ کے سامنے آئے۔ اور کسی کے سامنے نہیں آئے۔ ثانیاً آپ کے شیدائیوں۔ اور حلقہ بگوشوں نے جس استیعاب اور جزرسی کے ساتھ آپ کی ہر حرکت وسکون اور ہر قول وفعل کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا۔ وُہ اپنی نظیر آپ ہی ہے ؛

ان تمام حالات میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ کہ ہر وقت اور ہر حالت میں آپ دعائیں کیا کرتے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ جہاں گمنامی اور بے کسی کے زمانہ میں حرا کی غار میں آپ مصروفِ دُعا ہیں۔ وہاں بدر کے موقعہ پر جبکہ نصرت الٰہی کا حتمی وعدہ ہوچکا تھا۔ آپ گڑگڑا کر دُعا کرتے ہیں۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا تھا۔ جس میں آپ دُعا نہ کرتے ہوں۔ کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوتا تھا جس کے آگے پیچھے آپ کی دُعائیں شامل نہ ہوں۔ خارجی واقعات یا حادثات جہاں رونما ہوتے۔ وہیں آپ کو دُعا کی تحریک ہوتی ؛

غور کیجئے۔ کہ آپ آفتاب نکلنے سے پہلے نماز پڑھتے۔ آفتاب نکلنے کے بعد اشراق۔ کسی قدر بلند ہونے پر ضحیٰ۔ پھر آفتاب ڈھلنے پر نماز ڈوبنے سے پہلے پھر نماز۔ ڈوبنے کے بعد نماز۔ آدھی رات سے پہلے نماز۔ بالآخر آدھی رات کے بعد تہجد کی لمبی نمازیں پاؤں کو متورم کر دیتیں۔ نماز کیا ہے۔ دُعا ہی تو ہے۔ الدعاء مخ العبادۃ۔ پھر ہفتہ میں ایک بار برس میں دو بار۔ چاند گرہن۔ اور سورج گرہن کے موقعہ پر کسی کے مرنے پر آپ نمازیں پڑھا کرتے۔ ان نمازوں میں لازماً دُعا ہوتی ؛

صبح ہوتی۔ تو آپ دُعا کرتے۔ شام ہوتی۔ تو آپ دُعا کرتے سونے سے قبل اور نیند سے بیدار ہوکر۔ گھر میں۔ یا مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پھر وہاں سے نکلتے ہوئے۔ پاخانہ جانے سے پہلے۔ باہر نکلنے کے بعد۔ سفر سے پہلے استخارہ کرتے۔ سفر پر روانگی سے پہلے دُعا کرتے۔ حالتِ سفر میں دُعا فرماتے۔ منزل پر پہنچ کر دُعا کرتے۔ گھر واپس آتے۔ تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کرتے۔ پھر گھر میں تشریف لاتے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے دُعا فرماتے۔ اور کھانا ختم ہونے پر بھی فرماتے۔ نیا پھل کھا کر۔ نیا کپڑا پہن کر۔ نیا چاند دیکھ کر۔ نئی صورت دیکھ کر آپ کا قلبِ اطہر دُعا کی طرف متوجہ ہوجاتا۔ چھینک آتی۔ تو آپ دُعا کرتے۔ کوئی چھینکتا۔ تو آپ دُعا کرتے۔ خود بیمار ہوتے۔ تو آپ دُعا میں لگ جاتے۔ کسی کی بیمارپرسی کو جاتے۔ تو اس کے لئے دُعا کرتے۔ کسی کو مبتلائے آلام دیکھتے۔ تو خدا سے پناہ مانگتے۔ اور اپنی خوشحالی پر شکر کرتے۔ بارشیں کم ہوتیں۔ تو آپ دُعا کرتے۔ زیادہ ہوتیں۔ تو آپ دُعا کرتے۔ فضائے آسمانی میں چمکتے ہوئے تارے یا برق ورعد کی چمک دمک آپ کو راغب الی الحق کر دیتی۔ کسی کا نکاح پڑھاتے۔ تو دُعا کرتے۔ کوئی بچہ پیدا ہوتا۔ تو اس کے کان میں اذان دیتے۔ یہاں تک کہ اس وقت بھی جبکہ زوجین دُنیا ومافیہا سے غافل ہوجاتے ہیں۔ آپ خدا کی یاد اور اُس سے دُعا کرنا فراموش نہیں فرماتے ؛

مادیت اور مذہب میں ابتدا سے تصادم چلا آیا ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں افراط وتفریط کی راہ پر گامزن ہوکر جادۂ حقیقی سے دُور جا پڑتے ہیں۔ جن لوگوں کی نظر صرف مادیات اور اسباب پر ہوتی ہے۔ وُہ انہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور مسبب الاسباب کا وجود وہمی دماغوں کا اختراع قرار دیتے ہیں۔ جن خوش قسمتوں کی نظر ذرا اُوپر اُٹھی۔ اور فطرتِ صحیحہ اور عقل کی وساطت سے انہوں نے مسبب الاسباب تک رسائی حاصل کی۔ وُہ اس نشۂ محبت ومعرفت میں ایسے سرشار ہوئے۔ اور اسباب پر سے نظر ایسی اٹھی کہ سرے سے اسباب سے قطع تعلق کرنا۔ اور دُنیا کو ترک کرکے جنگلوں کو آباد کرنا اُن کی انتہائی شان مذہبیت بن گئی۔ دُنیا میں جتنے مذاہب ہیں۔ ان میں کم وبیش ترکِ دُنیا کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس تعلیم پر پوری طرح عمل کیا جائے تو دُنیا ویران ہوجائے۔ اور نہ صرف انسان فطری جذبات کی تکمیل سے قاصر رہے۔ بلکہ اخلاق کے بہت سے شاندار پہلو تشنۂ تکمیل رہ جائیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں ایک اعلےٰ اور مکمل فیصلہ فرمایا ہے۔ آپ نے دُنیا کے سارے کام کئے۔ اور اس انہماک اور توجہ کے ساتھ کئے۔ کہ گویا آپ اسی کام کے لئے مخلوق ہوئے ہیں۔ آپ نے تجارت بھی کی۔ صاحبِ ازواج بھی ہُوئے۔ صاحبِ اولاد بھی ہُوئے۔ فوج کے کمانڈر انچیف بھی تھے۔ قوم کے بانی بھی تھے۔ علوم وفنون کی بھی تربیت کی۔ بادشاہی بھی کی اور مقدس مذہبی پیشوا بھی تھے لیکن تمام حالات میں۔ تمام انقلابات میں۔ تمام افعال میں۔ آپ دُعا پر زور دیتے۔ ہر وقت اور ہر کام کے لئے دعا کیا کرتے آپ نے بتلا دیا ہے۔ کہ آدمی اس طرح دل بیار ودست بکار زندگی بسر کرے۔ رعایت اسباب کرے۔ لیکن مسبب الاسباب کو فراموش نہ کرے۔ دُنیا میں رہ کر دُنیا سے علیحدہ رہے۔ آپ کی دُعاؤں نے انانیت اور خود پرستی کا وُہ خطرناک بُت جس سے کوئی بشر خالی نہیں ہوسکتا۔ پاش پاش کر دیا۔ کہ ہر کام میں انسان خدا پر تکیہ کرے۔ یا دوسرے الفاظ میں اپنی ہستی اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے ؛

پھر آپ کی دعائیں اس قدر جامع اور مانع اور اس قدر حاوی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ جس موقعہ اور جس کام کے لئے دُعا کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مبصر نے لمبے تجربہ اور استقراء کے بعد وُہی مانگا ہے۔ جو مانگنا چاہیئے تھا۔ اور اُسی ضرورت کو پیش کیا ہے۔ جسے صحیح طور پر ضرورت کہہ سکتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ کا شکر انہی الفاظ اور اسی طریقہ میں کیا۔ جو اسکی شان کے لائق ہے۔ دو چار دعاؤں کی بھی اگر تشریح کی جائے۔ تو یہ مضمون بہت لمبا ہوجائے۔ اس لئے میں صرف ایک دُعا کی تشریح پر اکتفا کرتا ہوں۔ سفر پر روانہ ہوتے وقت آپ دعا فرماتے۔ اللّٰھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل والمال۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک آمادۂ سفر اس سے زیادہ اور کیا طلب کرسکتا ہے۔ کہ سفر میں وُہ خود سالم وغانم رہے۔ اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے بال بچے اور اس کا مال محفوظ رہے۔ منزلِ مقصود پر پہنچکر انسان امید وبیم کی کشمکش میں پڑ جاتا ہے۔ نئی زمین۔ نیا آسمان اور نئے لوگوں سے جھکتا ہے۔ نئی آب وہوا کی اُسے فکر ہوتی ہے۔ سب سے بڑی تشویش اُسے یہ لاحق ہوتی ہے۔ کہ شریر الطبع اور فریب کار لوگوں کے ہتھکنڈوں میں بوجہ اپنی ناواقفی کے نہ پڑ جائے۔ دیکھو اس کشمکش میں آپ نے رحمتِ خداوندی کو کس طرح اپیل کیا ہے اور کس خوبصورتی سے اپنے آپ کو حوالۂ خدا کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ اللّٰھم رب السمٰوٰت السبع وما اظللن۔ ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین فانا نسئلک خیر ھٰذہ القریۃ وخیر اھلھا ونعوذبک من شر ھٰذہ القریۃ وشر اھلھا وشر ما فیھا۔ اللّٰھم بارک لنا فیھا۔ اللّٰھم ارزقنا جناھا وحببنا الیٰ اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا۔ یعنی اے سات آسمانوں اور ان چیزوں کے خدا

رسول عربی کی فقیرانہ زندگی اور دنیا سے استغنا

از جناب ماسٹر نعمت اللہ خان صاحب گوہر بی۔اے

بادشاہ نبیؑ

دنیا میں کئی نبی ایسے گزرے ہیں۔ جو بادشاہ بھی تھے۔ مثلاً حضرت ایوبؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت کرشنؑ یہ اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے ملک کے بادشاہ بھی تھے۔ اور خدا کی طرف سے تبلیغ ہدایت کا کام بھی ان کو تفویض کیا گیا۔ ان کے قیمتی محل بھی تھے۔ اور بعضوں کی ایک سے زیادہ بیویاں بھی تھیں۔ یہ امیرانہ اور شاہانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے۔ جاہ وجلال کے تمام وہ سامان ان کے پاس تھے۔ جو بادشاہوں کے شان کے لائق ہوتے ہیں۔ درباروں میں بیٹھتے تھے سونے چاندی کے برتن اور زریں پلنگ اور ہر قسم کا فرنیچر ان کے ہاں موجود تھا۔ سواری کے لئے پالکیاں۔ رتھ گھوڑے ہاتھی وغیرہ سب موجود تھے۔ باوجود ان جاہ وحشم کے سامانوں کے وہ خدا کے مقرب اور پیارے تھے اور ان تمام زینت کے سامانوں سے تمتع کرنا ان کے لئے جائز اور بعض حالات میں ضروری تھا۔ اور کوئی شخص اس بناء پر ان کے مقام نبوت پر حرف نہیں رکھ سکتا۔ لیکن ایک مقام اس سے بھی اعلےٰ ہے۔ جو انبیاء میں سے صرف ایک ہی مقدس نبیؐ کے لئے اخص ہے وہ نبی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اور آپ کے سوا کسی کو یہ مقام نصیب نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

امیری میں فقیری

حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے نبی اور اوتار ہونے کے علاوہ ملک عرب کے بادشاہ بھی تھے۔ حجاز کے علاوہ یمن عسیر۔ بحرین وغیرہ دور دراز مقامات سے خراج کا روپیہ آتا تھا۔ اگر آپ بادشاہوں کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے۔ تو کوئی چیز مانع نہ تھی آپ چاہتے۔ تو اپنی بیویوں کو سونے چاندی کے زیورات سے لاد دیتے۔ اور اپنے رہنے کے لئے اعلیٰ درجہ کے محلات بنوا لیتے۔ اپنے گھروں کو قیمتی اسباب سے آراستہ رکھتے۔ لونڈی غلام آپکی خدمت کو حاضر ہوتے مکلف کھانے آپکے لئے تیار ہوتے لیکن اس کے خلاف ہم کیا دیکھتے ہیں کہ آپ نے باوجود استطاعت اور باوجود عرب کے سب سے بڑے سردار اور بادشاہ ہونیکے فقیری کو امیری پر ترجیح دی۔ دنیا کا مال و دولت جمع کرنا اور اپنے گھر میں رکھنا اپنے درجہ اور مقام کی ہتک خیال فرمایا۔ ایسی سادہ زندگی بسر کی۔ جو تمام مخلوقات کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے اس بارے میں کوئی اور نبی یا اوتار آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جہاں آپ عرفان الٰہی کے سب سے اونچے مقام پر پہنچے۔ اور نبوت کے تمام مدارج آپ پر ختم ہو گئے۔ وہاں یہ بات بھی بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے۔ کہ آپ سادہ زندگی کے انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔

چند مثالیں

آپ کی سادہ زندگی کا ذکر سیرت نبوی کا ایک مستقل اور نہایت شاندار باب ہے جسکی تفصیل کے لئے کئی جزو بھی کفایت نہیں کر سکتے اس مختصر مضمون میں چونکہ ان کا بالتفصیل بیان محال ہے۔ اس لئے چند موٹی موٹی مثالیں بیان کی جاتی ہیں

خوراک اور پوشاک

(۱) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ آل محمدؐ (یعنی رسول کریمؐ کی بیویوں اور بیٹیؓ) کے گھر اس وقت تک کہ آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا کسی نے متواتر تین دن تک پیٹ بھر کر کبھی کھانا نہ کھایا۔ کہنے والے نے تو ایک فقرہ کہدیا۔ اور سننے والوں نے سن لیا۔ لیکن ذرا غور تو کرو۔ کہ اس حدیث کے ایک ایک لفظ میں کسقدر استغنا کا خزانہ اور معرفت الٰہی کے کتنے دفتر چھپے ہوئے ہیں۔

(۲) آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں توکل علی اللہ کی شان نمایاں تھی۔ تمام عمر میں کبھی کوئی فرمائشی کھانا نہ پکوایا۔ اور نہ کسی خاص پوشاک یا خاص کپڑے پر طبیعت آئی۔ چنانچہ ایک مشہور حدیث میں آپ خود فرماتے ہیں

حببت الی من دنیاکم الثلاث الطیب والنساء قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (ترجمہ) تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں اول خوشبو دوم عورتیں اور سوم وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو نماز میں مجھے میسر آتی ہے۔

مال سے استغنا

(۳) آپ کے پاس ایک دفعہ بحرین کا خراج آیا۔ مسجد نبوی کے صحن میں روپیوں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ کیونکہ آپ نے باقاعدہ کوئی خزانہ نہ رکھا تھا حضور انور کی عادت تھی کہ ادھر روپیہ آیا۔ ادھر فوراً مستحقین یعنی فقرا مساکین۔ یتامیٰ بیوگان اور وظیفہ خواران میں تقسیم کر دیا۔ اس روپے میں سے اپنے اہل بیت کو بھی آپ حصہ مقررہ یعنی خمس دیتے۔ غرضیکہ کبھی ایک پائی بھی اپنی گرہ میں یا اپنے گھر میں جمع نہ رکھتے۔ درہموں اور دیناروں کا یہ ڈھیر صحن مسجد میں پڑا تھا۔ اور آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کہ اتنے میں آپ کے بزرگ چچا حضرت عباس مسجد میں تشریف لے آئے۔ انہوں نے اس سے پہلے درم و دینار کا ڈھیر اس طرح کھلا پڑا کبھی نہ دیکھا تھا۔ پہلے تو ڈھیر کو غور سے دیکھا۔ پھر عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں اس ڈھیر میں سے کچھ رقم لے لوں آپ نے فرمایا۔ ہاں حضرت عباسؓ نے اپنی چادر بچھا دی۔ اور دونوں ہاتھوں سے روپیہ اس میں ڈالنے لگے۔ جب دیکھا۔ کہ ایک آدمی کا بوجھ ہو گیا ہے۔ تو آپ نے گٹھڑی باندھی۔ اور پھر دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر گٹھڑی کو سر پر رکھنا چاہا۔ لیکن گٹھڑی اتنی وزنی ہو گئی تھی۔ کہ ان سے اٹھ نہ سکی۔ انہوں نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا یا رسول اللہ! ذرا میری مدد فرمائیے۔ اور گٹھڑی میرے سر پر رکھوا دیجئے۔ ہرچند آپ اپنے چچا کی بے حد عزت کرتے تھے۔ اور ہر بات میں ان کی خاطر آپ کو منظور ہوتی۔ لیکن اس موقعہ پر آپ نے صاف فرما دیا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ نبی ایسا کام نہیں کیا کرتا:

آپ کا انکار کہے دیتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے چچا کے اس فعل کو ناپسند فرمایا۔ یعنی روپے کی خواہش کو۔ ان کی خاطر سے آپ نے ان کو روپیہ لے جانے کی اجازت دیدی۔ مگر جب انہوں نے اس کام میں آپ کی امداد چاہی تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی صاف مونہہ پر کر دیا:

میں نے سب سے پہلی مرتبہ یہ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی زبان مبارک سے ۱۹۰۹ء یا ۱۹۱۰ء میں سنا تھا۔ اس کے ذکر کے بعد فرمایا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں کے سامنے چونکہ حضرت عباس سے یہ فعل سرزد ہوا۔ جو آپ کی نظر میں ناپسند تھا۔ اس وجہ سے بنی امیہ حصول سلطنت میں بنی عباس پر سبقت لے گئے۔ اور بنی عباس کی حکومت ڈیڑھ سو سال پیچھے جا پڑی۔

(۴) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے پیچھے صحابہؓ کی جماعت کھڑی تھی۔ یکایک آپ مصلے سے ہٹ کر صفیں چیرتے ہوئے مسجد سے نکل کر اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے بھی نماز چھوڑ دی۔ مگر سب خاموش بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ واپس تشریف لائے۔ اور نماز پڑھائی۔ سب حیران تھے۔ کہ آپ نماز چھوڑ کر جو گھر گئے۔ اس میں کیا راز تھا۔ ایک صحابیؓ نے جرأت کر کے عرض کیا حضور کیا بات تھی۔ کہ آپ نماز چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ نماز پڑھتے مجھے یاد آیا۔ کہ ایک سونے کی ڈلی ہمارے گھر میں پڑی ہے۔ میں نے سوچا اگر میری اسی وقت گھر جانے سے پیشتر جان نکل جائے۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ کہ محمدؐ رسول اللہ کے گھر سے سونا نکلا:

(۵) آپکی مرض الموت میں آپ کی بیویاں اور دیگر اہل بیت آپکی تیمارداری کرتے۔ جس دن آپ کا وصال ہوا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میں نے اس روز اپنے ہمسایہ کے گھر سے تیل منگوایا۔ کیونکہ تیل گھر میں ختم ہو گیا تھا۔ اور ہمارے پاس کوئی نقدی نہ تھی۔ جس سے تیل منگواتے:

اوپر کی چند مثالیں اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ

محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات غلاموں پر

از محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ پرائیویٹ سٹوڈنٹ بی اے بنت جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری بی اے

غلامی کا رواج

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کہ غلامی کا رواج دنیا میں قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ اسلام سے قبل دنیا میں شاید ہی کوئی ملک ہوگا۔ جس میں غلامی رائج نہ ہو۔ عام اقوام کا تو کیا کہنا۔ وہ اقوام جو اپنے آپ کو تہذیب کے اعلیٰ مقام پر سمجھتی تھیں۔ ان میں بھی غلامی نہایت بھیانک صورت میں نظر آتی۔ رومیوں نے مدت دراز تک غلاموں پر سخت مظالم روا رکھے۔ اگر شاذ و نادر کے طور پر کوئی غلام آزاد بھی کر دیا جاتا۔ تو وہ بھی نہ ہونے کے برابر۔ کیونکہ باوجود آزاد کر دینے کے مالک کو غلام پر کچھ حق باقی رہتا تھا۔ علاوہ ازیں آزاد شدہ غلام ہمیشہ ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور کبھی اعلیٰ عہدہ پر سرفراز نہ ہو سکتا تھا۔ عرب میں افریقہ سے غلام لائے جاتے تھے۔ اور اگر کوئی ان کا فدیہ ادا کرنے والا نہ ہوتا۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے غلامی کا طوق پہننے پر مجبور ہوتے تھے۔ کوئی قانون ایسا نہ تھا۔ جو انہیں آزادی کی امید دلا سکے۔ خود ہندوستان میں شودروں کی حالت غلاموں سے کسی صورت میں بھی کم نہیں۔ بلکہ اس سے بدتر تھی۔ اچھوت اقوام کی حالت اب بھی پکار پکار کر شہادت دے رہی ہے۔ کہ ان کو انسانیت سے کس قدر گرا دیا گیا۔ اور کیا کیا مظالم ان پر روا رکھے جاتے تھے۔

الغرض اسلام سے قبل کوئی ملک ایسا نہ تھا جس میں طاقتور لوگوں نے اپنے ذاتی مفاد اور نہایت ہی ادنےٰ اغراض حاصل کرنے کے لئے ایک حصہ آبادی کو ان کے پیدائشی حق یعنی آزادی سے ہمیشہ کے لئے محروم نہ کر دیا ہو۔ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل کوئی ایک انسان بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جس کا دل ان مصیبت زدوں کی مصیبت کو دیکھ کر پگھلا ہو۔ اور جس نے نہ صرف اپنے زمانہ کے غلاموں کی آزادی کو قائم کیا بلکہ غلامی کی روح کو اس کی ہر شکل و صورت میں دنیا سے مٹانا اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرایا ہو۔

رسول کریمؐ کا سلوک غلاموں سے

جب ہم غلاموں کے ان دردناک حالات کا اس سلوک کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ نفسی نے غلاموں سے کیا۔ تو اس بات کے ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ آپ ہی وہ پاک انسان تھے جنہوں نے صحیح اور اصلی معنوں میں حریتِ انسانی قائم کی۔ اور صدیوں کی غلامی کو بیخ و بُن سے اکھیڑ دیا۔

یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ آپؐ جو کہ رحمۃ للعالمین بنکر آئے تھے۔ غلاموں کے لئے رحمت ثابت نہ ہوتے۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ اس معاملہ میں آپ اسوۂ حسنہ پیش نہ کرتے۔ جبکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا تھا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ سب سے پہلا ثبوت آپؐ کی غلاموں سے ہمدردی کا یہ ہے۔ کہ خود غلاموں نے اس امر کو محسوس کیا۔ کہ آپؐ ہی اُن کے حقیقی نجات دہندہ ہیں۔ اور ان کے دل میں یہ یقین ہو گیا۔ کہ آپؐ کے ہاتھوں ہی غلامی کی زنجیریں کٹ سکیں گی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ باوجود بے حد مشکلات اور روکاوٹوں کے آپؐ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اور ان کے دل آپؐ کے متعلق اخلاص سے بھر گئے۔ اور کسی صورت میں بھی آپؐ سے علیحدگی انہیں گوارا نہ تھی۔ حالانکہ اُن کو ناقابلِ برداشت دکھوں اور عذابوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ ذیل کی چند مثالیں اس امر کی وضاحت کے لئے کافی ہونگی۔

غلاموں کا اخلاص رسول کریمؐ سے

حضرت بلال امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب ایمان لائے۔ تو امیہ ان کو دوپہر کے وقت جبکہ اُوپر سے آگ برس رہی ہوتی۔ اور نیچے ریت تپی ہوتی۔ باہر لے جاتا۔ اور برہنہ کر کے گرم ریت پر لٹا دیتا۔ اور بڑے بڑے گرم پتھر ان کے سینہ پر رکھ کر کہتا۔ کہ لات اور عزےٰ کی پرستش کر۔ اور محمدؐ سے علیٰحدہ ہو جا۔ ورنہ اسی طرح عذاب دے کر مار دونگا۔ لیکن وہ یہی کہتے اَحَدٌ اَحَدٌ۔ یعنی خدا ایک ہے۔ پھر یہ ظالم ان کو رسی سے باندھ کر لڑکوں کے حوالہ کر دیتا۔ اور وہ ان کو گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ جس سے ان کا بدن خون سے تربتر ہو جاتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ ظلم و ستم دیکھ کر ان کو خرید لیا۔ اور آزاد کر دیا۔

ابوفکیہہ بنو عبدالدار کے غلام تھے۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدائی ایام میں ایمان لائے۔ انہیں بھی گرم ریت پر لٹایا جاتا۔ ایک دفعہ رسی باندھ کر انہیں کھینچا جا رہا تھا۔ کہ ان کے پاس سے ایک کیڑا گذرا۔ ان کے آقا نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ یہ تمہارا خدا ہے۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ میرا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ اور وہ اللہ ہے۔ اس پر ظالم نے ان کا گلا گھونٹا۔ اور پھر ایک بھاری پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیا۔ جس سے ان کی زبان باہر نکل آئی۔ اور لوگوں نے سمجھا۔ کہ شہید ہو گئے ہیں۔ دیر تک ملنے کے بعد انہیں ہوش آیا۔

مقام غور ہے۔ وہ کونسی چیز تھی۔ جو امیہ اور بنو عبدالدار جیسے دنیاوی وجاہت رکھنے والے آدمیوں کے گھروں میں رہنے والے غلاموں کو انہیں چھوڑنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے غریب اور بے یار و مددگار انسان کی رفاقت اختیار کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اور وہ اس تعلق کی وجہ سے وحشیانہ عذاب بخندہ پیشانی برداشت کر رہی تھی۔ وہ چیز یہی احساس تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقی معنوں میں ان کے نجات دہندہ۔ اور ان کی تکالیف کا خاتمہ کرنے والے تھے۔

زید بن حارث کی مثال

پھر عملاً بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپؐ کے حسن سلوک نے غلاموں کو اس قدر آپؐ کا گرویدہ بنا لیا تھا۔ کہ وہ آپؐ سے اپنے والدین سے بھی بڑھ کر محبت کرتے تھے۔ وہ والدین کی جدائی منظور کر لیتے تھے۔ لیکن آپؐ کی مفارقت گوارا نہ کرتے تھے۔ چنانچہ زید بن حارث جو کہ عیسائی قبیلہ میں سے تھے۔ اور کسی جنگ میں قید کر کے غلام بنائے گئے تھے۔ وہ بکتے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قبضہ میں آئے۔ اور انہوں نے شادی کے بعد سب جائداد سمیت انہیں حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا جب ان کے رشتہ داروں کو پتہ لگا کہ وہ مکہ میں ہیں۔ تو ان کا والد اور چچا آئے۔ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو آزاد کرنے کے لئے کہا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے آزاد کیا ہوا ہے۔ جہاں چاہے جائے اس پر باپ نے ان کو اپنے ساتھ جانے کے لئے کہا۔ لیکن انہوں نے کہدیا۔ آپ کی میرے حال پر بڑی مہربانی ہے۔ لیکن بات یہ ہے۔ کہ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ اس لئے میں آپؐ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔

لونڈیوں کا اخلاص

غلام تو غلام لونڈیوں تک کے اندر یہ احساس پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ بھی آپؐ کی خاطر جان پر کھیل جانا ایک معمولی بات سمجھتی تھیں۔

سمیہ نام ابوجہل کی ایک لونڈی تھیں۔ وہ جب ایمان لائیں۔ تو ابوجہل نے ان کو سخت دکھ دیا۔ تاکہ وہ ایمان چھوڑ دیں۔ لیکن ان کے پائے ثبات کو ذرا بھر بھی لغزش نہ ہوئی۔ آخر اس بے رحم ظالم نے ان کو نیزہ مار کر قتل کر دیا

زنیرہ بھی ایک کنیز تھیں۔ اور ابتدائی ایام میں ایمان لائی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایمان لانے سے قبل ان کو دکھ دیا کرتے تھے۔ اور ابوجہل نے مار مار کر ان کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ مگر باوجود اس کے انہوں نے رسالت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہ کیا۔ آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا۔

غلاموں پر احسان کرنیکے طریق

بخوفِ طوالت میں انہی چند مثالوں پر اکتفا کرتی ہوئی یہ بتانا چاہتی ہوں۔

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کے متعلق کیا طریق اختیار فرمائے :۔

آپؐ نے اپنے زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے۔ اور ان مظالم کا مشاہدہ کرتے ہوئے جو آپؐ کی آنکھوں کے سامنے غلاموں پر ڈھائے جارہے تھے۔ اور اس انسانیت کش سلوک کو جو ان بے کس و بے بس انسانوں کے لئے اس زمانہ میں روا رکھا جاتا تھا۔ ملاحظہ فرما کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو ہی طریق اختیار کرسکتے تھے۔ اول یہ کہ غلاموں کو ان کی موجودہ تکالیف اور مصائب سے نجات دلائیں۔ دوسرا یہ کہ ہمیشہ کے لئے غلامی کی روح کو دنیا سے مٹانے کی تدابیر کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے اپنی توجہ پہلے امر کی طرف مبذول فرمائی۔

طریق اول

طریق اول یعنی غلاموں کو ان کی تکالیف سے نجات دلانے کے لئے دو پہلو ہوسکتے تھے۔ اول یہ کہ ان پر جو سختیاں اور مظالم روا رکھے جاتے تھے۔ ان کو مٹایا جائے۔ اور حسن سلوک۔ اور ان کے ساتھ نرمی کو جاری کیا جائے۔ تاکہ ان کی زندگی جو ان کے لئے تلخ بن رہی تھی۔ ایک حد تک خوشگوار اور آرام دہ ہو جائے۔ اس کے لئے آپؐ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر سختی سے زور دیا۔ اور بدسلوکی کو وحشت اور بربریت قرار دیتے ہوئے آقاؤں کے دلوں کو ان کے لئے نرم کیا۔ انہیں محسوس کرا دیا۔ کہ وہ بھی تمہارے جیسے ہی انسان ہیں۔ اگر تم خود ان تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو ان کے لئے اس قسم کی سختی کیوں پسند کرتے ہو۔ چنانچہ فرمایا لایومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ یعنی تم میں سے مومن وہی کہلا سکتا ہے۔ جو اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے۔ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور غلاموں کو بھائی قرار دے کر ان کو اخوان کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ اس معاملہ میں آپؐ نے اس قدر زور دیا۔ کہ آیت وبالوالدین احساناً ...... وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً (نساء ع۶) سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے غلاموں سے حسن سلوک کو ایسا ہی ضروری قرار دیا ہے۔ جیسا والدین سے۔ اور جو ایسا نہیں کرتا۔ اس کو اللہ تعالےٰ نے اکڑباز اور بے جا فخر کرنے والا قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ میں ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا۔ پس اگر خدا تعالےٰ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو غلاموں سے محبت کرو۔ اس کے لئے عملی طریق یہ بتایا۔ کہ جو کچھ تم آپ کھاؤ۔ وہی اپنے غلاموں کو کھلاؤ۔ اور جو تم خود پہنو۔ وہی ان کو پہناؤ۔ اور ان کو کوئی کام ایسا نہ دو جسے تم خود کرنا عار سمجھو۔ یا جو ان کی طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور اگر دو۔ تو اس کو سرانجام دینے کے لئے خود ان کے ساتھ شامل ہو کر ان کی مدد کرو۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان کے احساسات کا خیال رکھنے کے لئے یہاں تک فرمایا۔ کہ ان کو غلام اور لونڈی کہہ کر نہ پکارا کرو۔ اگر آپؐ کسی کو غلام پر سختی کرتے دیکھتے۔ تو اسے روکتے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے :۔ عن ابی موسیٰ البدری قال کنت اضرب غلاما بالسوط فسمعت صوتاً من خلفی اعلم ابا مسعود فلم افہم الصوت من الغضب قال فلما دنی منی اذا ھو رسول اللہ صلعم فاذا یقول اعلم ابا مسعود اعلم ابا مسعود قال فالقیت السوط من یدی فقال اعلم ابا مسعود اللہ اقدر علیک منک علےٰ ھذا الغلام۔ فقلت یا رسول اللہ ھو حر لوجہ اللہ تعالےٰ۔ فقال اما لو تفعل لمستک نار۔ یعنی ابی مسعود بدری روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے کسی بات پر اپنے غلام کو مارا۔ اس وقت میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی۔ کہ کوئی کہہ رہا ہے دیکھو۔ ابو مسعود کیا کرتے ہو۔ مگر غصہ کی وجہ سے میں نے آواز کو نہ پہچانا اور غلام کو مارتا رہا۔ کہ وہ آواز میرے قریب آگئی۔ میں نے پیچھے مڑ کر جو دیکھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ آواز دیتے ہوئے میری طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ کہ دیکھو۔ ابو مسعود کیا کرتے ہو۔ آپؐ کو دیکھ کر میری چھڑی ہاتھ سے گر گئی۔ آپؐ نے غصہ کی نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ ابو مسعود۔ تمہارے سر پر خدا ہے جو تمہارے متعلق اس سے بہت زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ جو تم اس غلام پر رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں خدا کی خاطر اس غلام کو آزاد کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تم ایسا نہ کرتے۔ تو دوزخ کی آگ تم کو جھلس دیتی :۔

ایک دفعہ زنباع نے اپنے غلام کی ناک کاٹ ڈالی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ جا تو آزاد ہے :۔

یہی عمل آپؐ کے بعد جاری رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے ایام خلافت میں ہر ہفتہ مدینہ کے مضافات میں جاتے۔ اور جب انہیں کوئی ایسا غلام نظر آتا۔ جسے اس کی طاقت اور مناسبت کے لحاظ سے زیادہ کام دیا گیا ہو۔ تو حکماً اس کے کام میں تخفیف کر دیتے۔

غلام اور آقا کا امتیاز اٹھا دیا

اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غلاموں کی حالت ہی بدل گئی۔ وہ جو قعر مذلت میں گرے ہوئے تھے۔ حیوانوں سے بدتر خیال کئے جاتے تھے نہ ان کے کھانے اور پینے کی کسی کو پرواہ تھی۔ نہ رہنے سہنے کی۔ وہ اپنے آقاؤں کی مانند کھانے پینے اور پہننے لگ گئے۔ ان باتوں میں آقا۔ اور غلام کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔ چنانچہ ذیل کی احادیث اس امر پر بخوبی روشنی ڈالتی ہیں :۔

عبادہ بن ولید روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ابوالیسر سے ملے۔ اس وقت ان کے ساتھ ان کا غلام تھا۔ ہم نے دیکھا۔ کہ ایک دھاریدار چادر اور ایک یمنی چادر ان پر۔ اور ایک دھاریدار۔ اور یمنی چادر ان کے غلام پر تھی۔ میں نے انہیں کہا۔ اے چچا! تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ کہ اپنے غلام کی دھاریدار چادر خود لے لیتے۔ اور اپنی یمنی چادر اسے دیدیتے۔ یا اس کی یمنی چادر خود لے لیتے۔ اور اپنی دھاریدار چادر اُسے دیدیتے۔ تاکہ تم دونوں پر ایک ایک طرح کا جوڑا ہو جاتا۔ ابوالیسر نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ دعا دی۔ اور کہا۔ بھتیجے۔ میری ان آنکھوں نے دیکھا۔ اور میرے ان کانوں نے سنا۔ اور میرے اس دل نے اسے اپنے اندر جگہ دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ۔ جو خود پہنتے ہو۔ پس میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ کہ میں اس دنیا کے اموال میں سے اپنے غلام کو برابر حصہ دوں۔ بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے دن میرے ثواب میں کوئی کمی آئے :۔

ابو نوار بزار روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی دوکان پر آئے۔ ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ حضرت علی رضؓ نے دو قمیصیں خریدیں۔ اور پھر اپنے غلام سے کہا۔ کہ دونوں میں سے جو چاہو۔ لے لو۔ جب اُس نے ایک لے لی۔ تو دوسری حضرت علی رضؓ نے خود پہن لی :۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیت المقدس کی فتح کے لئے روانہ ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے غلام کو ساتھ لے لیا۔ چونکہ سواری کے لئے ایک ہی اونٹ تھا۔ دونوں باری باری سوار ہو کر منزلیں طے کرتے گئے۔ جب آخری منزل پر پہنچے۔ تو سوار ہونے کی باری غلام کی تھی۔ اور اس کے بعد بیت المقدس کا شہر آتا تھا۔ غلام نے اپنی باری آپ کو دینی چاہی۔ لیکن انہوں نے پیدل چلنا پسند فرمایا۔ اور غلام کو اس کی باری کے مطابق اونٹ پر سوار کیا :۔

غلاموں کو آزاد کرنا

دوسرا طریق اپنے زمانہ کے غلاموں کو ان کی تکالیف سے رہائی دلانے کا یہ ہوسکتا تھا۔ کہ آپؐ انہیں بالکل آزاد کرانے کی کوشش فرماتے آپؐ نے اپنی تعلیم اور عملی نمونہ سے اس پہلو پر بھی خاص زور دیا۔ اور اس میں بھی آپ کو عظیم الشان کامیابی ہوئی۔ اس بارے میں آپؐ کا عملی نمونہ تو یہ تھا۔ کہ جو غلام کبھی آپؐ کے قبضہ میں آیا۔ آپؐ نے اسے فوراً آزاد کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین جو کہ آپؐ کی محبت میں سرشار تھے۔ اُن کے لئے تو آپؐ کا عملی نمونہ ہی کافی تھا۔ لیکن آپؐ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ صحابہ کو اس طرف رغبت دلانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ چنانچہ فرمایا۔ من اعتق رقبۃ مسلمۃ اعتق اللہ بکل عضو منہ عضواً من النار۔ یعنی جس نے مسلم گردن کو آزاد کیا۔ خدا تعالےٰ اس کے ہر عضو کو آگ سے آزاد کر دے گا :۔

پھر ارشاد الٰہی ما ادراک ما العقبۃ فک رقبۃ سنا کر انہیں بتا دیا۔ کہ قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ غلاموں کو آزاد کرنا ہے :۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔ اگر کسی کے قبضہ میں اس کا کوئی قریبی رشتہ دار آجائے۔ تو وہ آزاد ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آقا غلام کو مارے۔ تو

وُہ غلام کو آزاد کرنے پر مجبور ہوتا۔ چنانچہ سوید صحابی روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک غلام تھا۔ ایک دفعہ ان کے ایک بھائی نے غلام کو تھپڑ مارا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم ہُوا۔ تو آپؐ نے غلام کو آزاد کر دینے کا حکم دیا۔ گویا آقا کو غلام کے مارنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اور اگر کوئی مارتا۔ تو اس کی سزا غلام کو آزاد کرنا تھی۔ پھر قسم توڑنے مومن کو غلطی سے قتل کرنے، بیوی کو ماں کہنے کے کفارہ میں غلاموں کو آزاد کرنا رکھدیا۔ آپؐ کی اس تعلیم و ترغیب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس جوش سے عمل کیا۔ وُہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ چنانچہ چند ایک صحابہ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد قریباً چالیس ہزار تک بتائی جاتی ہے:۔

دُوسرا طریق

دُوسرا طریق غلامی کی روح کو دُنیا سے مٹانے کی تدابیر تھیں۔ اور یہ اس وقت تک عمل میں نہ لائی جا سکتی تھیں۔ جب تک کہ آقا۔ اور غلام دونوں کی ذہنیتوں کو بدلا نہ جاتا۔ کیونکہ آقا بوجہ مدت دراز سے ظلم کرنے سے غلاموں کو انسانیت کے درجہ سے ہی گرا چکے تھے۔ اور غلام بوجہ نسلاً بعد نسل غلام ہونے کے اپنے اس مقام کو گویا خدا کی طرف سے مقرر شدہ تصور کرنے لگ گئے تھے۔ وُہ یقین رکھتے تھے۔ کہ وُہ پیدا ہی اس زندگی کے لئے کئے گئے ہیں۔ پس ان دونوں کی ذہنیتوں کو بدلنا ضروری تھا۔ ہو سکتا تھا۔ کہ آپؐ غلاموں کو یک لخت آزاد کرنے کا حکم دے دیتے۔ لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ آقا پھر بھی اپنے آپ کو اعلےٰ اور غلام اپنے آپ کو ادنےٰ تصور کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ غلاموں کو سوسائیٹی میں کوئی رُتبہ حاصل نہ ہوتا۔ اور وُہ آزاد ہو کر بھی اس ذلت سے نہ نکل سکتے۔ اس کے لئے ذہنیت کو تبدیل کرنا ہی ضروری تھا۔ ذیل میں مختصراً چند ایک تدابیر کا ذکر کرتی ہوں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس غرض کے لئے اختیار فرمائیں:۔

سب کے لئے ایک عبادت گاہ

سب سے پہلی تدبیر جو آپؐ نے اس مقصد کیلئے کی۔ وُہ مساوات قائم کرنا تھا۔ آپؐ نے اس بات پر خاص زور دیا۔ کہ تمام انسان چھوٹے بڑے، عرب عجم۔ اسود ابیض سب بحیثیت انسان مساوی ہیں۔ اس سبق کو آپؐ نے صرف الفاظ تک ہی محدود نہ رکھا۔ بلکہ ان کے دلوں میں اسے راسخ کرنے کے لئے ان کی عملی زندگی میں داخل کر دیا۔ چنانچہ آپؐ نے غلام و آقا کے لئے ایک ہی عبادت گاہ یعنی مسجد رکھی۔ اور دونوں پر لازم کیا۔ کہ اکٹھے ایک دُوسرے کے ساتھ کھڑے ہو کر پانچ وقت نماز ادا کریں۔ اور اس سے دُوسری برکات کے علاوہ مساوات کا سبق بھی سیکھیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ غلاموں کے دلوں سے ذلت اور آقاؤں کے دلوں سے بڑائی کا خیال نکلتا گیا۔ پھر اگر ایک طرف آقا کو غلام کے متعلق عَبْدٌ اور اَمَۃٌ کا لفظ بولنے سے روک کر ان کے دلوں سے وُہ تکبر اور بڑائی نکال دی۔ جو ان الفاظ کے لمبے استعمال سے ان کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ تو دُوسری طرف غلام کو آقا کے لئے رب کا لفظ استعمال کرنے سے روکا۔ اور اس طرح دونوں کے لئے مساوات رکھی:۔

اعلیٰ مناصب پر تقرر

دُوسرا طریق جو آپؐ نے اس مقصد کے لئے اختیار فرمایا۔ وُہ لوگوں کے اس خیال کو دور کرنا تھا۔ کہ انسانوں کا ایک حصہ غلامی کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ اور ان میں کسی بڑے کام کرنے کی قابلیت ہی نہیں۔ یہ خیال اس قدر جڑھ پکڑ چکا تھا۔ کہ بڑے بڑے فلاسفر اسے تسلیم کرتے تھے۔ اسے دُور کرنے کے لئے آپؐ نے ان کی تعلیم و تربیت کا خاص انتظام کیا۔ اور جب وُہ کام کے قابل ہو گئے۔ تو ان کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا۔ تا یہ ثابت کر دیں۔ کہ خدا نے انکو بھی ویسا ہی دل و دماغ دیا ہے۔ جیسا کہ اور انسانوں کو۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثؓ اور ان کے لڑکے اسامہ بن زید کو جنگی مہموں میں امیر مقرر فرمایا۔ اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابیوں کو ان کے ماتحت کیا۔ اسی طرح سالم بن معقل کو آپؐ نے ان چار صحابیوں میں سے ایک رکھا۔ جن کو آپؐ نے قرآن شریف کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا۔ اور اس سے عملی طور پر ثابت کر دیا۔ کہ غلام کو بھی اگر موقعہ دیا جائے۔ تو وُہ دینی اور دُنیوی علوم میں نہ صرف یہ کہ دُوسروں کے برابر ہو سکتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات دوسروں سے بڑھ بھی سکتا ہے:۔

سوسائٹی میں احترام قائم کرنا

تیسرا طریق جو آپؐ نے اس ذہنیت کو بدلنے کے لئے اختیار کیا۔ وُہ یہ تھا۔ کہ آزاد کردہ قابل غلاموں کی آپؐ خود بھی عزت کرتے اور سوسائٹی میں بھی ان کا احترام قائم کرنے کی کوشش فرماتے۔ اس کے لئے سب سے پہلے وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ارشاد خداوندی سنا کر یہ بتایا۔ کہ غلام یا لونڈی اگر اپنے اندر قابلیت پیدا کرلیں۔ تو وُہ ان آزاد نسبی طور پر بڑائی رکھنے والوں سے بڑھ جاتے ہیں۔ جن کے اندر وُہ قابلیت نہیں۔ اور پھر ان کو اعلےٰ سوسائٹی میں ملانے کے لئے عملی قدم یہ اٹھایا۔ کہ زید جو کہ آزاد شدہ غلام تھے۔ ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے کر دی۔ پھر آپؐ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھتے۔ کہ کسی صحابی کے دل میں باوجود غلاموں کے ترقی کر جانے کے ان کی پہلی حالت غلامی کی وجہ سے ان کے متعلق حقارت کے خیالات نہ رہیں:۔

چنانچہ ایک دفعہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بلال رضؓ وغیرہ کو جبکہ وُہ ابو سفیان کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔ ڈانٹا۔ اور کہا۔ کہ تم قریش کے سردار کے متعلق ایسا کہتے ہو۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ پر ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ ان کی ناراضگی خدا تعالےٰ کی ناراضگی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی وقت ان کے پاس آئے۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ کیا۔ وُہ ناراض تو نہیں ہوئے:۔

اسی طرح جب اسامہ رضؓ بن زید کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امیر مقرر فرمایا۔ اور بعض صحابہ رضؓ نے اعتراض کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ تم اُس کی امارت پر طعن کرتے ہو۔ خدا کی قسم۔ یہ امیر بننے کے قابل ہے۔ اور اس وجہ سے مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہے۔ اس سے آپؐ نے اچھی طرح ذہن نشین کر دیا۔ کہ اصل چیز قابلیت ہے۔ نہ کہ حسب و نسب:۔

جذبات کو اپیل کرنے کی کوشش

چوتھا طریق آپؐ نے لوگوں کی ذہنیت بدلنے کا یہ اختیار فرمایا کہ ان کے جذبات کو اپیل کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ اِخْوَانَکُمْ خَوَلُکُمْ۔ یعنی اے آقاؤ! تمہارے بھائی ہی تمہارے غلام ہیں۔ یعنی تم اپنے بھائیوں کو غلام بنا کر ان پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہو۔ یہ کیا انسانیت ہے۔ کہ اپنے بھائیوں سے۔ ایسا سلوک کرو۔ یہ کہکر جلد سے جلد آزاد کر دینے۔ اور جلد سے جلد اپنے اندر شامل کرنے کی ترغیب دلائی۔ اور ان کو اپنے دلوں سے نفرت کے جذبات نکالنے کی طرف مائل کیا:۔

غلام آزاد کرنے کے متعلق احکام

ذہنیت کو بدلنے کے بعد آپؐ نے غلامی کو جڑھ سے اکھیڑنے کے لئے مندرجہ ذیل اصول ایسے مقرر فرمائے۔ کہ اگر ان پر عمل کیا جاتا۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں غلامی دنیا سے مفقود ہو جاتی۔ چنانچہ آپؐ نے حکومت کا فرض قرار دیا۔ کہ وُہ بیت المال سے ایک رقم غلاموں کے آزاد کرنے میں صرف کرے۔ اور ساتھ ہی یہ فرض قرار دیا۔ کہ ان کو تعلیم دے کر اس قابل بنائے۔ کہ وُہ آزاد ہو سکیں۔ ادھر عام مسلمانوں کو بھی یہ تاکید فرمائی۔ کہ وُہ اپنے مالوں میں سے ایک حصہ اس کام کے لئے صرف کریں۔ بہت سے قصوروں کے کفارہ میں غلاموں کی آزادی بھی رکھدی۔ لیکن سب سے بڑھ کر آپؐ نے یہ حکم دیا۔ کہ جب غلاموں کی ذہنیت بدل جائے۔ اور وُہ اپنے آپ کو یہ سمجھ کر کہ ہم آزادانہ زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ مکاتبت یعنی آقا سے آزاد ہونے کا مطالبہ کریں۔ تو آقا کا فرض ہے۔ کہ اسے اسی وقت سے آزاد کرے۔ اور اسے موقعہ دے کہ وُہ کما کما کر آہستہ آہستہ اس کی رقم ادا کرے۔ اس میں روک ڈالنے کا آقا کو کوئی اختیار نہ تھا۔ اگر آقا لیت و لعل کرے۔ تو وُہ حکومت کے ذریعہ اپنے آپکو آزاد کرا سکتا تھا۔ حکومت اتنا دیکھیگی۔ کہ آیا۔ وُہ سوسائیٹی پر بوجھ تو نہیں۔ پس اس حکم کے ساتھ آپؐ نے یہ فیصلہ کر دیا۔ کہ آئندہ کے لئے غلامی دُنیا سے بالکل مٹ جائے۔ کیونکہ جب غلاموں کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائیگا۔ کہ ہم غلام نہیں بننا چاہتے۔ تو وُہ خود بخود اپنے آپکو آزاد کرالیں گے۔ اگر اس قسم کے غلام کو مالی تنگی ہوتی۔ تو اس کیلئے بیت المال اور لوگوں پر فرض قرار دیا۔ کہ اس کی مدد کریں۔

اب صرف باقی سوال ان غلاموں کا رہجاتا ہے جو غیر مسلموں کے قبضہ میں ہوں۔ چونکہ ان پر آپؐ مذہبی احکام جبری نہیں منوا سکتے تھے۔ اس لئے ان کے متعلق آپؐ نے دو تدابیر کیں۔ ایک تو مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ وُہ اپنے مالوں سے غلام خرید کر آزاد کریں۔ اور دوسرے یہ رکھدیا۔ کہ جو غلام بھاگ ہو کر مسلمانوں کی حکومت میں آجائے۔ وُہ پھر واپس نہیں کیا جائے گا:۔

آخری کلمات

آخر میں میں یہ بتا کر اپنے مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ کہ وفات کے وقت جو الفاظ آپؐ کے دہن مبارک سے نکلے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد کلام الٰہی میں

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن۔

خواہ تمام دُنیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توصیف و تعریف۔ لاانتہا زمانوں تک طرح طرح کے پیرایوں میں کرتی رہے۔ اور انسانی دماغ آپؐ کی نعت ومحامد میں قرنوں مصروف رہے۔ پھر بھی یہ ظاہر ہے۔ کہ جو حقیقی تعریف اور اعلےٰ درجہ کی نعت خلاقِ دوجہاں اور واقفِ اسرارِ کون ومکاں بیان کرسکتا ہے۔ وُہ اور کوئی نہیں کرسکتا:

نہ تو کوئی انسان آپؐ کے محامد کے کنہ تک پہونچ سکتا ہے۔ اور نہ کوئی پُورے طور پر بیان کرسکتا ہے۔ اس لئے جس قدر بھی محامد آں حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیان کئے گئے ہیں۔ وُہ محض آپؐ کے جُزوی کمالات ہیں۔ جن پر اپنے اپنے مذاق کے مطابق ہر طبقہ کے مادحین نے وقتاً فوقتاً اظہارِ خیالات کیا ہے۔ میں ایک طرف تو آج کل بسترِ علالت پر پڑا ہُوں۔ اور دُوسری طرف ایڈیٹر صاحب "الفضل" کی تاکید پر تاکید ہے۔ کہ کوئی مضمون دو۔ جو خاتم النبیینؐ نمبر میں درج کیا جائے۔ اگرچہ اُن کی اس فرمائش کی تعمیل ان پر احسان نہیں۔ بلکہ خود لکھنے والے کے لئے عین سعادت ہے۔ تاہم بیماری بھی مجبور کر رہی ہے۔ کہ دماغ پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ خود کوئی مضمون سوچ کر ناقص اور ناتمام صُورت میں لکھتا۔ مجھے اس میں بہت آسانی نظر آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض اُن محامد پر ناظرین کو توجہ دلاؤں۔ جو خود خداوند تبارک وتعالےٰ نے اپنے کلامِ پاک میں حضورؐ کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔ اور جو گو الفاظ میں حد درجہ مختصر ہیں۔ لیکن تمام انسانی محامد کی اصل اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلےٰ کیرکٹر۔ اور حقیقی قوتِ قدسی۔ اور تعلق باللہ۔ اور شفقت علےٰ خلق اللہ کو بہترین پیرایہ میں بیان کرنے والے ہیں:

یاد رہے۔ کہ مندرجہ ذیل نعت صرف ایک حصّہ ہے آپؐ کے اُن تمام محامد کا۔ جن سے کلامِ الٰہی بھرا پڑا ہے۔ مگر یہ چند آیات مخصوص طور پر مشہور وادر زبان زد ہیں۔ اس لئے تبرکاً وتیمناً ان کو لکھ دینے اور ان کا ترجمہ کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ تاکہ میں بھی امسال اس پرچہ کے ذریعہ سعادت اور ثواب میں شریک ہوسکوں۔ ورنہ ؎

اُوچہ مید ارد ببدیحِ کس نیاز — مدحِ او خود فخر ہر مدحت گرے
ہست اُو در روضۂ قدسِ جلال — دازخیالِ مادحاں بالاترے

(۱)

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ)

یعنی اے ہر طبقہ کے انسانو! یہ عظیم الشان رسُول تم میں سے ہی تمہارے پاس مبعوث ہوکر آیا ہے۔ ایک طرف تو اس کی خیرخواہی کا یہ عالم ہے۔ کہ تمہیں تکلیف دینے والی باتیں اسے بہت ہی شاق گزرتی ہیں۔ دوسری طرف تمہارے فوائد کا نہایت ہی درجہ خواہشمند ہے۔ اور تیسری طرف مومنوں کے لئے حد درجہ کی شفقت اور رحم اپنے دل میں رکھتا ہے:

(۲)

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا نِ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۔ (اعراف)

یعنی میں اپنی رحمت کو ان لوگوں سے مخصُوص کرُونگا۔ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں۔ جو "وُہ نبی" کے نام۔ اور امّی کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ اور یہ پیشگوئی اہلِ کتاب کے پاس توراۃ اور انجیل دونوں میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ یہ نبی ہر اچھی بات کا حکم کرتا ہے۔ اور ہر بُری بات سے منع کرتا ہے۔ پاک اشیاء کو حلال ٹھیراتا ہے۔ اور ناپاک اشیاء کو حرام قرار دیتا ہے۔ اور مخلوقات کی تمام مصیبتوں کے بوجھ اور طوق جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ اتارتا ہے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے۔ اور انہوں نے اس رسُول کو قوت دی۔ اور اس کی مدد کی۔ اور اس نور کی پیروی کی۔ جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ وُہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اے رسولؐ! تو بھی کہدے۔ کہ اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر بناکر بھیجا گیا ہوں۔ اس خدا کی بادشاہی آسمان وزمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی معبُود نہیں۔ وُہی زندہ کرتا ہے۔ اور وُہی مارتا ہے۔ پس اس خداء اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ جو "وُہ نبی" کے نام اور امّی کے لقب سے مذکور ہے۔ اور جو خود اللہ پر اور اس کے کلام پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اُس کی پیروی کرو۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

(۳)

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (انبیا)

یعنی اے رسولؐ! ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا۔ مگر رحمت بناکر تمام عالمین کے لئے:

(۴)

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (فتح)

یعنی ہم نے تجھ کو مخلوقات کے لئے نمونہ بناکر بھیجا ہے۔ تو ماننے والوں کو خوشخبری دینے والا۔ اور منکرین کو عذاب سے ڈرانے والا ہے۔ تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لے آؤ۔ اس کے رسول کو قوت دو۔ اور اس کی تعظیم کرو۔ اور اللہ کی صبح وشام تسبیح کرو اَے رسول! وُہ سب لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وُہ دراصل خود اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ گویا تیرا ہاتھ نہیں۔ بلکہ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا ہے:

(۵)

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے یہ اپنا رسول ہدایت۔ اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ تمام اور دینوں پر دینِ اسلام کو غالب کرکے دکھائے۔ اور خدا کافی ہے۔ اس کا مددگار۔ محمدؐ اللہ کا رسُول ہے۔ اور جو لوگ اُس کی جماعت میں ہیں۔ وُہ کافروں پر رعب رکھتے ہیں۔ اور آپس میں ایک دُوسرے پر شفقت کرتے ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے۔ کہ وُہ رکوع اور سجدہ میں پڑے ہوئے خدا کا فضل۔ اور اس کی رضامندی طلب کرتے رہتے ہیں۔ اور اُن کے چہروں پر عبودیت الٰہی کے آثار چمکتے ہیں۔۔۔۔۔۔ :

(۶)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (آل عمران)

یعنی اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ ان میں سے ہی ایک رسول اُن کے لئے مبعوث کیا۔ جو خدا کے کلام کی آیتیں ان کو سناتا ہے۔ ان کو ہر قسم کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی گندگیوں سے پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اللہ اور حکمت کی باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس کے آنے سے پہلے یہی لوگ سخت گمراہی میں مبتلا تھے ؞

(۷)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔ (آل عمران)

یعنی یہ بھی خدا کی ایک بڑی رحمت ہے کہ اے رسول! تو ان لوگوں کے لئے نرم دل اور رقیق القلب ہے۔ اگر تو ذرا بھی سخت زبان، یا سنگدل ہوتا۔ تو یہ سب لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے ؞

(۸)

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب) یعنی یہ نبی بہت ہی شفقت کرنے والا ہے مسلمانوں پر۔ ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ۔ اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں ؞

(۹)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔

یعنی اے لوگو! تمہارے لئے یہ رسول بہترین نمونہ ہے پیروی کرنے کے لئے۔ اس شخص کے واسطے جو خدا کی رحمت اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد رکھتا ہے ؞

(۱۰)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب)

یعنی اے نبی ہم نے تجھ کو گواہ، خوشخبری دینے والا۔ عذاب الٰہی سے ڈرانے والا۔ خدا کے حکم سے اس کی طرف لوگوں کو بلانے والا۔ اور ہدایت کا چمکتا ہوا سورج بنا کر دُنیا کی طرف بھیجا ہے ؞

(۱۱)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

یعنی اللہ۔ اور اس کے فرشتے اس نبی پر خاص رحمتیں۔ اور درود بھیجتے ہیں۔ سو اے مسلمانو! تم بھی اس پر باقاعدہ درود۔ اور سلام کی دعائیں بھیجا کرو ؞

(۱۲)

اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ (کوثر)

یعنی اے محمدؐ! ہم نے تجھ کو اولاد۔ اور ہر نعمت کثرت اور بے انتہا عطا کی ہے۔ پس تو بھی اپنے رب کے حضور نماز پڑھ۔ اور قربانی کر۔ تیرا دشمن ہمیشہ نامراد اور لاولد رہے گا ؞

(۱۳)

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

کیا ہم نے تیرے سینے کو کھول نہیں دیا۔ اور تیرے اس بوجھ کو جس نے تیری کمر توڑ دی تھی۔ تجھ پر سے ہٹا نہیں دیا۔ بلکہ تیرے ذکر کو خوب بلند کیا۔ (جس کا ایک نمونہ سیرۃ النبیؐ کے جلسے بھی ہیں۔)

(۱۴)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى .... ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ؞

یعنی یہ رسول۔ کوئی کلام خواہش نفسانی کے ماتحت نہیں کرتا۔ بلکہ وحی الٰہی کے ماتحت اس کے جملہ اقوال و افعال ہیں۔ .... اسی طرح یہ مخلوق اور خالق کے درمیان شفیع ہے۔ اور جس طرح دو کمانوں کی تاریں درمیان میں مل جاتی ہیں۔ اسی طرح الوہیت انسانیت کی کمانوں کے درمیان بطور خط مستقیم کے ہے۔ اور ان دونوں کے آپس کے تعلق کا ذریعہ ہے ؞

(۱۵)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ (احزاب)

یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم لوگوں میں سے کسی مرد کا جسمانی باپ نہیں ہے۔ لیکن رسول اللہ ہے۔ اور اس حیثیت سے سب مسلمانوں کا روحانی باپ ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اس کا درجہ ہے۔ کہ یہ خاتم النبیین ہے۔ یعنی تمام انبیاء کے سب کمالات کو اپنے اندر جمع کرنے والا ہے۔ اور ان کا فیضان آئندہ اپنی امت میں جاری کرنے والا ہے۔ اس لئے تمام انبیاء سے اس کا درجہ افضل۔ اور بزرگ تر ہے۔ (۱۶) اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ تو عظیم الشان خلق والا انسان ہے (۱۷) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی اے نبی لوگوں میں اعلان کر دے۔ کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو۔ تو آؤ میری پیروی کرو۔ پھر خدا بھی

※ اپنا دامن لطف بڑھاتی ہے۔ آہ کتنا اس کے تمام دلخراش صدمے سہ جاتے ہیں اور یہی نرم و حسین ہستی دنیا کی مسرتوں کا ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظر آنے کے لئے ایک بیش بہا علیہ۔ اور نوع انسان کا نصف بہترین بن کر درخشاں ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ اب وہ دلکش انداز میں عزت و حرمت کا خزینہ بن جاتی ہے ہُسے حرم حبیبؐ احترام القاب عطا ہوتا ہے اور وہ اکرام کے سب سے بلند مقام پر بعید اعزاز بخالی جاتی ہے ؞

خواتین سے خطاب

کیا یہ کارنامے نمایاں معجزہ نہیں۔ کیا یہ احسانات عظیم نہیں؟ کیا یہ اصلاحات لائق تشکر نہیں؟

ہمارا پیارا محسن صلعم

(از محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ چوہدری برہما)

بانیٔ اسلام روحی فداہ کی دیگر عظیم الشان خصوصیات میں سے ایک یہ بھی نہایت معجزانہ خصوصیت ہے۔ کہ آپ نے پامال کو نہال۔ ہر پژمردہ کو سرسبز اور ہر گمزدہ کو بلند و بالا مرتبہ عنایت فرمایا۔ نہ صرف یہ کہ خود حضور کی ذات نے ہر بے کس کو سربلند فرمایا۔ بلکہ اپنے پیروؤں کو بھی ایسا ہی کرنے کا ارشاد فرمایا کمزوروں، غلاموں اور عورتوں ایسے پسماندہ طبقوں کی ذلت نصیبیاں اپنے پیش نظر رکھئے۔ پھر اس ناموافق فضا میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جود و سخی سے لبریز دامن پر نگاہ ڈالئے۔ بے اختیار آپ کا دل اُس فخر کائنات پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لئے بے تاب ہو جائے گا۔ ان احسانوں کو یاد کر کے بار گراں سے گردن نہ جھکنے کی آپ سوچیئے۔ تو آپکا تخیل آپکو عمیق گہرائیوں میں لیجائیگا۔ اور آپ محسوس کریں گے۔ کہ اگر سرور کائنات ان اصلاحات کے احسان ہم پر نہ فرماتے تو آج دنیا کی وہ بدتر حالت ہوتی جس کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ حسین اصلاحات آپ دنیا میں جاری نہ فرماتے۔ تو آج حریت کے نام سے کوئی واقف ہی نہ ہوتا۔ اور نہ ہی یہ دیگر چرچے نظر آتے۔ خدا جانے اسوقت ہم انسان نما کیا چیز ہوتے ؞

غلام

غریب اور لاچار غلام مصیبتوں کا شکار ہے۔ دکھوں میں مبتلا ہے۔ سب حداذیتوں میں جکڑا ہوا اپنی زندگی سے بیزار۔ مگر اس ابر کرم نے آتے ہی آقا و غلام کے حقوق مساوی کر دیئے۔ غلاموں کی مصیبتوں کی زنجیریں یکسر کاٹ دیں۔ اور اب غلام برابر کا شریک الطعام ہو کر دیگر کاروبار میں مساوی لائن پر آگیا ؞

ماں

ضعیف ماں۔ آہ غم و ہم کی مجسم تصویر۔ ناقابل برداشت مشقتوں میں گرفتار۔ تمام جہان کے مصائب و آلام کا شکار۔ بدحال اور مفلوک الحال۔ مگر اپنے لخت جگر کے سامنے اپنی مصیبت کی داستان کا ایک لفظ زبان پر لانے کی نہ ہمت نہ جرأت۔ اسی کشمکش حیات میں غوطے کھا کر آخر دم توڑ دیتی۔ اور دنیا کو ایک ڈراؤنا منظر دکھا کر رخصت ہو جاتی ہے۔ لیکن رحمۃ للعالمین کی رحمت موجیں مارتی دکھیا ماں کی طرف بڑھتی ہے۔ تو جنت الفردوس جیسی نعمت رب اس کے قدموں میں ڈال دی جاتی ہے۔ بیٹے۔ ہاں مغرور و سرکش بیٹے کا سر انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنی ماں کے قدموں میں ہمیشہ ہمیش کیلئے جھکا دیا جاتا ہے۔ اور بیٹا اسے اپنے لئے باعث صد فخر سمجھنے لگتا ہے ؞

بیوی

بیوی۔ ناچار و دلبر یا بیوی۔ آہ۔ نشانہ جور و ستم بیوی۔ آہ جانور سے بھی کم حیثیت میں خس و خاشاک سے بدتر حالت میں۔ بالکل دنی ہستی۔ بے زبان۔ مگر طاقت سے ڈھو کر خدمتگزار۔ مصائب میں لت پت۔ دنیا جہان کے رنج و غم میں غرق۔ مگر مجال اُف نہ رکھتی۔ اپنی غم آلود زندگی نہایت کس مپرسی میں گزار کر دنیا کے سامنے عبرت انگیز مرقع پیش کر کے کالعدم ہو جاتی۔ مگر جب ایسی پست ہستیوں کی طرف جگہ کو نہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت خاتم النبیینؐ بکر جلوہ گر ہوتی ہے۔ تو اس ناشاد ہستی کی طرف ※

عظیم الشان احسانوں کے تذکرہ سے دنیا کو نہ بھر دیں۔ اللہ اور ان احسانات کے شکریہ میں جو نیری پراگندہ حیات پر بے پایاں رحمت کی صورت میں نازل ہوئے۔ اپنی زبان کو وا کر۔ اس زندگی بخش جان جہان کے وسیع الطاف و عنایات سے دنیا کو آگاہ کر۔ اور لوگوں کی گردنیں اس باب عالی پر جھکا دے۔ ہاں پیاری صنف! آہم ملکر چشمان تشکر ریز سے۔ خلوص قلب سے۔ صدق نیت سے۔ سچی تڑپ اور دلی ارادت سے اپنے اس حقیقی محسن اور مہربان پر صلوٰۃ وسلام بھیجیں۔ اور تمام دنیا کو اس مقدس نغمے سے بھر دیں ؞ اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم۔ انک حمید مجید ؞

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان عورتوں پر

از سیدہ امۃ السلام بیگم صاحبہ بنت حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے

بعثت نبوی کے وقت عورت کی حالت

اس وقت جبکہ دنیا میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ اور چاروں طرف تاریکی تھی۔ تمام بندگانِ خدا شرک کے جال میں بری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ لوگ نہ صرف اپنے خالق کو بھولے ہوئے تھے۔ بلکہ اس کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ خصوصاً عرب کا ملک تو جہالت اور بد رسوم میں اول نمبر پر تھا۔ اس وقت ایک خدا کا بندہ اپنے خالق و مالک کی رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے نام کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اور ضلالت کو دنیا سے ملیا میٹ کرنے کا بیڑا اٹھاتا ہے اس نے اس زمانہ میں اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ جبکہ ملک عرب عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور ساکنانِ عرب شراب خوری اور قمار بازی وغیرہ کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ عورت کی حیثیت اس زمانہ میں جانوروں کی سی تھی۔ ان پر ہر قسم کا ظلم روا رکھا جاتا تھا۔ ان کا کوئی حق بھی محفوظ نہ تھا۔ ان کی ذلت انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ ان کی ترقی کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا تھا۔ ورثہ میں ان کا کوئی حق نہ تھا۔ بلکہ وہ خود بطور ورثہ کے سمجھی جاتی تھی۔ اور جس طرح دوسری جائداد تقسیم کی جاتی تھی۔ اسی طرح ان کی بھی تقسیم ہوتی تھی۔ لڑکی کی پیدائش خاندان کے لئے موجب عار سمجھی جاتی۔ اسی لئے بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی قبیح عادت جاری ہو چکی تھی۔ سوسائٹی میں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اور ان کو کسی مشورہ وغیرہ میں رائے دینے کا حق نہیں تھا۔ غرضیکہ عورت سخت درجہ مظلومیت کی قید میں گرفتار تھی۔ اور اس قید سے آزاد کرنے والا اسے کوئی نظر نہ آتا تھا۔

رحمتِ الٰہی کا نزول

آخر جب یہ ذلت و تحقیر انتہا کو پہنچ گئی۔ تو رحمت خدا جوش میں آئی۔ اور اس نے اپنے ایک برگزیدہ بندہ کے دل میں عورتوں کے لئے رحم کا جذبہ پیدا کیا۔ وہ ان کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔ اور دنیا کو ان کے حقوق کی طرف توجہ دلائی ہمارے محسن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا انسان نہیں گزرا جو طبقۂ نسواں کے لئے اس قدر رحمت کا موجب بنا ہو۔ آپ کی تعلیم کے مطابق انسانیت کے لحاظ سے عورت و مرد برابری کا درجہ رکھتے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن یعنے جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں۔ ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں ؎

عورتوں پر شفقت

آپ عورتوں کے ساتھ نہایت مربیانہ سلوک فرماتے۔ عورتیں آپکی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تکالیف اور ضروریات کے متعلق آزادی کے ساتھ گفتگو کر لیتی تھیں۔ اور بعض وقت کسی ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ذریعے مسائل وغیرہ پوچھ لیتی تھیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ عورتوں کی بڑھتی ہوئی جرأت کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ اسلام کے شفق و کرم نے جو ان کو بہت دلیر بنا دیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمُ النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ یعنے تمہاری دنیا میں سے دو چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی ہے۔ ایک خوشبو اور دوسرے طبقۂ نسواں کی۔ مگر میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کو عورتوں کی بہبودی کا کسقدر خیال تھا ؎

اہل سے حُسنِ سلوک کا ارشاد

آپ عورتوں کے لئے ایک فرشتۂ رحمت تھے۔ آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا۔ کہ آپ عورتوں کی بہت قدر کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کا سلوک اپنی بیویوں سے نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ بعض مذاہب کہتے ہیں۔ کہ تم اپنے عزیزوں کو چھوڑ دو۔ اور دنیا کے تمام تعلقات کو قطع کر دو۔ تب تم خدا کو پا سکو گے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ طریق فطرت کے خلاف ہے۔ تم دنیوی تعلقات سے وابستہ رہتے ہوئے بھی خدا کو پا سکتے ہو۔ دنیا کا ہر ایک ذرہ خدا تعالےٰ کی پیدائش ہے۔ اور اگر تمہاری نیت درست ہے۔ تو دنیا کی کوئی چیز تمہارے لئے خدا تک پہنچنے میں روک نہیں بن سکتی۔ بلکہ بعض جہات سے دنیا کے تعلقات قرب الٰہی کے لئے ممد اور معاون ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ یعنے تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے۔ جو اپنے بیوی اور بچوں کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہے۔ اس طرح آپ نے یہ تعلیم دی۔ کہ اپنے اہل سے محبت کر کے خدا تعالےٰ تک پہنچو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے بیوی سے حسن سلوک کو اپنے قرب کا ذریعہ بتایا ہے۔

بیویوں کے احساسات کا خیال

آپ اپنی بیویوں کے احساسات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ گھر کے کام میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ ان کی دلداری کے لئے باریک سے باریک راہیں تلاش کرتے۔ ایک دفعہ آپکی ایک بیوی کو جو نسلاً یہود میں سے تھی کسی دوسری نے غصہ میں تحقیر کے طور پر یہودن کہدیا۔ اس کا اسے ملال ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے اسے یہ کیوں نہ جواب دیا۔ کہ میں ذلیل کس طرح ہوئی میں تو خدا تعالےٰ کے نبیوں کی اولاد میں سے ہوں۔ اگر آپ کی بیویوں میں سے کوئی بیمار ہوتی تو آپ نہایت توجہ کے ساتھ اسکی تیمارداری کرتے۔ آپ اپنی بیویوں کی خاطر اس کے رشتہ داروں سے بھی تعلق بڑھاتے۔ غرضیکہ آپ ہر رنگ میں عورتوں کے لئے باعث راحت و کرم ثابت ہوئے۔ اور اپنے اقوال و افعال سے ثابت کر دیا۔ کہ عورت ایک قابل نفرت چیز نہیں۔ بلکہ ایک قابل عزت اور قابل محبت ہستی ہے۔

دعا

آخر میں میں دعا کرتی ہوں۔ کہ وہ قابل احترام ہستی کہ جس نے ہماری صنف پر اس قدر احسان کئے۔ اور ہمیں قعر ذلت سے نکال کر اوج سعادت پر پہنچا دیا۔ ہمیں ہمارے جائز حقوق دلائے۔ خدا تعالےٰ ہمارے دلوں کو اس محسن کی محبت سے لبریز کر دے۔ اور ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اس کے بتائے ہوئے طریق پر چلکر خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کر سکیں۔ اور اسکی تعلیم کو خدا تعالےٰ کی اس مخلوق تک پہنچا سکیں۔ جو ابھی تک قعر ذلت میں پڑی ہوئی ہے ؎ آمین ثم آمین

عورتوں سے حُسنِ سلوک

عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے سنا۔ کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطبہ میں بہت سی باتیں بیان فرمانے کے بعد عورتوں کا ذکر کیا۔ اور لوگوں کو ان کے حق میں بہت سی نصیحتیں کیں۔ اور پھر فرمایا۔ کہ دیکھو کیسی بری بات ہے کہ ایک شخص صبح کے وقت اپنی بیوی کو غصہ میں آ کر اس طرح مارتا ہے۔ جس طرح لوگ نوکروں کو مارتے ہیں۔ اور پھر شام کے وقت اس سے ہمبستر ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح اور باتوں کی نصیحت کرتے فرمایا۔ کہ کسی کی ہوا خارج ہو جائے۔ تو لوگ ہنس پڑتے ہیں۔ مگر لوگو جو بات خود تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ وہی دوسروں سے سرزد ہو۔ تو کیوں ہنستے ہو ؎ (بخاری)

انجیل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی بشارت

از جناب سید محمد اسحاق صاحب فاضل پروفیسر مدرسہ احمدیہ قادیان

ہر نبی اپنے سے پہلے نبیوں کا (اگر کوئی ہوں) مصدق اور اپنے بعد میں آنے والے نبی کا (اگر کسی نے آنا ہو) مبشر ہوا کرتا ہے حضرت مسیح ابن مریم بھی چونکہ خدا کے نبی تھے۔ اس لئے آپ بھی اپنے سے پہلے نبیوں کے مصدق تھے۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ یعنے میں اپنے سے پیشتر شریعت کی کتاب تورات اور اس کے شارح موسے علیہ السلام کا مصدق ہوں۔ اور اپنے سے بعد میں آنے والے یعنی رسول مقبول صلعم کے مبشر ہیں جیسا کہ حضور کا دعویٰ ہے۔ انا بشارۃ عیسےٰ یعنے میں عیسے علیہ السلام کی بشارت کے مطابق دنیا میں آیا ہوں۔ اس دعویٰ کی دلیل ہمارے ذمہ ہے کہ واقعہ میں مسیح علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی انجیل میں بشارت دی ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے ہم انجیل کا ایک حوالہ درج کرتے ہیں جو یہ ہے:

انجیل کا ایک حوالہ

"ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا۔ جس نے انگور کا باغ لگایا۔ اور اس کے چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا۔ اور اسے باغبانوں کو ٹھیکہ پر دے کر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا۔ تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا۔ جو پہلے سے زیادہ تھے۔ اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہکر بھیجا۔ کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کرینگے جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا۔ تو آپس میں کہا۔ کہ یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے پکڑ کر باغ سے باہر نکالا۔ اور قتل کر دیا۔ پس جب باغ کا مالک آئے گا۔ تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ انہوں نے اس سے کہا۔ کہ ان برے آدمیوں کو بری طرح ہلاک کرے گا۔ اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اسکو پھل دیں گے یسوع نے ان سے کہا۔ کہ کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے مگر جس پر وہ گرے گا۔ اسے پیس ڈالے گا" (متی ۲۱/۳۳-۴۴)

تمثیل کا مطلب

یہ تمثیل نہایت صاف ہے ٹھیکہ دینے والا خدا ہے۔ باغبان بنی اسرائیل قوم ہے۔ بیٹے سے مراد مسیح علیہ السلام ہیں۔ اور نوکروں سے مراد بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جو مسیح سے پیشتر ان میں مبعوث ہوئے پس جب یہودیوں نے حضرت مسیح سے پہلے نبیوں کو قتل کیا پیٹا اور سنگسار کیا۔ تو سب سے آخر مسیح علیہ السلام آئے۔ یہود نے ان کو بھی قتل کر دیا۔ تمثیل کہتی ہے۔ کہ پھر خدا خود آئے گا۔ اور یہ ٹھیکہ کسی اور قوم کو دیدیگا۔ اور وہ قوم خدا کے نوکروں کو باغ کا پھل دیدیگی

تمثیل کا متنازعہ فیہ حصہ

تمثیل کا یہ حصہ متنازعہ فیہ ہے عیسائیوں کے نزدیک اس سے مراد مسیح کی آمد ثانی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنی اسمٰعیل میں سے مبعوث ہونا ہے۔ ان دو متضاد خیالات میں فیصلہ کرنے کے لئے میں چند امور عرض کرتا ہوں۔ جن سے انشاء اللہ ناظرین صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔

امر اوّل

اس حوالہ میں لکھا ہے۔ کہ مارا جانے والا مالک کا بیٹا ہے اور سزا کے لئے آنے والا خود مالک ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جو مارا گیا ہے۔ وہی دوبارہ نہیں آئے گا۔ اور چونکہ اس حوالہ کی رو سے مسیح علیہ السلام مارے گئے۔ اس لئے وہ خود دوبارہ نہیں آ سکتے۔

امر ثانی

اگر مسیح علیہ السلام ہی دوبارہ آئیں۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بادشاہت اور ٹھیکہ یہود ہی میں رہے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح خود یہودی ہیں۔ پس حضرت مسیح کے دوبارہ آنے سے تو باغ کا ٹھیکہ یہودیوں ہی میں قائم رہا۔ حالانکہ حوالہ کہتا ہے۔ کہ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں ہو سکتا۔

امر ثالث

یہ آنے والا نبی اسی قوم میں سے آئے گا جسمیں نبوت مفقود ہو۔ اس لئے مسیح علیہ السلام اس سے مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام سے حضرت مسیح تک ہزاروں نبی بنی اسرائیل میں آئے۔ حوالہ یہ کہتا ہے۔ کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونہ کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یعنے آنے والا نبی اس قوم کا فرد ہے۔ جو ہزاروں سال سے نبوت کے مکان کی اینٹوں کی جگہ نہیں لگائی جا سکی۔ اور وہ عرب ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسمٰعیل نبی کی اولاد ہیں۔ جن میں سے ہزاروں سال تک ایک شخص بھی نبی نہ بن سکا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لتنذر قوما ما انذر اٰباؤھم

امر رابع

حوالہ میں لکھا ہے۔ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونہ کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ اس میں آنے والے نبی اور اس کی قوم کو پتھر سے تمثیل دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ موعود نبی اور آپکی قوم کو پتھر سے کوئی خصوصیت حاصل ہے۔ ورنہ تمثیل بے معنی ٹھہرتی ہے۔ اور خدا کے کلام پر حرف آتا ہے۔ بنی اسرائیل کی تمام تاریخ پر نظر ڈالو۔ انہیں بحیثیت قوم پتھر سے کوئی واسطہ نہیں۔ نہ کوئی خصوصیت حاصل ہے۔ نہ خود مسیح علیہ السلام کی زندگی میں پتھر کا کوئی خاص اور اہم واقعہ پایا جاتا ہے لیکن برخلاف اس کے بنی اسمٰعیل کے لاکھوں افراد اور سینکڑوں قبیلوں میں ہزاروں اختلاف تھے۔ وہ آپس میں قتل و غارت تک کے مرتکب ہو جاتے تھے۔ مگر اتفاق تھا۔ تو ایک پتھر کے ارد گرد والہانہ طور پر پھرنے اور اسے بوسہ دینے میں۔ اور وہ حجر اسود ہے۔ جو پتھر بھی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ وہ کونہ کے سرے کا پتھر ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہزاروں سال سے بنی اسمٰعیل ایک پتھر یعنی کونہ کے سرے کے پتھر کے ارد گرد گھومتے رہے کیونکہ وہ پتھر درحقیقت آنے والے نبی کا نشان ہے۔ یہ تو پتھر کی قومی حیثیت تھی۔ اب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کو دیکھو۔ آپ کی انفرادی زندگی میں بھی اس پتھر سے آپکو کوئی خصوصیت حاصل ہے یا نہیں۔ سو جاننے والے جانتے ہیں۔ اور جو نہیں جانتے وہ جانیں۔ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ اور خانہ کعبہ ایک دفعہ جلکر دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ تو حجر اسود کو کونہ کے سرے پر رکھنے کے لئے عرب کے تمام قبائل میں سخت جھگڑا برپا ہوا۔ اور قریب تھا کہ سارا عرب خانہ جنگی کی آگ سے مشتعل ہو جاتا۔ کہ قدرت خداوندی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام قرعہ پڑا۔ اور آپ ہی کی عقلمندی اور دانائی سے اس پتھر کا جھگڑا ختم ہو گیا۔ اور اسی کونہ کے سرے کے پتھر کو خود اس حقیقی کونہ کے پتھر نے اپنے ہاتھ سے کونہ کے سرے پر رکھدیا۔

امر خامس

حوالہ کہتا ہے۔ کہ جو اس پتھر پر گرے گا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے

ہو جائیں گے یعنی آنے والے نبی پر جو لوگ حملہ آور ہوں گے وہ ہلاک کئے جائیں گے۔ ناظرین یہ علامت ایسی بین طور پر ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔ کہ عیسائیوں کو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کس شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کیا۔ کہ وہ ہلاک نہیں ہوا؟ اور کونسی قوم آپ پر چڑھ کر آئی کہ تباہ نہیں ہوئی۔ اور کس بادشاہ نے آپ پر لشکر کشی کی۔ کہ وہ ناکام و برباد نہ ہوا۔

امر سادس

اس حوالہ میں لکھا ہے جس پر وہ گرے گا۔ اسے پیس ڈالے گا۔ یعنی آنے والا نبی جب کسی قوم پر چڑھائی کرے گا۔ تو دشمن مغلوب ہو گا یہ علامت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں سورج سے زیادہ روشن طور پر پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ کونسی مہم ہے جو حضور نے سر نہیں کی؟ کونسی فوج کشی ہے جو فیل ہوئی؟ کس حملہ میں حضور ناکام رہے۔ اور کونسا اقدام ہے جو نتیجہ خیز نہ ہوا۔ کیا کہ کے حملہ میں دس ہزار قدوسیوں کے بادشاہ کا کوئی مقابلہ کر سکا؟ کیا خیبر کے حملہ میں جو بالخصوص یہودیوں پر تھا۔ آپ کامیاب و مظفر ہو کر انجیل کی اس علامت کو عربی زبان میں ادا نہیں فرمایا۔ کہ انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین یعنے جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔

امر سابع

حضرت مسیح فرماتے ہیں "جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے" یعنے آنے والا کا نبی ہونا۔ اور اسکی قوم میں نبوت کا پایا جانا نہایت تعجب انگیز ہے۔ اس لئے اس پیشگوئی کا مصداق مسیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مسیح کی قوم تو ہزاروں سال سے نبوت کا گھر تھی۔ اس میں کسی نبی کے پیدا ہونے میں تعجب ہی کیا۔ ہاں بنی اسمٰعیل میں سے کسی نبی کا ہونا بے شک اس پیشگوئی کا مصداق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جس قوم میں ہزاروں سال سے کوئی نبی نہ ہو۔ اس میں کوئی نبی برپا ہو۔ اور کوئی مقدس یہ دعوے کرے۔ کہ میں نبی ہوں۔ تو ضرور یہ امر باعث تعجب ہو گا۔ چنانچہ جب ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعویٰ کیا۔ تو تمام عرب ششدر رہ گیا۔ اور تعجب سے بھر گیا تبھی خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ اعجبوا ان جاءھم منذر منھم نیز وقال الکافرون ان ھذا الشیء عجاب اس تعجب کا جواب بھی قرآن نے وہی دیا جو انجیل نے دیا ہے چنانچہ دونوں حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ انجیل کہتی ہے۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا ان دونوں حوالوں کا ماحصل ایک ہی ہے۔ کہ نبی بنانا اللہ کا کام ہے۔ جسے چاہے بنائے۔ اگر ہزاروں نبی اسرائیل میں سے ہوئے اور ایک نبی اسمٰعیل میں سے تو تعجب کیا

امر ثامن

حوالہ بتاتا ہے۔ کہ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی۔

اس آنے والے نبی کی یہ علامت قرار دی گئی ہے۔ کہ اس کے متبع اور پیرو اس نبی کی تعلیم پر چلکر عمدہ عمدہ پھل دیں گے۔ سو یہ علامت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں ایسے نفیس طور پر پوری ہوئی ہے۔ کہ کوئی نبی بھی آپ کے مقابل کامیاب ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیا دنیا اس امر کو فراموش کر سکتی ہے۔ کہ آپ جس قوم میں تشریف لائے۔ وہ جاہل تھی۔ مگر کیا آپ نے ان کو عالم اور دنیا کا استاد اور تمام علوم کا حامل نہیں بنا دیا۔ کیا وہ لوگ درندوں کی طرح ایک دوسرے کو پھاڑے نہیں کھاتے تھے۔ اور کیا پھر آپ نے ان کو فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا مصداق نہیں بنا دیا۔ سب لوگ لڑکیوں کو قتل کرنے جوا کھیلنے شراب پینے زنا کرنے اور دوسروں پر بہتان باندھنے کے خوگر و عادی نہ تھے اور مرد تھے۔ کون اس کا انکار کر سکتا ہے مگر کیا اس سردار دوجہاں نے یہ عیب یکسر عرب سے مٹا نہیں دیے۔ اور کیا وہ لوگ لڑکیوں کو لخت جگر سمجھنے والے جوئے سے متنفر شراب کے تارک عصمت کے پابند دوسروں کے عیوب سے چشم پوشی کرنے والے نہیں بن گئے؟ نہ صرف وہ خود عالم ہوئے بلکہ انہوں نے ساری دنیا کو علم پڑھایا۔ یورپ میں بھی انہیں سے علم کی روشنی پہنچی۔ اسی طرح نہ صرف وہ خود پاک ہوئے۔ بلکہ انہوں نے اقوام عالم کو پاک کر دیا۔ پس یہ علامت بھی کہ آنے والے نبی کی قوم آسمانی بادشاہت کے پھل لاوے گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں یقینی پوری اترتی ہے۔

امر تاسع

یوحنا ۱۶ میں آنے والے کی علامت یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ آنے والا مسیح کی آمد اول کی طرح محض جمالی نبی نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ جلالی نبی یعنے صاحب شکوہ و سلطنت ہو گا۔ تبھی تو وہ دنیا کو قصوروار ٹھہرا سکیگا۔ ورنہ ایک بے در بے گھر درویش وعظ تو ہزار دو کر سکتا ہے لیکن اسے دنیا کو قصوروار ٹھہرانے کی حیثیت کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آنے والا جس طرح نبی ہو۔ تا کہ وہ خود گناہوں سے پاک اور راستبازی سے متصف ہو۔ اور اس طرح دنیا کو گناہوں اور ناراستی پر قصوروار ٹھہرانے کا اسے حق ہو۔ اسی طرح ضروری ہے۔ کہ وہ نہایت عادل بادشاہ بھی ہو۔ تاکہ اپنی عدالت سے تمام گناہ گاروں کو ان کے قصوروں کی خوب ملامت کر سکے۔ یہ علامت بھی آنحضرت صلعم کے وجود اقدس میں صفائی سے پوری ہوتی ہے۔ آپ نبی بھی تھے۔ اسی لئے تمام گناہ گاروں کو مخاطب کر کے فرمایا فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون کہ کون ہے جو میری زندگی میں کوئی دھبہ لگا سکے۔ نیز آپ بادشاہ بھی تھے۔ قوموں کی قومیں آپ کی عدالت عالیہ میں پیش ہو کے قصوروار ٹھہرائی گئیں۔ کیا دنیا اس واقعہ کو بھول سکتی ہے۔ کہ تیرہ برس تک اسماعیلی دنیا آپکو اور آپ کے ساتھیوں کو ظلموں کا تختۂ مشق بنانے کے بعد جب مکہ میں آپکی شاندار واپسی کے وقت جبکہ آپ دس ہزار قدوسیوں کے جھرمٹ میں انا فتحنا لک فتحا مبینا کا نعرہ لگاتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ تو کیا آپکے اسے قصوروار

"شبیہ پاک جب دیکھی خدا جلوہ نما دیکھا"

از مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل مدیر معاون الفضل

نرالا چشم انجم نے زمیں پر ماجرا دیکھا
شب ظلمت میں جب روشن چراغ حق نما دیکھا

ہوا غرق خجالت آسماں پر نیر اعظم
جہاں میں چار سو جب ضو فشاں نور ہدیٰ دیکھا

بہت دیکھا کئے ہم ماہرو اس بزم عالم میں
مگر سب ہیچ نکلے جب محمد مصطفےٰ دیکھا

بتائیں شان کیا اس سید الکونین کی ہمدم
شبیہ پاک جب دیکھی خدا جلوہ نما دیکھا

پجاری لات عزیٰ کے بنے وحدت کے شیدائی
بدلتا ہم نے یوں پل بھر میں یہ ارض و سما دیکھا

حصول عزت و رفعت میں شاہوں سے بڑھا آخر
محمد کی گلی کا ہم نے جس کو بھی گدا دیکھا

مقابل ماہ کامل کے یہ تو جچ نہیں سکتا
مہ کنعاں کو ہم بھولے جو یہ بدر الدجیٰ دیکھا

تعالیٰ اللہ۔ مولیٰ سے ملاقاتیں ہی رہتی تھیں
عبادت کے لئے جب گوشۂ غار حرا دیکھا

دلوں کو متحد کر کے اخوت کی بنا ڈالی
یہ وہ اعجاز ہے قوموں نے جسکو برملا دیکھا

خدا شاہد ہے ان آنکھوں کو حسرت دیکھنے کی تھی
خدا کا شکر دیکھا اس کو جب میرزا دیکھا

سلام شوق طاہر کا بصد آداب کہہ دیجو
اگر موقع رسائی کا کوئی باد صبا دیکھا

خدا نما زندہ نبی

از جناب سید تاج حسین صاحب بخاری بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر لاروا

روحانیت کا اعلیٰ طبقہ

ہر ایک شے کا علم اور احساس انسان کو حواس خمسہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مگر کائنات عالم کی تمام اشیاء محدود فانی محتاج الزمان اور محتاج المکان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان لیس کمثلہ شیٔ ہے جب وہ کسی شے کی مانند نہیں۔ تو اس کا علم اور معرفت ہمیں کیسے حاصل ہو۔ ہاں بعض انسانی ہیں۔ سے خاص برگزیدہ انسان ایسے ہوئے ہیں۔ کہ ان کو اس لا تدرکہ الابصار ہستی کی طرف سے حواس باطنی عطا کئے گئے جن سے انہوں نے اس وراء الورا ہستی کو دیکھ لیا۔ چونکہ وہ ہستی کسی شے کی مانند نہیں۔ لہذا ہم اسکی ہستی کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس مخصوص گروہ انبیاء کے جنکو اس سے ہمکلامی کا فخر حاصل ہوتا ہے اور جو نہایت تحدی کے ساتھ اپنے اس سے ہمکلامی کے دعاوی کی نشر و اشاعت میں بلا خوف و خطر اس کا انا الموجود ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ یہی روحانیت کا اعلیٰ و ارفع طبقہ ہے۔ جس نے زندیقوں اور ملحدوں کے فاسد خیالات کو پاش پاش کر دیا۔

روحانی زندگی پیش کرنیوالا مذہب

اس میں قطعاً شبہ نہیں۔ کہ اس وقت تمام مذاہب کے نام لیوا محض لفظی طور پر ہستی باری تعالیٰ کو تمام صفات کاملہ کا مظہر تسلیم کرنے کے مدعی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی ہستی کو پانے والا کوئی مقرب انسان ان میں نظر نہیں آتا۔ جس سے ایسے مذاہب کی زندگی کا عدم ثابت ہوتی ہے۔ جس مذہب کا خدا زندہ نہیں۔ اس کے ماننے والے بھی روحانی زندگی سے محروم ہیں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا مذہب ہے۔ جو روحانی زندگی کا ہمیشہ ہمیش کے لئے ماننے والا ہے۔ ہاں صرف اسلام ہی ہے۔ اس کے ماننے والے وہ لوگ ہیں جو خدا کو زندہ خدا۔ نبی کو زندہ نبی۔ اور کلام مجید کو زندہ کتاب مانتے ہیں

خدا کی ہستی کا ثبوت

نبی کا وجود ہی خدا کی ہستی کا اعتراف کرانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی دو باتوں پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اول یہ کہ لوگ خدا پر علی وجہ البصیرت ایمان لائیں۔ دوم اس کی نبوت تسلیم کریں۔ اول الذکر اس کے مشن کا اصل مقصد اور ثانی الذکر اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ زندہ خدا پر ایمان بجز نبی پر ایمان لانے کے حاصل نہیں ہو سکتا لہذا خاتم الرسل افضل الانبیاء کی نبوت ہی سے خدا کی زندہ ہستی کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے

خدا کی صفات کا ظہور نبی کے ذریعہ

خدا تعالیٰ المحیی زندہ کرنیوالا المعیت مارنے والا البصیر دیکھنے والا السمیع سننے والا الکلیم بولنے والا المجیب دعائیں قبول کرنیوالا القادر قدرت والا المعز عزت دینے والا المذل ذلت دینے والا المھیمن نگہبان ہے۔ اور ان تمام صفات کاملہ کا ظہور اور مشاہدہ نبی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ نبی بھی ایک انسان ہی ہوتا ہے۔ مگر دوسرے انسانوں سے اس میں فرق یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی زندگی اور موت بھی ایک نشان ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دشمنوں نے بارہا قتل کے منصوبے کئے۔ مگر خدا نے اپنے وعدے اور پیشگوئی واللہ یعصمک من الناس کے مطابق آپ کی حفاظت فرمائی۔ حالانکہ آپ کے صحابہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ قتل ہونے سے نہ بچ سکے۔ اب بھی جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروزی رنگ ہوگا۔ وہ واللہ یعصمک من الناس کا مصداق ہوگا۔ اور اس کا مصداق ہونا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ نبی اور خدا کو زندہ خدا ثابت کر دیگا۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ وہ نہایت تحدی کے ساتھ انہی الفاظ واللہ یعصمک من الناس کو پیشگوئی کے طور پر پیش کرتا ہوا نہایت مامون زندگی گزار کر وقت مقررہ پر اپنے مالک حقیقی کا مشن پورا کر کے اس سے جا ملتا ہے۔ کیا کوئی دہریہ اس الحافظ اور المھیمن زندہ ہستی کا انکار کر سکتا ہے۔ اور قیاسات سے اس کی کوئی نظیر پیش کر سکتا ہے۔

انبیاء کی کامیابی

خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی کامیابی اور ان کی مدد اور نصرت کے متعلق فرمایا۔ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا (پ ۲۴) کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی (پ ۲۸) العباد نا المرسلین انھم لھم المنصورون (پ ۲۳) و کان حقاً علینا نصر المومنین (پ ۲۱) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (پ ۲۸) کتنا زبردست دعویٰ ہے۔ کہ میرے مامور مغلوب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ میری زندہ ہستی کے مظہر اتم ہیں۔ فرمایا میں احکم الحاکمین ہوں۔ میری روحانی بادشاہت میں کوئی جعلی حاکم فروغ نہیں پا سکتا۔ چنانچہ فرمایا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی میری طرف سے مامور نہ ہوتا۔ تو میں از خود اسے ہلاک کر دیتا۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین (پ ۲۹) جعلی حاکموں کے متعلق فرمایا۔ سینالھم غضب وذلۃ فی الحیٰوۃ الدنیا وکذالک نجزی المفترین (پ ۹) ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح الظالمون (پ ۷) وقد خاب من افتریٰ (پ ۱۶) فقطع دابر القوم الذین ظلموا (پ ۷) پرچہ اہلحدیث میں آتا ہے: "جھوٹے نبی تلوار اور کال سے ہلاک کئے جاتے ہیں۔ مورخین اور مفسرین اس بات میں ہم آہنگ ہیں۔ کہ جعلی حاکم اور مامور جنہوں نے وحی و الہام کا دعویٰ کیا۔ تباہ اور ہلاک ہو گئے" چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب تفسیر ثنائی جلد ۲ پر رقمطراز ہیں۔ "نظام عالم میں جہاں اور قوانین خداوندی ہیں۔ یہ بھی ہے۔ کہ کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔ دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر ہے۔ جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہو جائیگا۔ کیا کوئی مخالف امتوں میں جھوٹے نبی کی امت دکھلانے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ عبید اللہ عنسی اور مسیلمہ کذاب کے واقعات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں"۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ نبوت کو صادق ثابت کرنے کے لئے تو اور بھی شواہد بیان کئے ہیں۔ کہ جس کو خدا رسول بنا کر اپنے وحی و الہام سے سرفراز فرماتا ہے۔ وہ اپنے مقصد اور مشن میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان کی وہ توانا اور قادر ہستی مدد اور نصرت کرتی ہے۔ بلکہ ان کی تائید اور ترقیات اور فتوحات کا دستور العمل (پروگرام) ان کے دعویٰ نبوت سے بیشتر مرتب کر کے دنیا میں اعلان کر دیتی ہے۔ کہ اب میں نے اس کو مامور کیا ہے۔ مخالفین خواہ کتنا زور لگا لیں۔ میرا مامور ضرور کامیاب ہوگا۔ اور مخالفین پر اپنے مذہب اور مشن کو غالب کر دیگا۔ آؤ محمدی رنگ میں کسی ایسے وجود کی تلاش کریں۔ جو آج بھی اسی تحدی کے ساتھ اپنا مشن پروگرام قبل از وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کو سنائے۔ پھر دیکھیں وہ واقعی مامور من اللہ تھا۔ اور اسکا مشن حسب وعدہ الٰہی کامیاب رہا۔ یا صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ اگر واقعی کوئی ایسا شخص اب بھی موجود ہے۔ تو مبارک ہو زندہ اسلام کے ماننے والو تمہارا محمد رسول اللہ بھی زندہ نبی ہے۔ اور اس کا خدا بھی زندہ خدا ہے۔ اور اس کی کتاب زندہ کتاب ہے جسکا فیض یافتہ آج دہریت کے زمانہ میں بھی خدا کی زندہ اور قادر ہستی کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے کیا فی الواقعہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نبی نہیں جن کا کوئی نہ کوئی غلام ہر صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے مبعوث ہوا کرتا۔ اگر پہلے ہوتا آیا ہے تو اس زمانہ کا مجدد پیش کرو۔ ورنہ آؤ قادیان میں اسکی تلاش کریں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی

از محترمہ سیدہ محمودہ خاتون صاحبہ رہتک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے متعلق قلم اُٹھانا میرے لئے چھوٹا منہ اور بڑی بات کا مصداق بنتا ہے۔ تاہم اس کے تذکرہ سے میں باز نہیں رہ سکتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے کسی بھی پہلو کو دیکھو۔ اس میں خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ اور انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ کیا بیان کرے۔ اور کس پہلو کو منتخب کرے۔

نسبی پاکیزگی

سب سے پہلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی پاکیزگی کا ذکر کرتی ہوں کیونکہ اخلاق کے بہت بڑے حصہ کے لئے خاندانی شرافت بھی بہت بڑا درجہ رکھتی ہے۔ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد موعود تھے۔ حضور علیہ السلام کا خاندان تمام عرب میں معزز اور شریف سمجھا جاتا تھا۔

فطرتی پاکیزگی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ملک میں پیدا ہوئے۔ جہاں کی فضا نہایت گندی اور طرح طرح کے زہریلے مادوں سے بھری ہوئی تھی۔ مگر حضورؐ بچپن سے ہی ہر قسم کی برائیوں سے دُور رہے۔ باوجودیکہ حضور علیہ السلام یتیم تھے۔ باوجودیکہ جاہل لوگوں کا حضور سے واسطہ پڑتا تھا۔ مگر ان تمام بد اثرات کے ہوتے ہوئے آپؐ ہر برائی سے محفوظ رہے۔ کیونکہ آپؐ اللہ تعالےٰ کی گود میں تھے۔ اور اللہ تعالےٰ آپؐ کا خود حافظ وناصر تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الم یجدک یتیمًا فاٰوی یعنی جب تجھکو یتیم پایا۔ تو تمہیں پناہ دی۔

زمانۂ بچپن

بچپن میں اکثر بچوں کو بے صبری کی عادت ہوتی ہے۔ مگر حضور علیہ السلام کی طبیعت میں بچپن سے ہی وقار ضبط نفس اور سوال سے نفرت تھی۔ چنانچہ ابو طالب جو کہ آپؐ کے چچا تھے اور جن کے ہاں آپ نے پرورش پائی۔ ان کی آپ کے متعلق یہ شہادت ہے۔ لم ار منہ کذبۃً ولا ضحکًا ولا جاھلیۃً ولا وقفًا مع الصبیان یعنی نہیں دیکھا میں نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہ ہنسی مذاق کرتے نہ جاہلیت کا کوئی کام کرتے نہ آوارہ لونڈوں کے ساتھ میل جول رکھتے۔ ابو طالب کی لونڈی کا بیان ہے۔ جب آپؐ اپنے چچا کے گھر آتے۔ تو سارے بچے آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ مگر آپؐ کبھی ایسی باتوں میں حصہ نہ لیتے۔ کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھکر اور بچے لپک پڑتے۔ مگر آپؐ نے کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔

زمانۂ جوانی قبل از بعثت

آپؐ کی جوانی کی زندگی بھی ایسی پاکیزہ تھی۔ کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ آپؐ غار حرا میں جاکر یادِ خدا کرتے۔ اور لوگوں میں اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاق دکھاتے۔ حتیٰ کہ عرب کے لوگوں نے آپؐ کو صدوق اور امین کا خطاب دیدیا۔ وُہ یہ بھی کہتے۔ کہ عشق محمد علےٰ ربہٖ یعنی محمدؐ تو اپنے رب کا عاشق ہوگیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب آپؐ کی امانت و دیانت دیکھی۔ تو باوجود اور درخواستوں کے حضورؐ کو اپنی شادی کا پیغام خود ہی دیا۔

زندگی بعد از بعثت

حضور ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے سونیکے وقت جاگنے کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے۔ اور ایک دم بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہوتے۔ حضورؐ کی اپنی اس پاکیزہ زندگی کا ہی اثر تھا۔ کہ آپ کے قریبی رشتہ دار آپؐ کا دعویٰ نبوت سنتے ہی فورًا ایمان لے آئے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ جو کہ آپؐ کے بچپن کے دوست تھے۔ آپؐ کا دعویٰ نبوت سنتے ہی ایمان لے آئے۔ یہ آپؐ کی سچائی صداقت اور پاکیزگی کی زبردست شہادت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ حضورؐ کو عبادت الٰہی میں اس قدر لطف آتا تھا۔ کہ دن میں پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرنیکے باوجود رات کو اس قدر اللہ تعالےٰ کی عبادت فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم عبادت کرنیکا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہٗ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا: اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو کر رات کو مگر تھوڑا نصف یا کم کرلے اس میں سے قرآن کو آہستہ پڑھ۔ حضور اس قدر عبادت فرماتے تھے۔ کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کا ہی یہ اثر تھا۔ کہ حضور کے ذریعہ

اسلام اور مسئلہ اچھوت

(از ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی۔ اے۔ قادیان)

سیاسیاتِ حاضرہ میں ہندو لیڈر ایک عجیب کشمکش میں سے گذر رہے ہیں۔ اپنے ماحول کے لحاظ سے حکمتِ عملی کے ماتحت وُہ اس امر پر مجبور ہیں۔ کہ اپنے سیاسی اقتدار کے پیش نظر وہ اپنی تعداد میں جس طرح بھی ممکن ہو۔ اضافہ کریں۔ لیکن مذہب کی رُو سے اس امر کے پابند ہیں۔ کہ "نیچ اقوام" سے راہ درسم نہ رکھیں۔ سیاست دان جن کا مذہب ہی سیاست ہے۔ مذہبی پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا دامن اچھوتوں تک دراز کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وقتی طور پر ان کی طاقت بڑھ جائے۔ "اچھوت" اقوام خود اس امر کو محسوس کر رہی ہیں۔ کہ وُہ نام نہاد مراعات جو اب عطا کی جارہی ہیں۔ اپنی غرض اور مصلحت کے ماتحت ہیں۔ ورنہ ان لوگوں کا ہم سے کیا تعلق۔ ان کا مذہب الگ۔ قومیت الگ۔ طرزِ معاشرت الگ اور پھر سب سے بڑھکر چھوت کی حد فاصل۔ ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہے۔ اگر وُہ آج نفسانی اغراض سے مجبور ہو کر ہمیں اپنے ساتھ ملا بھی لیں۔ تو کل ان کا ایک بہت بڑا (مذہبی) عنصر اس امر پر مجبور ہوگا۔ کہ وُہ ہم سے علیحدگی اختیار کرے۔ کیونکہ ان کی سرشت میں ہی ہم سے عداوت اور دوری لکھی ہے۔ یہ تو محض ہاتھی کے دانت ہیں۔ جو دکھانے کے اور۔ اور کھانے کے اور ہوتے ہیں

مذاہبِ عالم میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ جس کی تعلیم اور جس کے پیروؤں کے طرزِ عمل نے اونچ نیچ کے امتیاز کو مٹا دیا ہے قرآن کریم بہ بانگ دہل کہتا ہے۔ وجعلنا کم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یعنی سب سے زیادہ عزت اور تعظیم کے لائق اللہ کے نزدیک وہی لوگ ہیں۔ جو سب سے زیادہ نیک ہوں۔ اس میں ذات پات کی کوئی تمیز نہیں۔ اور مسلمانوں نے اس تعلیم پر عمل کرکے دکھا دیا کہ

نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں

کتنی ہی پست قومیں تھیں جنکو اسلام نے بلند کیا۔ اور کتنے ہی غلام تھے۔ جنکو اسلام نے بادشاہ بنایا۔ اور ایسی مساوات قائم کی۔ کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پینے لگے۔ یہ بھی اسی مذہب کا طرۂ امتیاز ہے۔ کہ اس نے عبادت کا ایک ایسا طریق رائج کیا جس میں اونچ اور نیچ کی کوئی تمیز نہیں۔ ایک دوسرے سے قطعًا کوئی دوری اور بعد نہ رہا۔

عبادت ہی میں نہیں۔ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں وُہ ایک دوسرے کے ساتھ مساوی ہو گئے۔ بڑے اور چھوٹے آپس میں رشتے ناطوں کے ہو جانے کی وجہ سے بھائی بھائی بن گئے۔ ہر ایک کے حقوق مساوی تصور کئے جانے لگے خدا کے نبی نے انہیں حکمت اور دانائی کی باتیں سکھلائیں۔ ان کو گمراہی کے گڑھوں

ان تمام شخصیتوں میں سے جو دنیا میں کسی نہ کسی رنگ میں معلم کے طور پر ظہور پذیر ہوئیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اور آپ کی تعلیم کے اثرات نہایت گہرے اور مستحکم ہیں۔ اگر دنیا کی برگزیدہ ہستیوں کی تعلیم کا جائزہ لیا جائے۔ تو ان میں سے بہت سے ایسے ملیں گے۔ جن کی تعلیم وقتی ضروریات کے متعلق ہوگی۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہوں گے۔ کہ ان کی تعلیم انسان کی ضرورتوں کے لئے کافی نہ ہوگی ؛

حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کی تعلیم

دنیا پر یہ بات خوب واضح ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کی تعلیم میں نرمی کا پہلو مفقود تھا۔ وہ اس بات کے قائل تھے۔ کہ "دانت کے بدلے دانت" اور "آنکھ کے بدلے آنکھ" دوسری طرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم کے متعلق اس زمانہ میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ایک انگریز ادیب انجیل کی تعلیم کے متعلق لکھتا ہے۔ انسانی نسل انجیل کے دس احکام سے زیادہ قدیم چیز ہے۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ مندرجہ بالا تعلیمیں فی زمانہ بھی قابل قبول ہیں تو بھی ایک بہت بڑی کمی ان میں نظر آئے گی۔ اور وہ یہ کہ ان تعلیموں نے نہ تو انسان میں علمی مذاق پیدا کیا اور نہ سائنٹیفک تحقیقات کا دروازہ کھولا۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک انسان نے اپنے علم اور معلومات میں بہت سا اضافہ کیا ہے۔ جس کے تاثرات سے انسانی زندگی پہلے سے بہت مختلف ہوتی چلی گئی ہے ؛

رسول عربیؐ کی تعلیم

اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم نہ صرف اس بات کی متحمل ہے کہ ہر زمانہ کی ترقیوں کو اپنے ساتھ جذب کرتی چلی جائے۔ بلکہ اس کی یہ خصوصیت بھی ہے۔ کہ انسان کو قدرت کے رازوں کا اور زیادہ انکشاف کرنے کی طرف متوجہ کرے۔ یہ وہ پہلو ہے۔ جو باقی تعلیموں میں بالکل مفقود ہے ؛

دنیا کا سب کچھ انسان کے لئے

قرآن مجید کے شروع میں ہی ان جامع الفاظ میں انسان کو توجہ دلائی گئی ہے۔ ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ یعنے وہ خدا ہی ہے۔ جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا۔ جو کہ زمین میں ہے۔ قرآن مجید میں بار بار آتا ہے۔ کہ تم قدرت کا مشاہدہ کرو۔ فکر اور تدبر سے کام لو۔ ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب۔ بے شک۔ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے بہت نشانات ہیں (عمران ۱۸۹) وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیٰت لقوم یعقلون۔ ان ہواؤں کے چلنے میں اور اس بادل میں جو آسمانوں اور زمین کے درمیان قابو کر کے رکھا ہوا ہے۔ ان لوگوں کے لئے نشان ہیں۔ جو سمجھتے ہیں۔ (البقرہ ۱۶۴)

استقرائی فلسفہ کی بنیاد

رسول عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دنیا میں وہ عظیم الشان انسان تھے۔ جنہوں نے انسان کی توجہ مشاہدہ قدرت کی طرف مبذول کی۔ اور آپ نے اس زمانہ میں جبکہ تمام یورپ کی قوت مشاہدہ بوجہ تعلیم انجیل کے مسلوب ہو چکی تھی۔ یہ تعلیم دی۔ کہ انسان کو اپنے ماحول پر غور کرنا چاہیئے۔ قرون وسطیٰ کے متعلق ایک سائنسدان لکھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرون وسطیٰ کا مصنف شاذ ہی قوت مشاہدہ کو استعمال میں لاتا تھا۔ وہ لغو سے لغو باتوں کو بغیر تصدیق کئے قبول کر لیتا تھا۔ جبکہ معمولی سے معمولی عینی تجربہ کی مدد بھی اس کی تردید کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے دنیا میں استقرائی فلسفہ کی بنیاد ڈالی۔ اور آپ کی تعلیم سے اس طرح علمی تحقیق اور اضافہ معلومات کا دور دورہ شروع ہوا۔ کہ دنیا پر جو علمی لحاظ سے تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دور ہو گئی ؛

مسلمانوں کے فراہم کردہ مفید معلومات

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہی نہیں کیا۔ بلکہ جو ضروری اور مفید معلومات تھیں۔ ان کو دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ مثلاً دنیا میں سب سے پہلے اسلام نے یہ تعلیم دی۔ کہ زمین گول اور متحرک ہے۔ نہ کہ ساکن۔ جیسا کہ عام لوگ اور انجیل کے ماننے والوں کا عقیدہ تھا۔ چنانچہ ایک مصنف لکھتا ہے۔ "امریکہ درحقیقت عیسائیوں نے نہیں۔ بلکہ مسلمانوں نے دریافت کیا تھا۔ کیونکہ کولمبس جس نے امریکہ دریافت کیا تھا۔ اس نے سپین کی مسلم یونیورسٹیوں کی تعلیم سے استفادہ کیا تھا۔ جہاں جغرافیہ کی تعلیم گلوب پر دی جاتی تھی۔" پھر یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ "اندلس کے طبیب ابن امیہ نے ایسی نباتات کے حالات دریافت کرنے کے لئے جو مغرب میں پیدا نہیں ہوتیں۔ مدتوں سیاحت کی۔ اسپین سے مصر آئے۔ اور مصر سے شام عراق کا سفر کیا۔ ان ممالک کی تمام نباتات کو اس کی روئیدگی کے مقامات پر جا کر مشاہدہ کیا۔ اور اس کے افعال و خواص کی تحقیقات کی۔ اسی طرح علم نباتات کے بے نظیر عالم ضیاء الدین ابن بیطار نے خاص نباتات کی تحقیقات کی غرض سے ممالک روم یونان اور اسپین کو چھان ڈالا۔ ان ملکوں کی تمام بوٹیاں ان کی پیدائش کی جگہ پر جا کر دیکھیں۔ اور ان کے حالات تحقیق کر کے قلمبند کئے۔ ابو المنظور نے بہت سی نئی نباتات ایسی دریافت کیں۔ جن کا ذکر متقدمین کی کتابوں میں نہ تھا۔ ان کا طریق یہ تھا۔ کہ ایک مصور ہر رنگ کی روشنائی لئے ان کے ہمراہ رہتا۔ نباتات کا خود مشاہدہ کرنے کے بعد مصور کو دکھاتے۔ اور وہ اس کا رنگ شاخ اور برگ و بیخ کا اندازہ کر کے ہو بہو اس کی تصویر کھینچتا۔ یہ محقق ایک بار کے مشاہدہ پر ہی قانع نہ ہوتا۔ بلکہ نشوونما کے مختلف مدارج میں نباتات کا معاینہ کرتا۔ ایام نمو و تازگی کی علیحدہ تصویر کھنچواتا۔ اور زمانۂ کمال کی جدا۔ اور جب وہ بوٹی خشک ہو جاتی۔ تو ایک تیسرا نقشہ کھینچ لیا جاتا۔ اس طرح ہر بوٹی کی تصویر اس نے اپنی کتاب میں (ادویہ مفردہ کے متعلق تھی) درج کی۔ کیا تاریخ دنیا میں کسی اور شخص کی مثال موجود ہے جس نے ایسی حیرت انگیز تبدیلی انسانوں میں کر دی ہو ؛

مسلمانوں کی علمی ترقی

یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ مسلمانوں نے دنیا کے علوم میں اضافہ کرنے کے لئے سیکڑوں نہیں ہزاروں لاکھوں میلوں کا پاپیادہ سفر کیا۔ فاقہ کشی کی سخت سے سخت مصیبتیں جھیلیں اور اپنے آپ کو بڑے سے بڑے خطرہ میں ڈال کر بھی دنیا کو فائدہ پہنچانے کی کوششیں کیں ؛

یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا ہی اثر تھا۔ کہ "اسلام کے سیاح اور جغرافیہ دان۔ اس کے تاریخ دان۔ اور لغت دان۔ اس کے ملاح اور جہاز ران اس کے سوداگر

اور محقق دنیا پر چھا گئے۔ اور قدرت کے رازوں کا اور انسان کے اخلاقی مدارج کا انکشاف کیا۔ اس کے سائینسدانوں نے زمین کا محیط معلوم کیا۔ اس کے حساب دانوں نے الجبرا اور لاگ رتھم کو ایجاد کیا۔ اس کے کیمیا دانوں نے علم کیمسٹری کی ابتداء کی۔ اس کے ہیئت دانوں نے ستاروں کی فہرستیں تیار کیں۔ اس کے انجنیئروں نے فنِ تعمیر کے نئے نئے طریقے نکالے اس کے کاریگروں نے صنعت وحرفت کو فروغ دیا۔ اس کے پیمائش کرنے والوں نے دریائے نیل کا جائزہ لیا۔ اور مصر کی زراعت کو ترقی دینے کے لئے اس کے پانی کو محفوظ کرنے کے طریقے نکالے اس کے زراعت کے ماہروں نے زمین کو سیراب کرنے کے نئے نئے ذرائع معلوم کئے۔"

اس طرح سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے دنیا میں علمی ترقی کا وہ دَور دورہ ہؤا۔ کہ آج تک دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جامع اور انسانیت کے لئے مفید تعلیم

آپ کی تعلیم اس قدر ہمہ گیر ہے۔ کہ برنڈ شا نے جو آج کل دنیا کے بہترین مصنفوں میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ تھوڑا ہی عرصہ ہؤا۔ کہا کہ انگلینڈ کو ایک صدی بلکہ اس سے بھی قریب عرصہ میں اور مغربی دنیا کو عام طور پر اسلام اختیار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اس کی تعلیم میں سائنس کی ترقیات اور تحقیقات کو اپنے اندر جذب کرنے کی بے شمار طاقت ہے ؛

غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو احسانات دنیا پر کئے۔ ان کا شکریہ قیامت تک بھی ادا نہیں ہوسکتا۔

ڈاکٹر اسپرنگر ایک متعصب عیسائی اپنی کتاب لائف آف محمدؐ کے ۹۵ پر لکھتا ہے :-

"جس کے خیال میں ہمیشہ خُدا کا تصور رہتا تھا۔ اور جس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برستے ہوئے پانی۔ اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا۔ اور جس کو رعد و آواز آب اور طیور کے نغمۂ حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے کھنڈروں میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے"؛

حضرت نبی کریمؐ ایک سوشلسٹ کی حیثیت میں

از عبدالرحیم صاحب شبلی بی کام کلارک ہیلی کالج آف کامرس لاہور

سرمایہ دار اور مزدور

سرمایہ داروں اور مزدوروں کے تعلقات کا سوال موجودہ نظامِ اقتصادی میں بڑا پیچیدہ ہو رہا ہے۔ جو پہلے ہی امیر تھے۔ وہ اور زیادہ امیر ہو رہے ہیں۔ اور جو پہلے ہی غریب تھے۔ وہ اور زیادہ خستہ حال ہو رہے ہیں۔ دولت چند نفوس کے ہاتھوں میں جمع ہو رہی ہے۔ اور مزدور پیشہ لوگوں کو خون کے آخری قطرہ تک چوسا جا رہا ہے۔ وہ سرمایہ داروں کے ہاتھ بھی بک چکے ہیں ؛

تاریخ معاشیات کے طالب علم جانتے ہیں۔ کہ مزدوروں اور سرمایہ داروں کی یہ باہمی تگ ودو کیسی کیسی ہولناک جنگوں کا سبب بنی۔ انقلابِ فرانس اسی جھگڑے کا شاخسانہ تھا۔ جب فرانس کے استعمار پسندوں نے مزدوروں اور کسانوں پر انسانیت سوز مظالم روا رکھنے شروع کئے۔ اور ان کے صبر کا پیالہ لبریز ہوچکا۔ تو وہ شعلہ کی مانند بھڑک اٹھے۔ اور آزادی۔ اخوت۔ مساوات کا والہانہ مظاہرہ کرتے ہوئے سرمایہ داروں پر کود پڑے۔ اسی طرح روس میں جو اشتراکیہ جمہوریہ قائم ہوئی ہے۔ وہ بھی مزدوروں اور سرمایہ داروں کی باہمی جنگ کا ہی نتیجہ ہے ؛

سوشلزم کیا ہے ؟

دولت کی اس غلط تقسیم کا ازالہ کرنے کے لئے اشتراکیت یا سوشلزم کی بنیاد رکھی گئی۔ اور بتایا جاتا ہے۔ کہ اس طرح اخوت مساوات اور آزادی کے اصول کا احیا کیا گیا ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ سرمایہ داری کو مکمل طور پر اڑا دیا جائے۔ ضروریات معیشت پورا کرنے والی حکومت ہو۔ اور مزدور پیشہ لوگوں کو سرمایہ داروں کے دوش بدوش یکساں حقوق تفویض کر دیئے جائیں ؛

اس یٹوپیا (Utopia) کو کچھ ایسے دلآویز انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ کہ بہت سے ناتجربہ کار نوجوان اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ اور وہ اس سراب پر لٹو ہوئے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے۔ کہ آج ہندوستان ایک میدانِ کارزار بنا ہوا ہے۔ بنگال میں دہشت انگیزی کی تحریک روز بروز زور پکڑ رہی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ان انارکسٹوں اور بولشویکوں کے مدنظر ملک کی اصلاح نہیں۔ بلکہ نظام حکومت کو اپنے زہریلے تیروں کا نشانہ بنانا ہے ؛

میں اس مضمون میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ سوشلزم کی بنیاد غلط اصول پر رکھی گئی ہے۔ اور صحیح اصول وہی ہیں جنکی بنیاد آج سے چودہ سو برس قبل حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رکھی۔ موجودہ سوشلزم یا اس کی انتہائی شکل یعنی انارکزم اور بولشوزم ایک زہر ہے۔ جو سرسی (Circe) کے زہر کی طرح انسانوں کو جنگلی درندے بنا دیتا ہے ؛

اخوت مساوات اور آزادی کا بانی

بعض یورپین مصنفین اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کہ جمہوریت اور اس کے تین اہم اصول کی ترویج انقلاب فرانس کی شرمندۂ احسان ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت اور اس کے اصولِ ثلاثہ یعنے Equality, Fraternity & Brother hood اپنی حقیقی اور اصلی شکل میں آج سے چودہ سو برس پہلے قائم کئے گئے تھے۔ اور ان کے قائم کرنے والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ اور یورپ اور امریکہ کے لوگ جن کی زبان پر جمہوریت اور اس کے اصول کا چرچا ہے کبھی ان اصول کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے۔ برخلاف اس کے جیسا کہ پروفیسر لیک (Lake) نے لکھا :-

"جس زمانہ میں ایک دُنیا غلامی کی لعنت میں گرفتار تھی اسلام میں آزادی۔ اخوت۔ اور مساوات کا پرچم لہرا رہا تھا"

اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے۔ جس نے انسان کی "انسانیت" کو تسلیم کیا ہے۔ اور غلاموں کو یہ کہکر آزادی دلائی۔ کہ جو مالک کھائے وہی غلام کو بھی کھلائے۔ اور اس کے لئے وہی پسند کرے۔ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (حدیث نبوی) پھر یہ کہہ کر کہ انما المومنون اخوۃ ان کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کر دیا۔ سرمایہ داروں کے غرور اور گھمنڈ کو اس طرح توڑا۔ کہ فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم تم میں سے معزز وہی ہے۔ جو دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے ؛

پس یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے جنہوں نے اخوت۔ مساوات۔ اور آزادی کے اصول مدون فرمائے۔ اور حقیقی سوشلزم کی داغ بیل ڈالی ؛

آنحضرت صلعم نے سوشلزم کو کمیونزم بنادیا

آپ نے نہ صرف سوشلزم کی بنیاد ڈالی۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ایک قدم آگے بڑھ کر کمیونزم بنادیا۔ پرفیسر نولڈیکی لکھتا ہے :۔

"مسلمانوں کا خلیفہ ایک سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ حتیٰ کہ حاکم ومحکوم میں کوئی امتیاز دکھائی نہ دیتا۔ ٹیکس اور مال غنیمت کی بدولت جو رقم حاصل ہوتی تھی۔ وہ عربوں کی تنخواہوں پر صرف ہوجاتی۔ نہ صرف مرد ہی اس مشاہرہ پر گذارا کرتے۔ بلکہ ان کی عورتوں اور بچوں کی بھی اسی رقم سے امداد کی جاتی۔ مالیہ میں جس نسبت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا اسی نسبت کے لحاظ سے وظائف بھی زیادہ کردیئے جاتے تھے عام اصول یہ تھا۔ کہ غنیمت کے مال پر ہر فرد مملکت کا یکساں حق ہے۔ اور سرکاری اخراجات کے بعد جو کچھ پس انداز ہو۔ وہ جملہ افراد میں مساوی طور پر تقسیم ہونا چاہیئے"۔

سوشلزم کے صحیح اصول

اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ موجودہ سوشلزم اور اس کے طریق میں کیا نقائص ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا دفعیہ کس طرح پر فرمایا ہے ؛

تمام لوگوں کی ترقی کا یکساں خیال

روس کے اشتراکی ایک خاص جماعت یعنے صرف مزدوروں اور کسانوں کو قعر مذلت سے نکال کر ترقی کی بلند چوٹیوں پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور دوسرے تمام طبقات کو بالکل کچل دینا چاہتے ہیں۔ جوزف اسٹالین موجودہ رئیس جمہوریہ اشتراکیہ روس لکھتا ہے :۔

"لینن ازم کیا ہے؟ لینن ازم درحقیقت ملوکیت اور "مزدور انقلاب" کے زمانہ کی مارکسزم ہے۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ لینن ازم "مزدور انقلاب عامہ" کے نظریہ اور طریق عمل کا نام ہے۔ یا علی الخصوص مزدور جماعت کی قیادت کو کہتے ہیں"

لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ کسی ایک طبقہ کی ترقی اور دوسروں کی تباہی نہیں چاہتے تھے بلکہ سب کی یکساں ترقی ان کے پیش نظر تھی۔ اس طرح نہیں۔ کہ ایک کی دولت چھین کر دوسرے کو دیدی جائے۔ بلکہ اس کا ایک ہی نصب العین مقرر کرکے اس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اصل پیش فرمایا۔ کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون سب چھوٹے بڑے انسانوں کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔ اور وہ یہ کہ اپنے خالق کی عبادت کریں۔ اس طرح یہ باہمی خلفشار کو آپ نے مٹادیا ؛

اسلام فولادی نظام کا مخالف ہے

پھر سوشلزم "مزدوروں کی قیادت" کو امن اور آشتی سے قائم نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس کے لئے اس کو "فولادی نظام" قائم کرنا پڑا ہے۔ جس سے مقصود سرمایہ داروں کی مکمل تباہی و بربادی ہے لینن خود اپنی تصنیف رائٹ ونگ کمیونزم میں لکھتا ہے :۔

"جو شخص کسان یا مزدور پارٹی کے آہنی نظام کو کمزور کرتا ہے۔ وہ دراصل مزدوروں کے مقابلہ میں سرمایہ داروں کی حمایت کرتا ہے"۔

اسی "آہنی نظام" کا ثبوت ہمیں روس کے تازہ واقعات سے مل سکتا ہے۔ ایک شخص نے جو حکومت روس کے بے پناہ مظالم سے تنگ آکر افغانستان میں پناہ گزین ہوگیا تھا۔ اس نے یہ لرزہ خیز مضمون شائع کرایا ہے۔ کہ

"تاشقند کے شہر میں اس وقت تین سو ساٹھ مسجدیں ویران پڑی ہیں۔ ملاؤں کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مشقت کا کام کریں اور گراں ٹیکس دیں۔ اگر وہ اس سے انکار کریں۔ تو وہ جلاوطن کردیئے جاتے ہیں۔ مساجد کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ سب کی سب خالی پڑی ہیں۔ اور کوئی شخص ان میں نماز ادا کرنے کے لئے نہیں جاتا۔ کچھ عرصہ کے بعد حکومت ان پر قبضہ کرے گی۔ اور غلہ کے گوداموں کے طور پر استعمال کرے گی"

"مالکان اراضی کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی آمدنی سے بھی زیادہ مالیہ ادا کریں۔ اور جب وہ ادا نہیں کرسکتے۔ تو وہ اراضی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور حکومت ان پر قابض ہوجاتی ہے۔ حکومت خود ان کی کاشت کرتی ہے۔ اور مزارعین کو ان کی مزدوری کے عوض صرف معمولی کھانا اور جنس دیدی جاتی ہے۔ خورونوش کا سامان اس قدر گراں ہے۔ کہ ایک روٹی بعض اوقات ایک روپیہ میں بھی میسر نہیں آتی" (انقلاب ۲۶ ستمبر)

اس کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم ملاحظہ ہو فرمایا۔ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے فرمایا اذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم یعنے آپس میں خونریزی نہ کرو۔ اور نہ ہی اپنے لوگوں کو ملک بدر کرو کیونکہ والظالمون ما لہم من ولی ولا نصیر یعنے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ اسلام اصولاً فولادی نظام کا مخالف ہے۔

پھر اسلام دوسروں کی دولت کو جبر اور ظلم سے چھین لینے کے خلاف ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر وابقیٰ۔ یعنے تم دوسروں کے مال کو حسد اور لالچ کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ تم اپنی قسمت پر قانع رہو۔ ہم نے دوسروں کو دولت اس لئے عطا کی ہے۔ تاکہ ہم ان کو آزمائیں۔ البتہ غریبوں اور یتیموں کی پرورش کے لئے فرمایا واٰتوا الزکوٰۃ زکوٰۃ دیا کرو۔ اسی طرح مذہبی رواداری اور معبدوں کی حفاظت کے لئے سختی سے ہدایات جاری کیں ؛

غرضیکہ اسلام "فولادی نظام" کے خلاف ہے۔ اور امن واتحاد کے ساتھ سوشلزم کا قیام کرنا چاہتا ہے۔ وہ سرمایہ داری کے خلاف ہے لیکن سرمایہ داروں کو تلوار کے گھاٹ نہیں اتارنا چاہتا۔ وہ ان کی سرمایہ داری کی روح کو حکیمانہ انداز سے کچلنا چاہتا ہے۔ وہ "خونی انقلابات" کا قائل نہیں۔ بلکہ تدریجی ارتقا کا حامی ہے

مطلق العنانی کا قلع قمع

پھر موجودہ سوشلزم کے متعلق اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ جب مزدوروں کی حکومت قائم ہوجائے گی۔ تو وہی مشکلات پیدا نہ ہوں گی جو سرمایہ داروں کی وجہ سے پیش آرہی ہیں۔ اور آج کے مزدور کل خود سرمایہ دار بن جائیں گے۔ خود لینن جو مزدوروں کا سب سے بڑا حامی اور سرمایہ داروں کا بڑا دشمن تھا۔ اور اس کا جانشین دنیا کے بدترین مطلق العنان حکمرانوں میں سے ہیں۔ بلکہ ان کی استبدادیت کے آگے شخصی حکمرانوں کے مظالم بھی ہیچ ہیں۔

اس کے برعکس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شخصی مطلق العنانی کا قلع قمع کردیا۔ اور جمہوریت کی بنیاد رکھ کر فرمایا۔ شاورھم فی الامر آپس میں مشورہ کرلیا کرو۔ نیز یہ حکم دیا۔ ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان عدل اور احسان سے پیش آیا کرو پھر فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط یعنے انصاف سے برتا کرو ؛

شخصی اصلاح کی ضرورت

سوشلزم ایک Socialistic Republic (اشتراکیہ جمہوریہ) تو قائم کرنا چاہتا ہے۔ لیکن افراد کے کیریکٹر کو بلند کرنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے غلط طریق کار کی وجہ سے اس پہلو کو بالکل تباہ کررہا ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے افراد کے کیریکٹر کو درست کیا پھر سوشلزم کی بنیاد رکھی۔ بلکہ یہ بات خود بخود ان میں پیدا ہوگئی۔ آنحضرت صلعم نے اپنے متبعین کو قرآن جیسی مکمل اور جامع شریعت عطا فرمائی جس میں وہ تمام باتیں درج ہیں۔ جو افراد کے کیریکٹر کو بلند کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ پس افراد کے کیریکٹر کو بلند کرنا دولت کی غلط تقسیم کا صحیح علاج ہے۔ نہ کہ موجودہ سوشلزم

خاتمہ سخن

پس وہ سوشلزم جس کی بنیاد Karl Marx (کارل مارکس) نے رکھی۔ جسے لینن اور Voltaire (والٹیئر) جیسے انقلاب پسندوں نے فروغ دیا۔ اور جس پر عمل کرکے آج ہندوستان کے ہندو نوجوان اسے "ملک کی سیوا" کہہ رہے ہیں۔ بالکل غلط اصول پر قائم ہے۔ اور اس کا خمیر ہی ظلم اور تعدی فتنہ وفساد اور کشت وخون سے اٹھایا گیا ہے۔ حقیقی سوشلزم وہی ہے۔ جس کی بنیاد

تمام شان میں بے نظیر نبی

(از شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر۔ مدیر معاون الفضل)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ

اگر کوئی مخالف ضد اور تعصب کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر ایمان نہ لائے۔ تو اور بات ہے۔ وگرنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کی حیات مبارک۔ آپ کی صداقت اور ہر شان سے آپکے بے نظیر ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کی زندگی کا کوئی معمولی سے معمولی واقعہ لے لیا جائے۔ اور پھر بے جا ضد اور مخالفت کے جذبات سے علیحدہ ہو کر اس پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ آپ واقعی بے نظیر نبی اور بے نظیر انسان ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ابتدائی حالات۔ بعثت سے قبل کی زندگی۔ بعثت کے بعد کی مشکلات و مصائب۔ آپ کی کامیابی۔ اور اس عظیم الشان انقلاب کے متعلق جو آپ کے ذریعہ دُنیا میں پیدا ہوا۔ اور اپنے ماننے والوں کے اندر آپ نے جو زندگی بخش تبدیلی پیدا کی۔ اس کے واقعات سے تاریخ اسلامی بھری پڑی ہے۔ اور اس پرچہ میں اس کی متعدد امثلہ آپ کو نظر آئیں گی۔ اس لئے بخوف طوالت انہیں نظر انداز کر کے میں صرف ان سے نتائج اخذ کرنے پر اکتفا کرونگا :-

ایک تن تنہا کا عظیم الشان مشن

ذرا غور تو کیجئے۔ ایک یتیم اور بے کس بچہ جو پیدا ہوتے ہی شفقت پدری اور محبت مادری سے محروم ہو۔ دُنیوی مال و دولت۔ جاہ و حشمت سے کلیۃً محروم ہو۔ جس کے ساتھ کوئی جتھہ یا ہم خیالوں کی جماعت نہ ہو۔ جو ہر طرف سے ظالم اور جابر لوگوں سے گھرا ہوا ہو۔ تمام ملک کے عقائد اور خیالات کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ ان کے مذہبی معتقدات۔ ان کے تمدن و معاشرت اور رسم و رواج یکسر موقوف کر کے ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کر دینے کے عزم کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اہل ملک سے ان کی آبائی عادات اور صدیوں کے اختیار کردہ اوضاع و اطوار بدل کر انہیں نئے انسان بنانا چاہتا ہے۔ اور ایسی حالت میں کہ ظاہری ساز و سامان اور حالات پر نظر رکھنے والے اسے ایک مجنون خیال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں :-

انتہائی مشکلات

اس کے رستہ میں بے حد مشکلات پیدا کی جاتی ہیں۔ اسے عام انسانی حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ جسمانی لحاظ سے اسے ایسی ایسی اذیتیں پہونچائی جاتی ہیں۔ جنہیں یاد کر کے آج بھی انسانیت کی پیشانی خجالت سے عرق آلود ہو جاتی ہے۔ اس کی جان لینے کے منصوبے کئے جاتے ہیں۔ حتےٰ کہ اُسے رات کی تاریکی میں اپنا پیارا وطن اور خدا کا برکت دیا ہوا مقام چھوڑنا پڑتا ہے

عدیم النظیر کامیابی

مگر انجام کار وُہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ وُہ اپنے اہل ملک کے دلوں سے شرک نکال کر اس کی جگہ توحید خالص قائم کر دیتا ہے۔ ان کے تمدن و معاشرت کو اپنے حسب منشا تبدیل کر دیتا ہے۔ ان کی سیاسیات کو اپنے ڈھب پر لے آتا ہے۔ ان کی عادات و اطوار کو ان سے چھڑانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور بالفاظ صحیح تر انہیں ایک نیا انسان بنا دیتا ہے :-

بے نظیر انسان اور رسول

مخالفین اس کے متعلق جو چاہیں۔ کہیں لیکن انصاف پسند لوگوں سے ہم درخواست کریں گے۔ کہ وُہ اس عظیم الشان انقلاب پر غور کریں۔ اور خدارا بتائیں۔ اگر اس کمزور۔ بے کس و بے بس۔ بے یار و مددگار۔ اور غریب انسان کی پشت پناہ خدا تعالےٰ کی نصرت اور تائید نہ تھی۔ اگر وُہ سراسر اس کی حفاظت میں نہ تھا۔ تو اس قدر بے نظیر انقلاب پیدا کرنے میں کیونکر کامیاب ہو گیا۔ ایسے ہزاروں لوگ تاریخ عالم پیش کر سکتی ہے۔ جنہوں نے معمولی حالت سے ترقی کر کے دُنیوی لحاظ سے انتہائی عروج حاصل کر لیا۔ لیکن کیا کوئی ایسا شخص بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس نے اس قدر بے سر و سامانی اور شدید مخالفت کے باوجود اپنے اشد ترین مخالفوں کے قلوب کو فتح کیا ہو۔ اور ان کی کایا پلٹ کر رکھدی ہو۔ ان کے مذہب کو بدل ڈالا ہو۔ ان کے تمدن کو تبدیل کر دیا ہو۔ ان کے عادات اور طریق بود و باش کو الٹ دیا ہو۔ اور انہیں اپنے رنگ میں ایسا رنگین کر دیا ہو۔ کہ وُہ اپنے سابقہ خیالات اور اوضاع و اطوار کو صمیم قلب سے نفرت کرنے۔ اور اس کے مشن کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دینے لگے ہوں۔ کیا تاریخ عالم میں کوئی ایسی مثال ملتی ہے۔ کہ ایک شخص کے جانی دشمن صدق دل سے اس کے جاں نثار بن گئے ہوں۔ طاقت اور رعب سے کسی مخالف کو زیر کر لینا علیحدہ بات ہے۔ اور یہ کوئی مشکل نہیں لیکن ان لوگوں کے دلوں میں جو آپ کی جان لینا ہی اپنی زندگی کا مقصد قرار دے چکے تھے۔ اپنی ایسی محبت و عقیدت قائم کر دینا۔ کہ وُہ آپ کے پسینہ کی جگہ اپنا لہو بہانا سعادت دارین سمجھنے لگے۔ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی حصہ ہے۔ اور اس لحاظ سے آپ کی ذات ہی آپ کی صداقت کی زبردست دلیل ہے

انتہائی تکالیف اور بے مثل استقلال

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشن کی تکمیل کے رستہ میں جو مشکلات اور تکالیف برداشت کیں۔ وُہ دوست و دشمن سب پر واضح ہیں۔ جو جو مصائب آپ پر آئے۔ اور جو خوفناک مظالم آپ۔ اور آپ پر ایمان لانے والوں پر ڈھائے گئے۔ وُہ کم از کم اس زمانہ میں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان مصائب و آلام کو ایک طرف رکھئے اور دوسری طرف یہ دیکھئے۔ کہ آپ کس استقلال اور پامردی کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ اور ساتھ ہی اس پر غور کیجئے۔ کہ یہ سب قربانیاں کس لئے تھیں :-

دنیاوی لذات سے بیزاری

دُنیوی فوائد اور عز و جاہ کے حصول کے لئے لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانیوں کے مقابلہ میں ان کی کوئی حقیقت ہی نہیں لیکن آپ کے سامنے یہ مقصد بھی نہ تھا۔ قریش مکہ آپ کو دُنیوی عزت کا انتہائی مقام دینے پر رضامند تھے۔ اور ان کی طرف سے یہ پیش کش ایک نمائندہ وفد کے ذریعہ کی جا چکی تھی۔ لذات اور حظ نفسانی کے جملہ لوازمات وُہ احسن طریق پر آپ کے لئے مہیا کرنے پر آمادہ تھے۔ لیکن ان سب چیزوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر اشد ترین آلام و مصائب پر رضامند ہونا۔ دُنیا میں کسی دوسری جگہ آپ کو نظر نہ آئے گا۔ اس پیش کش کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا۔ ایک انصاف پسند اور عدل پرور شخص کے لئے آپ کی صداقت کے لئے وُہ ایک نہایت زبردست ثبوت ہے۔ اللہ۔ اللہ۔ کس شان سے آپ نے فرمایا۔ کہ اگر میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب۔ اور بائیں پر ماہتاب رکھ دیا جائے۔ تو بھی میں اپنے مشن کو ترک نہیں کر سکتا :-

دنیوی اموال سے استغناء

اسی پر بس نہیں۔ قریش جو کچھ آپ کو پیش کرتے تھے۔ وُہ اپنی زندگی میں آپ کو حاصل ہو گیا۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو دیا۔ لیکن کیا آپ اس کی طرف مائل ہو گئے۔ تاریخ گواہ ہے۔ کہ آپ نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اموال آپ کے قبضہ میں آئے۔ اور ڈھیروں ڈھیر آئے۔ مگر آپ کی اپنی یہ حالت تھی۔ کہ مہینوں گھر میں آگ نہ سلگتی تھی۔ کبھی آپ کے متعلقین نے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا اور جس وقت آپ نے وفات پائی۔ آپ کی زرہ چند صاع جو کے عوض ایک یہودی کے ہاں رہن تھی :-

قابل غور امر

مخالفین جو چاہیں۔ آپ کے متعلق کہیں لیکن خدارا اتنا بتائیں۔ آخر کیا بات تھی جس کے لئے آپ اس قدر مصائب برداشت کرتے۔ اور تکالیف اٹھاتے رہے۔ دنیا میں لوگ ہمیشہ عز و جاہ اور مال و دولت

کے لئے قربانیاں کرتے ہیں۔ لیکن ان چیزوں سے آپ کا عدیم المثال استغناء اور بے پرواہی۔ کیا یہ امر ظاہر نہیں کرتی۔ کہ آپ کے سامنے یہ مادی چیزیں نہ تھیں۔ بلکہ دراصل آپ کا تعلق خدا کے ساتھ تھا۔ اور ہر فعل اور ہر حرکت و سکون میں آپ کی نظر اس پر تھی۔ کیا یہ واقعات آپ کی صداقت پر دال نہیں۔ پھر دنیا میں لوگ اپنی اولاد اور آئندہ نسلوں کی بہبودی کے سامان کرنے کے لئے بھی بہت سعی اور جدوجہد کرتے ہیں مگر آپ نے اپنی آل و اولاد کے لئے بھی کوئی دنیوی فوائد مخصوص نہیں فرمائے۔ حتےٰ کہ انہیں صدقہ کے استعمال کی بھی ممانعت فرما دی۔ اس لحاظ سے بھی آپ کی ذات آپ کی صداقت کا ایک بین ثبوت ہے ؂

حیوانوں کو انسان بنانا

آپ کی بعثت سے قبل دنیا کی جو حالت تھی۔ خصوصاً اہل عرب گمراہی۔ ضلالت۔ فسق و فجور اور فواحش کے جس عمیق گڑھے میں گرے ہوئے تھے۔ وہ عیاں را چہ بیاں۔ ایسے لوگوں کے اندر آپ نے جو کامیاب اصلاح کی۔ انہیں بدتہذیبی۔ بد اخلاقی۔ جہالت۔ گمراہی اور بے شرمی کی عمیق گہرائیوں سے نکال کر ان کی اشد ترین مخالفت کے باوجود آپ نے ان کو تہذیب و تمدن۔ بلند اخلاقی۔ علمی ترقی۔ اور غیرت و حیا کے پتلے۔ بلکہ اقوام عالم کا استاد بنا دیا۔ یہ ایک ایسا تغیر ہے جسے پیش کر کے ہم آپ پر اعتراض کرنے والوں سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ اگر آپ خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ تھے۔ اور جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں۔ اپنے دعوے میں سچے نہ تھے۔ تو دنیا کی تاریخ سے کوئی ایک بھی ایسا کاذب اور مفتری پیش کریں۔ جس نے انسانی تہذیب و تمدن اور روحانیت میں اپنے نقوش اس قدر گہرے قائم کر دیئے ہوں ؂

غرضیکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر ایک پہلو۔ اور ہر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ واقعہ آپ کی صداقت کی بین اور روشن دلیل ہے۔ اور آپ کی ہر حرکت و سکون محمدیت برہان محمدؐ کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ کیونکہ عام انسانوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اس میں آپ جملہ انبیاء میں سے بھی منفرد اور ممتاز ہیں۔ اور آپ کی سیرت پاک کا ایک بے نظیر پہلو یہ ہے۔ کہ دنیا کا کوئی انسان خواہ وہ کسی ملک کا رہنے والا ہو۔ اور خواہ کن حالات میں ہو۔ جب بھی نا روا ضد اور تعصب کے جذبات سے علیحدہ ہو کر ایک حق بین کی آنکھ سے اس کا مطالعہ کرے گا۔ تو اُسے ماننا پڑے گا کہ آپ نسل انسانی کو پیش آنے والے جملہ حالات میں بہترین نمونہ ہیں۔ اور ہر شخص آپ کی زندگی سے اپنے لئے مفید اور تسکین بخش راہ نمائی حاصل کر سکتا ہے۔ اور آپ کی تقلید سے آئندہ پیش آنے والی تکالیف اور مصائب سے محفوظ و مصئون رہ سکتا ہے ؂

اخلاق فاضلہ کا استاد کامل

از شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل قادیان

دنیا کا اخلاقی معلم

وہ انسان کامل جو قریباً چودہ سو سال قبل مکہ میں پیدا ہوا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیارے نام سے پکارا گیا۔ جو امین اور صادق کے لقب سے مشہور ہوا۔ اور نہ صرف وہ خود امین اور صادق کہلایا۔ اور اخلاق فاضلہ کا حامل تھا۔ بلکہ جس قوم میں پیدا ہوا۔ اُسے بھی صاحب اخلاق۔ امین اور صادق بنا گیا۔ یہی وہ مقصد اور مشن تھا جس کے لئے آپ مبعوث کئے گئے۔ اور جسے آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ کہ جس قدر بھی نیک عادات۔ خصائل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ہیں۔ ان کو دنیا میں قائم کروں۔

اخلاق فاضلہ قائم کرنے کے لئے مساعی

آپ نے اس مقصد کے لئے اپنے آرام اور راحت کو قربان کیا اپنی تکلیف اور دکھ کی پرواہ نہ کی ہر قسم کے مصائب اور مشکلات کو برداشت کیا۔ دشمنوں کی ایذا رسانیوں کو نہایت خوشی کے ساتھ سہا اور اپنی زندگی کے تمام لمحات صرف اسی مقصد کے لئے صرف کر دیئے کہ خدا کو بھولے ہوئے لوگ حقیقی اخلاق فاضلہ حاصل کر کے اس کے محبوب بن جائیں۔ اور پسندیدہ عادات کے حامل بنیں۔ اس کے لئے آپ نے ہر حالت اور ہر موقع کے متعلق دنیا کو عملی اسباق دیئے اور آپ کو سب سے زیادہ قریب اور گہری نظر سے دیکھنے والوں نے اقرار کیا۔ کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ صاحب اخلاق تھے" (بخاری) ان بے شمار اخلاقی اسباق میں سے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے۔ اور جنہیں یاد کر لینے والے دنیا کے بہترین اخلاقی معلم بن گئے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں ؂

بے علم غلط کار سے عفو

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ دوڑے کہ اُسے روکیں۔ اور اُسے ڈانٹ ڈپٹ کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسے جانے دو۔ اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک بڑا ڈول بہا دو۔ نیز فرمایا۔ کہ تم لوگ دنیا میں آسانی اور نرمی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو۔ نہ کہ لوگوں کو تنگ کرنے کے لئے۔ پھر اس دیہاتی کو بلایا۔ اور فرمایا۔ دیکھو مسجدیں اللہ تعالےٰ کی یاد اور ذکر کے لئے ہیں۔ ان میں پیشاب کرنا منع ہے۔ (بخاری)

بچوں سے پیار

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریمؐ کچھ بچوں کے پاس سے گذرے۔ آپ نے ان کو سلام کیا۔ راوی کہتا ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت تھی۔ (بخاری)

اہل بیت کا ہاتھ بٹانا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جب تک رہتے۔ کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے تھے جب نماز کا وقت آتا۔ تو باہر تشریف لے جاتے (بخاری)

سوال رد نہ کرنا

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے۔ ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر پیش کی۔ اور عرض کیا۔ یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کے پہننے کے لئے بنی ہے آپ نے وہ قبول فرمائی۔ آپ کو ضرورت بھی تھی۔ جب آپ چادر باندھکر باہر تشریف لائے۔ تو ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ چادر کیسی اچھی ہے۔ مجھے دیدیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ جب گھر تشریف لے گئے۔ تو اتار کر اس شخص کو بھیج دی۔ لوگوں نے اُسے کہا۔ تو نے اچھا نہیں کیا۔ حضرت رسول کریمؐ کو خود اس کی ضرورت تھی۔ مگر تو نے مانگ لی۔ اور تو جانتا تھا۔ کہ آپ کبھی سوال رد نہیں کیا کرتے۔ (بخاری)

چھوٹوں پر رحم بڑوں کی عزت

عمرو بن شعیبؒ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارا اس شخص سے کیا تعلق جو ہم میں سے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا۔ اور ہم میں سے بڑوں کی عزت نہیں کرتا (ترمذی)

اطاعت حکومت

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لازم ہے تجھ پر کہ تو حاکم وقت کی بات سنے۔ اور اس کی فرمانبرداری کرے۔ تنگی میں۔ فراخی میں۔ پسندیدگی میں۔ ناپسندیدگی میں۔ اور خواہ تیرے حقوق تلف ہی ہوتے ہوں۔ (مسلم)

کھانے میں عیب نکالنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہ نکالا۔ اگر آپ کو پسند ہوتا۔ تو تناول فرما لیتے۔ اور اگر ناپسند ہوتا۔ تو چھوڑ دیتے (بخاری)

کسی کے گھر میں داخل ہونے کیلئے اجازت

ابو موسیٰؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی گھر میں داخل ہونے کے لئے تین دفعہ اجازت مانگنی چاہئے۔ اگر تیسری دفعہ کوئی نہ بولے۔ تو آدمی کو چاہئے۔ کہ واپس ہو جائے (بخاری)

ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو تمہاری پناہ میں آنا چاہے۔ اُسے پناہ دو۔ اور جو تم سے سوال کرے اُسے دو۔ اور جو تمہاری دعوت کرے۔ اُسے قبول کرو۔ اور جو تم سے نیک سلوک

تربیتِ جسمانی کے متعلق رسولِ کریمؐ کے ارشادات

از مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل مدیر معاون الفضل

حیاتِ طیبہ کا ایک درخشاں پہلو

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک درخشاں پہلو یہ بھی ہے۔ کہ جس طرح آپؐ روحانیات میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک عدیم المثال ہادی۔ اور پیشوا کی حیثیت میں مبعوث ہوئے۔ اور مذہبی عالم پر آپؐ کے اس قدر احسانات ہیں۔ کہ ہم ان کے شمار سے عاجز ہیں۔ اسی طرح جسمانیات میں بھی آپؐ ایک بے نظیر طبیب کی حیثیت رکھتے ہیں اور مادی عالم پر آپؐ کے اس قدر احسانات ہیں کہ وہ حیطۂ تحریر سے باہر ہیں:۔

رُوح اور جسم کا تعلق

یہ بات ہر شخص جانتا ہے۔ کہ روح اور جسم کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ ایک کا دوسرے پر اثر خواہ وہ فائدے یا نقصان کی صورت میں ہو۔ بہر حال پڑتا ہے۔ جب یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ تو روحانی معالج کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ جسمانیات میں بھی رہبری کی استعداد رکھتا ہو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح ہر خوبی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ اسی طرح یہ خوبی بھی آپؐ میں بدرجہ کمال پائی جاتی تھی:۔

انسانی صحت کی قدر و قیمت

غفلت کی گھڑیوں میں انسان پر سب سے پہلے ایک ایسا وقت آتا ہے۔ جب وہ اپنی صحت کی قدر و قیمت سے ناواقف ہوتے ہوئے تندرستی کا خیال نہیں رکھتا۔ اور اس قسم کے حالات میں سے عمداً یا سہواً گزرتا ہے۔ جو اس کے نظامِ عصبی کو نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ اسلام نے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے انسانی صحت کی قدر و قیمت واضح کی۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دو نعمتیں ہیں۔ جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ایک تندرستی۔ دوسری فراغت۔ پھر فرمایا۔ اغتنم صحتك قبل سقمك۔ یعنی بیماری آنے سے پہلے اپنی صحت کو غنیمت جانو۔ اسی طرح فرمایا۔ المومن القوی خیر من المومن الضعیف یعنی قوی مومن کمزور مومن سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا۔ کہ وہ رات جاگتے۔ اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلا کر فرمایا۔ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ کیونکہ تیرے جسم۔ تیری آنکھ۔ تیری بیوی اور تیرے دوستوں کا بھی تجھ پر حق ہے:۔

بنی اسد کی ایک عورت کے متعلق آپؐ سے عرض کیا گیا۔ کہ وہ تمام شب عبادت کرتی ہے۔ آپؐ نے اسے فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ عبادت بقدر طاقت کرو۔ اسی طرح حدیثوں میں آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان اور ابو الدرداء کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ سلمان جب ابو الدرداء کے مکان پر گئے۔ تو دیکھا ام الدرداء نہایت مبتذل حالت میں ہیں۔ انہوں نے پوچھا۔ تو وہ کہنے لگیں۔ مجھے بناؤ سنگار کی کیا ضرورت ہے۔ ابو الدرداء کو دنیا کی حاجت نہیں۔ سلمان نے انہیں بہت سمجھایا۔ اور کہا۔ کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بی بی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ ہر ایک حقدار کو اس کا حق دو۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اس کا ذکر آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ سلمان نے ٹھیک کہا:۔

ایک دفعہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ایک آدمی کھڑا نظر آیا۔ پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا۔ یہ ابو اسرائیل ہے۔ اور اس نے دھوپ میں کھڑے رہنے کی نذر مانی ہوئی ہے۔ نیز یہ کہ کسی سے گفتگو نہیں کریگا۔ اور ہمیشہ روزہ رکھے گا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اسے کہدو سایہ میں بیٹھے۔ اور اپنا روزہ پورا کرے۔ اسی طرح بعض صحابہؓ میں سے کسی نے ایک دفعہ عہد کیا کہ میں تمام رات نماز پڑھا کرونگا۔ کسی نے کہا۔ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ کسی نے کہا۔ میں بیوی سے کنارہ کش رہونگا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ سنا۔ تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا۔ جو میری سنت سے مونہہ پھیرے گا۔ اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ مگر روزہ افطار بھی کرتا ہوں۔ سوتا بھی ہوں۔ اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں:۔

غرض اسلام صحتِ جسمانی کا خیال رکھنے کی سخت تاکید کرتا ہے صحت جسمانی کی اہمیت بیان کرنے کے لئے ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان یعنی اصل علم دو ہی ہیں۔ ایک روح کا اور دوسرا بدن کا:۔

بیماروں کی عیادت

اس کے بعد دوسرا درجہ انسان پر وہ آتا ہے۔ جب وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ بیماروں کی عیادت کرتے۔ مریض کے قریب بیٹھ جاتے۔ اس کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔ لا بأس طهور ان شاء اللہ فرمایا کرتے۔ مریض سے پوچھتے کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے۔ اگر وہ اس کے لئے مضر نہ ہوتی۔ تو اس کا انتظام فرما دیتے۔ چونکہ بعض بیمار متعدی امراض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آپؐ متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے۔ اور تندرستوں کو ان سے محتاط رہنے کا حکم دیتے۔ عیادتِ مرضیٰ میں آپؐ نصیحت فرمایا کرتے۔ کہ مریضوں کو زبردستی کوئی چیز نہیں کھلانی چاہیئے:۔

پرہیز کی تاکید

عموماً دیکھا جاتا ہے۔ جب لوگ بیمار ہوتے ہیں۔ تو پرہیز نہیں کرتے۔ اور بیماری بڑھ جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ ایک گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہمراہ تھے۔ کھجور کا ایک خوشہ لٹکا ہوا تھا۔ آپؐ کھجوریں کھانے لگے۔ اُن دنوں حضرت علیؓ کسی بیماری سے اُٹھے تھے۔ اور کمزور تھے۔ وہ بھی کھجوریں کھانے لگے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ لیکن جب چقندر اور جو پکے ہوئے لائے گئے۔ تو فرمایا۔ یہ کھالو۔ ان سے تمہیں فائدہ ہوگا۔ پرہیز کے متعلق آپؐ کا یہ قول ہے۔ کہ الاجتناب افضل من الدواء۔ یعنی پرہیز دوا سے بہتر ہے۔ اسی طرح فرمایا۔ کہ جس طرح معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اسی طرح پرہیز تمام دواؤں کا سر ہے:۔

علاج

بیماری کے دوران میں علاوہ تیمارداری یا پرہیز کے ایک اہم ترین امر علاج ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت مرض میں دوا کا استعمال فرمایا کرتے۔ اور فرماتے۔ یا عباد اللہ تداووا فان اللہ عز وجل لم یضع داءً الا وضع له شفاءً یعنی اے بندگانِ خدا دوا کیا کرو۔ کیونکہ خدا نے ہر مرض کا علاج رکھا ہے۔ اسی طرح فرمایا۔ ولکلِّ داءٍ دواءٌ فاذا اصاب دواءُ الداء برئ باذن اللہ تعالےٰ۔ یعنی ہر مرض کی دوا ہے۔ جب وہ میسر آجائے تو صحت ہو جاتی ہے:۔

بہت لوگ سخت بیماری میں موت کی آرزو کرنے لگتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روکا۔ اور فرمایا۔ اگر کوئی تکلیف پہونچے۔ تو گھبرا کر موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر انسان نیک ہو تو ممکن ہے۔ نیکیوں میں اور ترقی کر جائے۔ اور اگر برا ہو۔ تو شائد اس کی اصلاح ہو جائے

معالجات کے ضمن میں اسلام نے منتر دن۔ گنڈوں۔ تعویذوں اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کرنے سے منع کیا۔ اور اسے شرک قرار دیا۔

چند معالجات

خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض مریضوں کو جس رنگ میں علاج بتایا۔ وُہ ذیل کے چند واقعات سے ظاہر ہے:۔

ایک شخص نے عرض کیا۔ میرے بھائی کے شکم میں گرانی ہے۔ فرمایا۔ شہد پلاؤ۔ اس نے دوبارہ آکر کہا۔ کہ شہد پلایا تھا۔ لیکن شکایت اب بھی باقی ہے۔ فرمایا۔ پھر شہد پلاؤ۔ سہ بارہ آیا۔ تو پھر وُہی ارشاد ہُوا۔ چوتھی دفعہ آیا۔ تو فرمایا۔ خدا سچا ہے۔ لیکن تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ جا کر پھر شہد پلاؤ۔ اب کے شہد پلایا۔ تو شفا ہوگئی۔

زید بن ارقم کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا۔ کہ ہم ذات الجنب میں قسط بحری اور زیتون استعمال کرایا کریں۔ اطباء کی تحقیق میں بھی زیتون اور قسط ذات الجنب کے لئے مفید ہیں۔

بخار کے متعلق آپؐ نے فرمایا۔ کہ یہ دوزخ کی لپٹ ہے۔ اسے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔ پھر فرمایا۔ جب کسی کو بخار آئے۔ تو تین روز تک صبح کے وقت اُس پر پانی ڈالا جائے۔ دراصل یہ اُس بخار کا علاج ہے۔ جو آفتاب کی حرارت سے یا کسی خاص گرم چیز سے ہو۔ عرب میں عموماً تپش کی وجہ سے ایسا بخار ہوتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی دوزخ کا ٹکڑا کہکر یہ ایسے ہی بخار کا علاج بتایا ہے جو تپش کی وجہ سے ہوا۔

بنی عکل اور بنی عرینہ کے لوگوں کو آب وہوا کی ناموافقت کی وجہ سے جب مدینہ میں استسقاء کا مرض ہوگیا۔ تو آپؐ انہیں اونٹ کا پیشاب۔ اور اونٹنی کا دودھ ملا کر پلواتے رہے۔ یہاں تک کہ وُہ اچھے ہوگئے۔ شیخ الرئیس نے بھی قانون میں لکھا ہے۔ کہ شیر شتر کو بول شتر کے ساتھ ملا کر پلانا استسقاء لحمی میں مفید ہے۔ رفع قبض کے لئے آپؐ نے سنا۔ اور شہد کا استعمال پسند فرمایا۔

ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دردِ شقیقہ ہوا۔ آپؐ نے دونوں کندھوں کے درمیان ذرا اوپر کو ہٹکر لیکن نقرہ سے نیچے پچھنے لگوائے۔ اور فرمایا۔ پچھنے لگانا بہترین دوا ہے۔ سر درد کے موقعہ پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہندی کا لیپ کیا کرتے۔ بعض اوقات آپؐ نے اس کا علاج پچھنے لگانا بھی بتایا ہے۔

مفید طبی باتیں

مضمون کے اختصار کو مدنظر رکھتے ہُوئے اب صرف وُہ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ جو مختلف اوقات میں طبی لحاظ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں:۔

۱۔ آپؐ نے پیشاب پاخانہ روک رکھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس سے بہت سے امراض پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ حدیث ہے کہ خواہ نماز ہو رہی ہو۔ پہلے ان حوائج سے فراغت چاہیئے۔

۲۔ رضاعت کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ احمق۔ فاحشہ اور مجنون عورتوں سے بچوں کو دودھ نہ پلواؤ کیونکہ دودھ بدن میں اثر کرتا ہے۔

۳۔ مکھی کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اس میں زہر ہے۔ اگر کھانے یا دودھ میں گر پڑے۔ تو فرمایا۔ اُسے غوطہ دے کر نکال دو۔ کیونکہ اس کے ایک بال میں زہر ہے۔ اور دوسرے میں شفا۔ اور وُہ پہلے زہر والا پر ڈبوتی ہے۔

۴۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مٹی کے کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

۵۔ انجیر کے متعلق فرمایا۔ کہ اس کا کھانا قولنج سے محفوظ رکھتا ہے۔

۶۔ انار کے متعلق فرمایا۔ ہر انار میں جنت کے پانی کا ایک قطرہ فرود ہوتا ہے۔ کیونکہ انار خون صاف کرتا۔ اسہال بند کرتا۔ جگر میں قوت پیدا کرتا ہے۔ خفقان کو فائدہ دیتا۔ اور رنگت کو نکھارتا ہے۔

۷۔ کھُنبی کے متعلق فرمایا۔ کہ اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔ کھنبی کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بالکل سیاہ۔ دوسری سفید اور سُرخ۔ تیسری بالکل سفید۔ آنکھوں کے لئے سفید کھنبی کا پانی مفید ہوتا ہے۔

۸۔ آنکھوں کی حفاظت کے بارے میں فرمایا۔ جاری پانی اور سبز چیزوں کے دیکھنے سے نگاہ تیز ہوتی ہے۔

۹۔ دھوپ سے گرم شدہ پانی سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل یا وضو کرنے سے منع فرمایا۔

۱۰۔ ایک ہی سانس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی پینے سے روکا۔ کیونکہ اس طرح پانی پینا۔ بعض دفعہ سینہ میں درد پیدا کر دیتا ہے۔ یہ بھی روایت آتی ہے۔ کہ آپؐ تین مرتبہ ٹھیر ٹھیر کر پانی پیتے تھے۔

۱۱۔ سوراخوں میں پیشاب کرنے سے بھی روکا۔ کہ مبادا سانپ یا اور کوئی موذی چیز نکل کر کاٹ کھائے۔

۱۲۔ متعدی امراض سے محتاط رہنے کا بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا۔

۱۳۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شراب پینے سے روکا۔ جو بہت سے امراض کا باعث ہے۔ اسی طرح خوشبو لگانے کی تاکید فرمائی۔

اختصاراً یہ صرف چند باتیں اس نبی عربی کی تعلیم سے پیش کی گئی ہیں۔ جو ہمارے اجسام اور ہماری رُوحوں دونوں کے لئے بے نظیر طبیب تھا۔ اللّٰھم صل علی محمد وآلہٖ وسلم

عرب کا اوتار اور ہندو دھرم

از مہاشہ محمد عمر صاحب شرما۔ مولوی فاضل۔ قادیان

مہرشی وید ویاس جی مہاراج اپنے بھوشیہ پران میں جو کہ سناتن دھرمیوں کے نزدیک الہامی کتاب اور خدا تعالیٰ سے علم حاصل کرکے لکھی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

جب دُنیا میں ادھرم پھیل جائے گا۔ اور راکشش لوگ دیوتاؤں کو دکھ دیں گے۔ اور ان کی تپسیا کو خراب کریں گے۔ اور ان کے یگیوں میں وگھن ڈالیں گے۔ تب پرماتما ایک اچاریہ محمدؐ نام سے پرسدھ کو دُنیا میں بھیجے گا۔ جو کہ آکر ان یگیوں کو سمپورن کرے گا۔

پھر لکھا ہے:۔

بھوج راج بولا ہے عرب دیش کے باسی پاربتی کے ناتھ تجھکو میرا بار بار نمسکار ہو۔ ہے دشٹوں کو مارنے کے لئے جنم لینے والے تجھ کو میرا بار بار نمسکار ہو۔ ہے دشمنوں سے محفوظ (واللّٰہ یعصمک من الناس) سندر اور ہر وقت خوش رہنے والے تجھ کو میرا بار بار نمسکار ہو۔

عرب کے ملک کو دشٹوں نے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اور دھرم کا نام و نشان مٹا دیا ہے۔ اس لئے یہاں پر کوئی ایشور کا بھگت اور اس کی پوجا کرنے والا نظر نہیں آتا۔ پس آپ اس گرے ہُوئے ملک کے لوگوں کی اُنتی کریں۔

راجہ کے ان بچنوں کو سُنکر ایشور کی شکتی محمدؐ نے کہا۔ کہ اے راجہ میں ایشور کی آگیا سے ستیہ دھرم کو جاری کرونگا۔ اور دشٹوں کو ناش کرونگا۔

میرے ماننے والے ختنہ کرائیں گے۔ اور سر پر چوٹی نہیں رکھینگے اور داڑھی رکھیں گے۔ سُور کا مانس ان کے لئے حرام ہوگا۔ ان لوگوں کا نام مُسلون (مسلمان) ہوگا۔ اور یہی لوگ پرماتما کے اپاسک اور اس کے بھگت ہونگے (بھوشیہ پوران پرب ۳۔ کھنڈ ۳۔ ادھیائے ۳۔ شلوک ۵)

پھر آگے فرماتے ہیں:" وُہ لوگ قندھار۔ سندھ۔ کراچی اور کشمیر میں راجیہ کریں گے۔ اور پرماتما کی شکتی ان کے ساتھ ہوگی (برہم پوران ادھیائے ۱۲ شلوک ۱۲)

میرے پیارے معزز ہندو بھائیو۔ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وُہ پرماتما کا اوتار جس کے لئے رشی اور مہرشیوں نے آج سے کئی ہزار برس پہلے ایشور سے علم حاصل کرکے اپنی کتابوں میں لکھا تھا۔ کہ وُہ عرب میں پیدا ہوگا) پیدا ہوا۔ اور اس نے دُنیا میں آکر ایک پرماتما کی پوجا کرائی۔

پس آپ کا دھرم ہے۔ کہ اس کے سدھانتوں کو گرہن کرکے اپنے رشیوں اور مہرشیوں کے دلوں کو شانتی دینے والے بنیں۔ اور پرماتما کی آگیا کو پُورن کریں۔

تمدن کے متعلق رسول کریمؐ کے فرمودہ اصول

از جناب عبدالستار صاحب بی اے شملہ

مذہب کا کام

بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ مذہب کا یہ کام نہیں۔ کہ وہ اصول تمدن سکھلائے۔ مذہب صرف خدا تعالےٰ کی ذات پر یقین دلانے اور اسے خوش کرنے کا ایک طریق بتاتا ہے۔ مگر یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جس اہم امر کو انسانی عقل حل نہ کر سکے۔ اور جسمیں غلط قدم اٹھانے سے دنیا میں ابدی فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھے۔ یا جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے انسان اپنے مقصود زندگی کو نہ پا سکے ایسے امر میں خدا تعالےٰ کی دستگیری کی سخت ضرورت ہے۔ پس تمدن اگر ان امور میں سے ہے جسکی صحیح بنیاد نہ رکھنے سے دنیا میں فتنہ و فساد لازمی ہے۔ اور ایسا امر ہے۔ جس کے صحیح اصول انسانی عقل تجویز نہیں کر سکتی۔ تو یقیناً اس میں خدا تعالےٰ کی راہ نمائی کی اشد ضرورت ہے۔ یا بالفاظ دیگر یہ کر سچے مذہب کا فرض ہے۔ کہ وہ صحیح اصول تمدن بتلائے۔

تصفیۂ حقوق

یہ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ لوگوں کا باہم ملکر امن سے رہنا اس بات پر منحصر ہے۔ کہ انہیں ایک دوسرے کے حقوق کا صحیح علم ہو۔ اور وہ ان کے حقوق کی جیسا کہ چاہیئے۔ رعایت کریں مگر حقوق کا تصفیہ کون کرے۔ ایک صنف دوسری صنف کے حقوق دبانا چاہتی ہے۔ ایک قوم دوسری قوم پر غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ان تعصبات کی وجہ سے صحیح تصفیہ حقوق ناممکن ہے۔ یہ تصفیہ خدا ہی کر سکتا ہے۔ اور سچے مذہب کے ذریعہ کرتا ہے۔

خدا کی کامل اور واحد ذات پر یقین

اسلام دنیا میں امن پیدا کرنے کی غرض سے سب سے اول یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ تم سب کا ایک ہی خالق ہے۔ اور اسے تم سب سے یکساں محبت ہے۔ اگر تم دانستہ کسی کے حقوق دباؤ گے۔ تو اس کے حضور تم جوابدہ ہو۔ اور وہ تمہیں سخت سزا دیگا۔ اور اگر تم کسی سے نیکی اور احسان کرو گے۔ تو وہ تمہیں جزا دے گا۔ جب اس تعلیم کو انسان قبول کرتا ہے۔ تو وہ کوئی ظلم کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن اس کے خلاف اگر عقیدہ رکھے۔ تو دنیا میں بدامنی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً وہ شخص جو خدا تعالےٰ کی ہستی کو نہیں مانتا۔ اگر اسے حکومت کا ڈر نہ ہو۔ یا رائے عامہ کا خوف نہ ہو۔ تو وہ ہرگز کسی گناہ سے جسمیں وہ بظاہر اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔ نہیں رک سکتا۔

اسی طرح اگر خالقوں کی کثرت تسلیم کی جائے۔ اور ایک قوم کہے ہمارا فلاں خالق ہے۔ اور دوسری کا فلاں تو بھی امن قائم نہیں رہ سکتا اور ایک قوم دوسری قوم سے محبت نہیں کر سکتی۔ اور ایک دوسرے کو ایذا پہنچانا ان کے نزدیک درست ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا یعنے اگر زمین و آسمان میں خدا تعالےٰ کے سوا اور بھی معبود اور خالق ہوتے۔ تو فساد برپا ہو جاتا۔ پھر اگر کوئی شخص خدا تعالےٰ کی ہستی پر تو یقین رکھے۔ مگر کسی معرفت کی وجہ سے وہ اپنے اعمال کی جوابدہی پر یقین نہ رکھے۔ تو ایسا شخص بھی دنیا کے تمدن کو برباد کرنے والا ہوگا۔ غرض خدا تعالےٰ کی کامل اور واحد ذات پر یقین تمدنی امور میں امن کی روح ہے۔

اخوت کا اعتراف

تمدن کے متعلق دوسری بنیادی تعلیم اسلام یہ دیتا ہے۔ کہ تم سب بلحاظ انسانیت یکساں ہو۔ کوئی تم میں سے ذلیل نہیں۔ اور کوئی معزز نہیں۔ مگر وہ جو اپنے اعمال کے ذریعہ سے ایسا بنے۔ خدا کی نظر میں وہی زیادہ باعزت ہے۔ جو اس کے احکام کے ماتحت چلتا ہے چنانچہ فرمایا۔ یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء (سورہ نساء رکوع اول) پھر فرمایا۔ یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (سورہ حجرات رکوع ۲) مساوات کے اصل کو نہ تسلیم کرنے سے بھی دنیا کے امن میں خلل واقع ہو جاتا ہے لیکن مساوات کو کوئی شخص قبول نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ اخوت کے اصل کو قبول نہ کرے۔ جب اخوت کے اصل کو نہ تسلیم کرنے سے ایک قوم دوسری قوم کو ذلیل سمجھتی ہے۔ یا دائرہ انسانیت سے خارج قرار دیتی ہے۔ تو دنیا میں امن کہاں رہ سکتا ہے۔

حضرت رسول مقبولؐ کا عدل

از ملک محمد عبداللہ صاحب مولوی فاضل قادیان

سید الرسل صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو تمام دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ آپ کی جس خوبی پر بھی نظر ڈالی جائے۔ وہ بے نظیر اور لاثانی ہے عدل اور انصاف کے متعلق خود حضور نے فرمایا۔ کہ امرت لاعدل بینکم مجھے عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے دنیا میں وہ شاندار عدل اور انصاف قائم فرمایا۔ جسکی نظیر دوسری جگہ ہرگز نہیں مل سکتی۔

جنگ احد میں حضرت عباسؓ جو آپکے چچا تھے۔ اور ابھی تک اسلام نہ لائے تھے۔ قیدیوں میں پکڑے آئے۔ رات کا وقت تھا۔ اور تمام قیدیوں کو رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ حضرت عباسؓ جو ایک عالی اور امیر خاندان کے فرد تھے۔ رسیوں سے بندھے ہونے کی تکلیف برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اور بار بار تکلیف کی وجہ سے کراہتے۔ ان کے کراہنے کی آواز رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سنائی دیتی۔ تو آپ بیقرار ہو کر کروٹیں بدلتے۔ صحابۂ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس بے چینی اور بے قراری کو دیکھا۔ تو سمجھ گئے۔ کہ آپ کو حضرت عباسؓ کے کراہنے کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے۔ انہوں نے فوراً حضرت عباسؓ کی رسیوں کو ڈھیلا کر دیا۔ جس سے ان کے کراہنے کی آواز بند ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ عباسؓ کے کراہنے کی آواز بند ہوگئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم نے آپ کی بے قراری دیکھ کر ان کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں۔ اس پر فخر کائنات نے فرمایا۔ یا تو سب قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دو۔ ورنہ عباسؓ کو بھی ویسے ہی باندھ دو۔ صحابہؓ کی آنکھیں یہ عدل و انصاف دیکھ کر پرنم ہو گئیں۔ اور انہوں نے سب قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دیں۔

ایک دفعہ ایک معزز خاندان کی عورت نے چوری کی جسکی سزا قطع ید تھی۔ چند لوگوں نے حضرت اسامہؓ کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ کہ عرض کریں۔ یہ ایک معزز خاندان کی عورت ہے۔ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ حضرت اسامہؓ نے جب یہ بات عرض کی۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ لو سرقت فاطمۃ لقطعت یدھا اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے۔ تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا حدود میں امیر و غریب سب برابر ہیں۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس بوجہ غربت بہت کم سامان حرب تھا۔ اور سواریوں کی بھی بہت قلت تھی۔ اس لئے ایک اونٹ جو تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ جس پر وہ باری باری سوار ہوتے۔ رسول مقبول صلعم بھی دیگر صحابہؓ کی طرح دو اور صحابہ کے ساتھ ایک اونٹ میں شریک تھے۔ اور باری باری سوار ہوتے۔ صحابہؓ نے ہرچند چاہا۔ کہ آپ سوار ہی رہیں۔ لیکن آپ نے عدل و انصاف کو قائم رکھتے ہوئے کسی طرح

گمراہوں کو راہِ راست پر لانیوالا موہنا نبی

از ڈاکٹر منوہر سنگھ صاحب ایم۔ ڈی۔ ایچ۔ گیانی ٹیچر ڈی بی سکول ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ

گو میں نے بہت زیادہ اسلامی کتب کا مطالعہ نہیں کیا۔ تاہم چند ایک کتابیں جو کہ حضرت محمدؐ صاحب کی سوانحعمری کے متعلق تھیں۔ میری نظر سے گذری ہیں۔ ان کو پڑھ کر میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ حضور کوئی معمولی انسان نہ تھے۔ بلکہ ایک زبردست ریفارمر ہونے کے علاوہ اللہ کے پیارے بھی تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ دنیا میں اور بھی بڑے بڑے ریفارمر اور پوتر ہستیاں گذری ہیں۔ اور انہوں نے بہت کچھ کر کے دکھایا۔ لیکن حضرت محمدؐ صاحب نے جو کچھ کیا۔ اس کی مثال دنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

عربوں کی اصلاح کا کام

یہ آپ کا ہی کام تھا۔ کہ عربوں جیسی وحشی قوموں کو جن کے سدھارنے کے لئے کئی صدیاں بھی کافی نہ تھیں۔ چند سالوں میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ تمام قبائل کے باہمی جھگڑوں کو مٹا کر ہر فرد بشر کو مساوات کا سبق پڑھایا۔ بت پرستی کو دور کر کے صرف خدا تعالےٰ کے آگے سجدہ کرنے کی تعلیم دی۔ ان میں سے چوری چکاری شراب نوشی اور زناکاری وغیرہ بد عادات رفع کیں۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی۔ خود حضور نے غلاموں کو آزاد کیا۔ اور دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دی۔

حضرت محمدؐ صاحب نے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ مگر ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ملک عرب کا روحانی اور تمدنی ہر پہلو سے مکمل سدھار کیا۔ کہ تمام دنیا عش عش کر اٹھی۔ آپ کی تعلیم ہر ایک کے دل میں اس طرح گھر کر گئی۔ کہ لوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ اسی آپکی تعلیم کی برکت ہے۔ کہ آج دنیا پر شمال تا جنوب اور مشرق تا مغرب اسلامی جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اس وقت میں بانی اسلام کی چند ایک خوبیاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

اسلامی مساوات

آپ کے مذہب میں غریب اور امیر سب برابر سمجھے جاتے ہیں۔ اور ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ ذات پات کی کوئی تمیز نہیں۔ بسم اللہ کہکر اکٹھے ہی طشتری میں کھانا کھا لیتے ہیں۔ خواہ امیر ہو۔ خواہ غریب۔ یہ سب آپ کی تعلیم مساوات کی برکت ہے۔ بھارت ورش پر سے تو چھوت چھات کا بھوت ہی نہیں ٹلتا۔ عیسائیوں کو دیکھو۔ تو خدا کی عبادت کے لئے دیسی عیسائیوں کے گرجے الگ اور گورے عیسائیوں کے گرجے الگ بنے ہوتے ہیں۔ مگر حضرت محمدؐ صاحب نے تو یہ تفرقہ ہی اڑا دیا۔

حب الوطنی

اپنے دیش اور قوم کی خاطر حضورؐ نے اپنی جان و مال حتیٰ کہ سب کچھ نچھاور کر دیا۔ اپنے دیش کی بری رسمیں اور خانہ جنگیاں دور کرنے کے وقت بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اور جس مقصد کو لے کر کھڑے ہوئے تھے اس میں کامیاب ہو گئے۔

کمال درجہ کی بہادری

آپ ایک لاثانی بہادر اور جودھا تھے۔ دشمن خواہ ٹڈی دل کی مانند ہوتا۔ حضور کبھی نہ گھبراتے۔ اور مردانہ وار مقابلہ کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ جنگل میں کسی درخت کے نیچے سو رہے تھے۔ ان کا ایک جانی دشمن وہاں پر آ نکلا۔ اس نے ہاتھ میں تلوار لے کر کہا۔ کہ اے محمدؐ! اب تجھے موت کے منہ سے بچانیوالا کون ہے؟ حضورؐ گھبرائے نہیں۔ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ ہاں ہے۔ اور وہ میرا خدا ہے۔ دشمن کا یہ سننا تھا۔ کہ اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر پڑی۔ حضورؐ نے جھٹ تلوار پکڑ لی۔ اور کہا کہ اب بتا۔ تجھے کوئی موت سے بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ آپ کے سوا اور کوئی نہیں بچا سکتا۔" حضورؐ نے اس کی عقل پر افسوس کیا۔ اور فرمایا۔ کہ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر تو یہ کہتا۔ کہ جس خدا نے تجھے بچایا ہے۔ وہی مجھے بچائیگا۔ اور اسے معاف کر دیا۔ اس نے جب دیکھا۔ کہ آپ کا خدا پر کتنا اٹل وشواس ہے۔ اور انتقام لینے کا خیال تک بھی نہیں رکھتے۔ تو فوراً مسلمان ہو گیا۔

عورتوں کے حقوق کی حفاظت

اس زمانہ میں جو برا سلوک عورتوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ عورتیں گھر کی جائداد تھیں۔ میکے یا سسرال عورتوں کو کسی چیز کا حصہ لینے کا کوئی حق نہ تھا۔ ایک مرد جتنی شادیاں چاہتا کر لیتا۔ جب عورت سے کوئی رنجش ہوتی۔ تو مرد کو حق تھا۔ کہ بغیر کچھ دیئے لئے گھر سے نکال دے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا وہ لوگ اپنا فخر سمجھتے تھے۔ ایسے وحشی لوگوں کو ان برے کاموں سے روکنا سوائے رسول اللہ کے اور کس کا کام تھا۔ حضورؐ نے لڑکیوں کو مارنا گناہ عظیم قرار دیا۔ عورتوں کے حقوق محفوظ کئے۔ اور عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا وعظ کیا۔ اندھا دھند شادیاں کرنے سے منع فرمایا۔ شادیوں کی تعداد مقرر کی۔ طلاق کی رسم جاری رکھی۔ مگر وہ بھی ایک قانون کے اندر۔ طلاق کی رسم نہایت ہی ضروری ہے۔ جو کہ حضور نے جاری رکھی جس مذہب میں یہ رسم نہیں۔ میرے خیال میں وہ مذہب مکمل نہیں کہلا سکتا۔ جس گھر میں میاں بیوی کی آپس میں نہ بنتی ہو۔ وہ گھر نہیں۔ بلکہ دوزخ کا نمونہ ہوتا ہے۔ اگر طلاق کی رسم ہو۔ تو ایک دوسرے سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ بصورت دیگر یہ ضروری ہے۔ کہ یا تو ان میں سے ایک خودکشی کر لے۔ یا دونوں ساری عمر دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں۔

بچوں سے محبت

حضورؐ نے بچوں کی خاص طور پر تربیت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جو مومن بچوں سے لاپرواہی کرتا ہے۔ وہ خدا کے حضور گنہگار ٹھہرتا ہے۔ حضور بچوں سے بڑی محبت رکھتے۔ ان کو چومتے اور سر پر ہاتھ پھیرتے۔ ان سے محبت اور پیار کی باتیں کرتے۔ حضور کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی کوئی نیا میوہ یا پھل آپ کے پاس آتا۔ تو اس وقت حاضرین میں جو سب سے چھوٹا بچہ ہوتا۔ اُسے دیتے۔ آنحضور جب کبھی کسی گلی کوچہ میں سے گذرتے۔ تو چھوٹے چھوٹے بچے حضور کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور حضور ان کو پیار کرتے۔ یا جب کہیں راستہ میں بچے کھیلتے ہوئے ملتے۔ تو آپ ان کو السّلام علیکم کہتے۔

صبر واستقلال

شروع شروع میں جب آپ نے لوگوں کو بت پرستی سے ہٹا کر ایک خدا کی طرف لانا چاہا۔ تو مکہ کے بت پرستوں نے حضور پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے۔ اس وقت خاص خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت تھے۔ اور ہر گھر میں ہر ایک کا جدا جدا (بُت) خدا تھا۔ اس وقت جو شخص آپؐ پر ایمان لایا۔ اُس کو بھی بڑی بڑی اذیتیں پہونچائی گئیں۔ گرم گرم ریت پر لٹایا جاتا۔ فاقہ کشی کرائی جاتی۔ ان کی ٹانگوں میں رسیاں ڈال کر گھسیٹا جاتا۔ ایک دفعہ آپؐ طائف شہر کے لوگوں کو پیغام الٰہی پہونچانے کے لئے گئے۔ لیکن وہ لوگ مکہ والوں سے بڑھ کر ظالم ثابت ہوئے۔ انہوں نے آپؐ کو شہر سے نکال کر پیچھے بدمعاش اور کتے لگا دیئے۔ اور چاروں طرف سے پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ آپ اس وقت خون میں تر بتر ہو رہے تھے۔ مگر اُن ظالموں کی نسبت آپ خداوند کریم کے آگے یوں التجا کر رہے تھے۔ اے خدا! ان لوگوں کو معلوم نہیں۔ کہ میں ان لوگوں کو جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہ درست اور سچ ہے۔ اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ نا سمجھ کر رہے ہیں۔ اس لئے تو ان پر ناراض نہ ہو۔ اور ان پر عذاب نازل نہ کر۔ بلکہ ان کو سچائی کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ ناظرین! ایسی مصیبتوں کے وقت اپنے دشمنوں کے بارے میں خدا کے آگے دُعا کرنی کہ ان کی زندگیاں سدھر جائیں۔ اور برا نہ کہنا کوئی معمولی بات ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ حضرت محمدؐ صاحب کا ہی کام تھا۔ جو آپؐ نے مصائب پر بھی صبر و استقلال قائم رکھا۔

عفو کی بے نظیر مثال:۔ جب حضور نے مکہ فتح کر لیا۔ تو وہ لوگ جنہوں نے حضور کو اور آپ پر ایمان لانیوالوں کو اذیتیں پہونچائی تھیں کانپ رہے تھے۔ کہ نہ جانے ہمارا کیا حال ہو۔ اگر آپ چاہتے۔ تو ان سے بدلے لے سکتے تھے مگر حضور نے سب کو ایک جگہ جمع کر کے کہہ دیا۔ کہ میں تم سب کو معاف کرتا ہوں۔ لوگ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔ جوق درجوق اسلام میں داخل ہو گئے۔

خدا سے محبت:۔ خدا کی عبادت کرتے ہوئے آپ اتنی اتنی دیر کھڑے رہتے۔ کہ پاؤں متورم ہو جاتے۔ آپ کے دشمنوں کے منہ سے بھی بے اختیار یہ نکل جاتا۔ کہ محمدؐ کو رب کا عشق ہو گیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر پھر بھی آپ اتنی عبادت کرتے ہیں۔ فرمایا کیا میں اپنے اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں! کیا ایسے خدا کے بھگت اور مخلوق کے خیر خواہ انسان کی تعظیم و تکریم کرنا ہر انسان کا فرض نہیں ہے۔ ضرور ہے۔

عرق نور (رجسٹرڈ)

سو فیصدی خون صالح پیدا کرنے کی واحد دوا ہے۔ اس کا استعمال بفضل خدا تعالیٰ ضعف جگر عظم طحال۔ دائمی قبض۔ دھڑکہ۔ خرابی خون۔ یرقان۔ کمزوری اعصاب۔ ۔ ۔ ۔ بدہضمی۔ کثرت پیشاب۔ دائمی بخار۔ پرانی کھانسی۔ درد کمر۔ تھوڑا چلنے سے دم پھولنا۔ طبیعت کی گھبراہٹ۔ اور سستی و کاہلی کو دور کرنے کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ عورتوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ بانجھ پن۔ ایام ماہواری کے دوران کے درد۔ اور خون کی کمی و بیشی کو شرطیہ طور پر دور کر کے بچہ دانی کو قابل تولید بناتا ہے۔ ایک بار کی آزمائش شرط ہے۔ قیمت فی پیکٹ ایک روپیہ چار آنے (عہ/)

عرق نور امرتی (رجسٹرڈ) } درد شقیقہ۔ درد اعصابہ سیل اور شیر خوار بچوں کے تشنج کیلئے جادو اثر دوا ہے۔ شدید اور ناقابل برداشت درد کو صرف ۵ منٹ میں شرطیہ طور پر دور کرتا ہے۔ ایک بار کی آزمائش اس کی تعریف ہے۔ صرف تین روز کے استعمال سے اگر عمر بھر کے لئے نہیں تو کم از کم چودہ سال تک پھر درد نہ ہوگا۔ (درد اعصابہ کیلئے اس کا ۱۵ روز استعمال کرنا چاہئے) قیمت بڑی شیشی ۸/ چھوٹی ۴/

نور بال سیرپ (رجسٹرڈ) } بچوں کے لئے نہایت خوش ذائقہ اور میٹھا شربت ہے۔ ان کی ہر قسم کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔ نور بال سیرپ بچوں کو موٹا تازہ اور خوبصورت بناتا ہے۔ تھوڑے عرصہ کے استعمال سے بچوں کا چہرہ مثل گلاب کھل جاتا ہے۔ لذیذ ہونے کے سبب بچے شوق سے پیتے ہیں قیمت فی شیشی ۱۲/

امرت نور (رجسٹرڈ) } اعلیٰ درجہ کا جیبی ڈاکٹر ہے۔ جو بغیر فیس کے ہر مرد و زن۔ پیر و جوان اور امیر و غریب کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ سینکڑوں بیماریوں کی ایک لاثانی دوا۔ آج کل زمانہ ہر شخص کے پاس ہونا ضروری ہے۔ آزمائش شرط ہے۔ قیمت بڑی شیشی ۲ عہ/ نصف عہ/ قیمت نمونہ شیشی جو کئی ماہ کیلئے کافی ہے۔ صرف ۷/

نور ڈیسنٹری پوڈر:- پیچش کی شرطیہ دوا ہے۔ اس کی پہلی ہی خوراک فوراً اثر دکھاتی ہے۔ قیمت فی شیشی ۸/

نور بواسیر پلز } بواسیر خونی ہو یا ریحی۔ نئی ہو یا پرانی ان گولیوں کے استعمال سے کلی طور پر دور ہو جاتی ہے۔ مرض کی اقسام کے لحاظ سے تین قسم کی دوائی دی جاتی ہے مفصل حال سے مطلع کریں۔ قیمت نمبر ۱۔ تین روپے۔ نمبر ۲۔ پانچ روپے۔ نمبر ۳ دس روپے۔

نور اسہال پوڈر:- خواہ اسہال کیسے ہی تکلیف دہ آتے ہوں۔ صرف ۱۵ منٹ کے اندر روکنے کا حتمی علاج ہے۔ قیمت پوری خوراک ۸/

نور کڈنیز پوڈر } درد گردہ کے لئے اکسیر ہے۔ ایک ہی خوراک سے مریض کو درد سے آرام ملتا ہے۔ ہمیں آجتک دوسری خوراک دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ قیمت پوری خوراک ایک روپیہ (عسہ/)

نور خناق پوڈر } صرف دس پندرہ منٹ میں ہی پھوڑے کو تحلیل کر کے مریض کو آدھ گھنٹے کے اندر اندر کھانے کے قابل بنا دیتا ہے۔ قیمت پوری خوراک دو روپے

نور پتھری پوڈر۔ صرف تین روز میں پتھری کو ریزہ ریزہ کر کے پیشاب کے ساتھ خارج کر دیتا ہے۔ قیمت ۱۲ خوراک تین روپے۔

نور خضاب } خوشبودار ہے۔ جلد کو قطعاً داغ یا دھبہ نہیں دیتا۔ بالوں کو چمکدار سیاہ بناتا ہے اپنا اثر ۲۰ روز تک قائم رکھتا ہے۔ قیمت فی پیکٹ ۸/

نور ہیر آئل (رجسٹرڈ) } بہت سی قیمتی ادویات اور مفید بوٹیوں کا مرکب ہے۔ اس کا استعمال دائمی نزلہ اور زکام کو دور کرتا ہے۔ بالوں کو لمبا ملائم اور سیاہ کر کے گرنے سے بچاتا ہے۔ دماغ کو طاقت اور تر و تازگی دیتا ہے۔ نوٹ:- پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ہونگے مفصل فہرست مفت طلب کریں۔

المشتہران:- ڈاکٹر نور بخش اینڈ سنز عرق نور بلڈنگ قادیان پنجاب

انٹر دوست

دریافت کرتے ہیں۔ کہ تجارتی سٹیشنری کس پریس سے چھپوائی جائے ان کی واقفیت کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ لائن پریس ہسپتال روڈ لاہور نہ صرف ہر قسم کی بہترین چھپائی کے لئے پنجاب بھر میں مشہور ہے۔ بلکہ نرخ ارزاں اور کام حسب وعدہ دیا جاتا ہے۔ خواہشمند اصحاب مینجر سے خط و کتابت کریں۔ یا پتہ نوٹ کر لیں:- ٹیلیفون نمبر ۳۰۸۷: تار کا پتہ لائن پریس لاہور

احمدیہ واچ ایجنسی

شاہجہانپور سے ہمیشہ گھڑیاں خریدنا چاہئے!

کیوں؟ اس لئے کہ اس کے معاملات میں انتہائی ہمدردی ہے۔
۲۔ گھڑیاں ہر لحاظ سے عمدہ ٹسٹ کر کے بحفاظت بھیجی جاتی ہیں۔
۳۔ خریداران کی مخلصانہ خدمت کیلئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔
۴۔ گھڑی کے ہمراہ نہایت ضروری و مفید ہدایات دیتی ہے۔

نوٹ:- ایجنسی کو اپنی لیور گھڑیوں پر کافی تجربہ و اعتماد ہے۔ ان کی موجودگی میں بہت زیادہ قیمت گھڑیوں پر صرف کرنا مناسب نہیں۔ بعض احباب کی خواہش پر درمیانہ قیمت کی جنیوا گھڑیاں والی گھڑیاں بھی درج کی جاتی ہیں۔ ان کے متعلق ہماری یہ رائے ہے۔ کہ تھرڈ کلاس گھڑیوں سے یہ بہت اچھی چلتی ہیں گھڑیوں کے نقشے دیکھ کر حسب ضرورت آرڈر دیں۔ گھڑی کا حوالہ اور اپنا پتہ صاف لکھیں۔ نیز یہ فہرست ذہن میں محفوظ رکھیں۔

موٹا شیشہ بمعہ سیکنڈ کیس ہے

جنیوا فینسی مختلف ڈیزائن قیمت ۵ معہ عمدہ تسمے کے

جنیوا گول کیس عمدہ شکل قیمت ۵ معہ تسمہ

جنیوا جیبی خوش رفتار مضبوط قسم معہ کیس قیمت ۳ تین چار روپے خریدنا فضول ہے۔

لیور مشین جیبی گھڑی پندرہ جیول۔ بہت مدت تک کام دینے والی قیمت چودہ روپے

رسٹ واچ لیور مشین نہایت مضبوط پندرہ جیول۔ بہت عرصہ تک صحیح چلنے والی۔ قیمت چودہ روپے۔ مندرجہ بالا ہر ایک گھڑی اگر چاندی یا رولڈ گولڈ ہو گی۔ تو تین روپے بڑھ جائیگا

المشتہر حافظ سخاوت علی پروپرائٹر احمدیہ واچ ایجنسی شاہجہانپور یوپی

مفت! مفت!! مفت!!!

پیامِ شفاء

مردوں اور عورتوں کے امراض و نیز ہسٹیریا۔ بواسیر ذیابیطس وغیرہ جو کہ زمانہ ایک حد تک شدید اور مہلک ثابت ہو رہے ہیں۔ ان کے مستقل دفعیہ کی بالکل بے ضرر اور تیر بہدف ادویہ ہمارے دواخانہ پیام شفاء میں موجود ہیں۔ معتبر اور زود اثر ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے مشہور و معروف اطباء اور ڈاکٹروں کے مطب میں استعمال ہو رہی ہیں۔ اطباء کی تصدیق اور ہر مرض کی تفصیل اور علامات فہرست ہذا میں درج ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد ہر ایک مریض اپنے مرض کے مطابق دوا خود تجویز کر سکتا ہے۔ اور ہم یہ ظاہر کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ ہمارا معیار ایمانداری اور مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانا ہے حسب ذیل پتہ پر ایک کارڈ تحریر فرما کر فہرست پیام شفاء مفت طلب کریں۔ بعد ملاحظہ ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائیگی ؛

صحت خواہ

مینیجر دواخانہ پیام شفاء فراشخانہ دہلی

پتہ بدل لیا

چند وجوہات کی بناء پر اب میں کانپور سے لکھنؤ آگیا ہوں۔ لہذا جس کسی بھائی کو ہومیوپیتھک علاج کے متعلق مشورہ کرنا ہو وہ ۱/ کا ٹکٹ روانہ کر کے مفت مشورہ کر سکتے ہیں خط چونکہ کانپور ہو کر یہاں آتے ہیں۔ اس لئے دیر ہو جاتی ہے۔ احباب کو انتظار کی تکلیف گوارا کرنا پڑتی ہے۔ اس لئے اب یہاں کے پتہ پر خط لکھیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے میں ایک عرصہ سے پریکٹس کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ایک ہومیوپیتھک بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس سے وہ وہ مرض دور ہو جاتے ہیں۔ جن کو ڈاکٹر لاعلاج کہدیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے کاربنکل اور ناسور تک صرف دوا کھلا کر اور لگا کر اچھے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور معالج کا تجربہ کار ہونا ضروری ہے۔ ہسٹری چارٹ اور سمٹم رجسٹر دوبارہ چھپ گئے ہیں۔ ضرورتمند احباب ۲/ کے ٹکٹ روانہ کر کے طلب کریں۔ جواب کے لئے ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

خاکسار ڈاکٹر بشیر احمد احمدی ایم۔ ڈی۔ ایچ۔ ایم ڈی۔ سی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایس۔ سی) تمغہ جات طلائی یافتہ

ایبٹ روڈ۔ حسین گنج لکھنؤ

ہومیوپیتھک علاج

ہومیوپیتھک علاج میں اللہ تعالےٰ نے مخلوق کے لئے بے انتہا فوائد رکھے ہیں۔ قلیل دوا۔ زیادہ فائدہ۔ روپوں کا کام پیسوں۔ سالوں کا کام دنوں اور گھنٹوں میں ان ہی دواؤں سے ہوتا ہے۔ سینکڑوں ڈاکٹروں کی مجربات۔ ہزاروں مریضوں پر تجربہ کر کے ایک ایک دوا کا جسم کے ہر عضو پر اثر اور علامات معلوم کرنے کے بعد عوام کے فائدے کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ کھانے میں مزیدار۔ زود اثر۔ بے ضرر۔ بیماری کو جڑھ سے کاٹنے والی چیر پھاڑ اور نشتر کی تکلیف سے بچانے والی۔ پھوڑے اور بیرونی تکالیف کو بلا تکلیف اور بلا اپریشن صرف مرہم سے ٹھیک کرتی ہے۔ دنیا میں مقبول۔ مایوس العلاج بفضل خدا صحتیاب ہوئے ہیں۔ شافی خدا ہے۔ امراض مخصوصہ مردمان کیلئے بہترین ادویات موجود ہیں مستورات کے لئے ان دواؤں سے افضل دوسری ادویات ہو ہی نہیں سکتیں۔ بچوں کے لئے تو عموماً دوسرے ڈاکٹر بھی یہی دوائیں دیتے ہیں۔ کیسا ہی مرض ہو مختلف علاج سے اور پیٹنٹ دوائیں کھا کر مرض کو پیچیدہ نہ بنایئے۔ ضرورتمند آج ہی پوری پوری کیفیت مرض کی ارسال کریں۔ انشاء اللہ مفید اور قابل تعریف پائینگے ؛ پتہ :۔ ایم۔ ایچ احمدی بیری اکبرپور کانپور

بواسیر اور نواسیر

کے علاج کے لئے تازہ مجرب دوا آگئی ہے۔ جہاں بہت سی ادویات استعمال کر کے پشیمان ہوئے اس کو استعمال کر کے انشاء اللہ خوش ہونگے مجرب ہے۔ ہزاروں تعریف کرتے ہیں۔ قیمت تین روپے آدھی شیشی عمہ

ڈاکٹر ایم۔ ایچ۔ احمدی۔ بیری اکبرپور کانپور

انیسِ عالم

یہ دوا عجیب ٹانک ہے۔ خون کی کمی۔ کمزوری سے دم پھولنا۔ چکر آنا۔ دل دھڑکنا۔ بدن کا بیحس ہو جانا۔ کام سے نفرت۔ دماغ مضمحل۔ کمی بھوک۔ ضعف جگر ضعف معدہ۔ ضعف دماغ۔ دق۔ بے خوابی۔ بدخوابی۔ درد کمر کو دور کر کے انشاء اللہ اعضاء میں نئی زندگی اور نیا خون پیدا کردیگی۔ دانستہ و نادانستہ بے اعتدالیوں کا مجرب علاج ہے مستورات کے امراض میں بھی بے حد زود اثر ثابت ہوا ہے قیمت رعایتی عہ ؛

ڈاکٹر ایم۔ ایچ۔ احمدی۔ بیری اکبرپور کانپور

عیسائیت کا جال

یہ اعتراضوں کا افسانہ جس کا نام عیسائیت کا جال ہے اب تک ۲۵ پچیس ہزار فروخت ہو چکا ہے۔ منگوا کر آپ بھی ملاحظہ کریں۔ قیمت معہ محصول ڈاک ڈیڑھ آنہ مینیجر اخبار سلطنت دہلی سے منگوایئے ؛

ڈھائی سو مدعیانِ نبوت کے حالات

رسول کریمؐ کے بعد پیدا ہونیوالے مدعیان نبوت جن کی تعداد ڈھائی سو سے زیادہ ہے کے حالات جمع کر کے فاضل مؤلف نے یہ ثابت کیا ہے کہ جھوٹا نبی ۲۳ سال کی مہلت نہیں پاتا۔ ثبوت میں ڈھائی سو سے زیادہ مدعیوں کے حالات لکھے ہیں۔ کہ اگر کوئی ایک بھی ایسا مدعی دکھا دے کہ جو قتل سے بچا ہو۔ تو دس ہزار روپیہ انعام۔ اس کتاب کے ۱۶ صفحے ہر ہفتہ اخبار سلطنت میں اگلے مہینہ سے شایع ہونے شروع ہو جائینگے۔ اس لئے آج ہی آپ سلطنت کے خریدار ہو جایئے سلطنت باتصویر ہفتہ وار اخبار ہے یا اپنے شہر کے ایجنٹ اخبارات کے رجسٹر میں اپنا نام صحیح کرا دیجئے۔ سالانہ چندہ تین روپے ؛ مینیجر اخبار سلطنت دہلی۔

یقیناً دگنا منافع ہوگا

بذریعہ تحریر صابون سازی سکھانیکے دو حصہ کر دیئے ہیں۔ پہلا حصہ دس روپیہ میں معہ ایک پیتل کا عمدہ بنا ہوا سانچہ جس میں گلیسرین پیئر سوپ بن سکتا ہے۔ اور مروجہ بازاری گرم ٹھنڈے ۱۴ قسم کے مروجہ صابون کی مکمل ترکیب بذریعہ تحریر نہ سکھا سکے یا اس میں دگنا منافع نہ ہوا۔ یا مرسلہ سانچے میں ایک اونس سے چار اونس تک وزن کی ٹکیہ نہ بن سکی یا پانچسو روپیہ ماہوار کا مال تیار نہ ہو سکا۔ تو بذریعہ عدالت آپ ہم سے پانسو روپیہ جرمانہ وصول کر سکتے ہیں۔ تحریر لکھدی ہے۔ کہ سند رہے

العبد :۔ ڈاکٹر شفیع احمد پی۔ ایچ۔ ڈی ایڈیٹر رسالہ دستکاری دہلی

دوسرا حصہ میں ۴۸ قسم کے صابون اور کاسٹک سوڈا کرسٹل سوڈا اور کور کھدر کو ڈبون کے لٹھے کے مانند سفید کرنیوالا مصالحہ گلورین گیس بلیچنگ پوڈر بنانا سلائٹ کے برابر دو ٹکیہ بنانیوالا ایک پیتل کا عمدہ سانچہ اور ایک ائیڈرومیٹر اور مذکورہ بالا اقرارنامہ روانہ کیا جائیگا۔ بیکاری کو دور کر کے مالا مال ہونیکا اس سے بہتر بغیر سرمایہ کے چلنے والا دوسرا کام نہیں ہو سکتا۔ اس کی فیس بیس روپیہ ریلوے سٹیشن کا نام ضرور تحریر کیجئے اگر سانچہ پر اپنا نام یا پھول پتی کندہ کرائینگے۔ تو تین روپیہ پہلے سانچہ کی اور پانچ روپیہ سلائٹ کی اجرت علیحدہ ہوگی۔ پانچ روپیہ پیشگی وصول ہوئے بغیر تعمیل نہ ہوگی۔ خط و کتابت بنام

مینیجر رسالہ دستکاری دہلی فرمائش کے ہمراہ ۵/ آنا چاہئے ؛

گودبھری حبّ اٹھرا رجسٹرڈ

مولانا حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ شاہی طبیب کی ستر سالہ مجربہ مشہور عام رجسٹرڈ حب اٹھرا ایسی ہے اگر آپ کو اولاد کی خواہش ہے۔ تو حب اٹھرا رجسٹرڈ اپنے گھر میں استعمال کرادیں۔ اگر آپ نے اپنی بے اولادی کا اندھیرا دور کرنا ہے۔ تو حب اٹھرا رجسٹرڈ استعمال کرادیں۔ اگر آپکو اپنی بے اولادی کی پیاس بجھانی منظور ہے۔ تو اپنے گھر میں حب اٹھرا رجسٹرڈ استعمال کرادیں اگر آپ کو بفضل خدا ذہین خوبصورت تندرست باعمر بچوں کی خواہش ہے۔ تو حب اٹھرا رجسٹرڈ کے سوا اور کوئی دوائی استعمال نہ کرادیں۔ حب اٹھرا اس بیماری کے واسطے تریاق ہے۔ اس کے استعمال سے ہزاروں گھر صاحب اولاد ہوچکے ہیں۔ کثرت سے سارٹیفکیٹ اور شکریہ کے خطوط آتے ہیں (اٹھرا کیا ہے) حمل گرجاتے ہیں مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہوکر مرجاتے ہیں۔ اصل میں یہ کمزوری رحم کا نتیجہ ہے۔ حب اٹھرا رحم کی تمام کمزوریاں دور کرتی ہے۔ رحم کو طاقتور بناتی ہے۔ اور بچہ کو رحم میں پوری طاقت دیتی ہے۔ حب اٹھرا حمل گرنے سے روکتی ہے۔ اور پیدائش میں بھی آسانی ہوتی ہے بچہ خوبصورت۔ مضبوط تندرست ذہین اٹھرا سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ بچہ اور والدہ کیلئے تریاق ہے۔ خیال رکھیں۔ اور دھوکہ سے بچیں۔ حب اٹھرا رجسٹرڈ مولانا حکیم نورالدین شاہی طبیب کا مجرب نسخہ اس دواخانہ کے سوا نہیں مل سکتا۔ رجسٹرڈ ہوچکا ہے قیمت فی تولہ عہ مکمل خوراک ۱۱ تولہ یکدم منگوانے پر ۱۱ روپیہ نصف پر صرف محصول معاف

المشتہر: نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

(حبوب عنبری) رجسٹرڈ

یہ گولیاں، عنبر، مشک۔ موتی۔ زعفران۔ اور دیگر قیمتی اجزا سے مرکب ہیں۔ ان کا استعمال ان لوگوں کے لئے ہے جن کی قوت رجولیت کم ہوگئی ہو۔ اعصاب سرد پڑگئے ہوں۔ دل ٹھنڈا ہوگیا، سر درد ہٹ گیا ہو۔ چہرہ بے رونق۔ حافظہ کمزور۔ اعضائے رئیسہ سرد پڑگئے ہوں۔ کمر درد کرتا ہو۔ کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو۔ ایسی حالت میں حبوب عنبری کا استعمال بجلی کا اثر دکھاتا ہے۔ گئی ہوئی قوت واپس آجاتی ہے۔ حرارت غریزی تیز ہوجاتی ہے۔ دل میں خوشی و سرور پیدا ہوتا ہے۔ اعصاب یعنے پٹھے طاقتور ہوجاتے ہیں۔ اعضائے رئیسہ و شریفہ۔ دل و دماغ طاقتور ہوجاتے ہیں۔ جسم فربہ اور چست و چالاک ہوجاتا ہے۔ گویا ضعیفی کی دشمن ہے۔ جوانی کی محافظ ہے۔ حاجت مند آرڈر روانہ کریں ۞ حبوب عنبری کے ایک ٹرک کے کھانے سے چالیس سال تک مقوی ادویات سے چھٹی ہوتی ہے قیمت ایکماہ کی خوراک ۶۰ گولی پندرہ روپیہ

المشتہر

نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

تریاق ریگ گردہ مثانہ

درد گردہ ایک ایسی موذی بلا ہے۔ جن لوگوں کو یہ درد ہوتا ہے وہی اس کی تکلیف کو جانتے ہیں درد کے وقت ان کی حالت نہایت ہی قابل رحم ہوتی ہے۔ گویا موت اور زندگی کا سوال پیش ہوتا ہے ریگ یا کنکری کی وجہ سے درد کبھی دورہ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی لگاتار ہوتا ہے۔ کبھی پہلو میں محسوس ہوتا ہے۔ کبھی ران میں کبھی پیٹ میں کبھی کمر میں اسکی تشخیص میں اکثر مغالطہ ہوجاتا ہے۔ جو دوست ریگ گردہ درد گردہ ریگ یا کنکری مثانہ میں مبتلا ہوں۔ وہ تریاق گردہ و مثانہ ضرور استعمال کریں بفضل خدا اس کے استعمال سے کنکری ریگ سب باریک ہوکر بذریعہ پیشاب خارج ہوجاتی ہے۔ قیمت پندرہ یوم کی خوراک عہ

المشتہر: نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

مقوی دانت منجن

موہنہ کی بدبو کو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ دانت ہلتے ہوں گوشت خورے سے مسوڑے کتنے ہی گل سڑ گئے ہوں۔ دانتوں کی جڑیں ننگی ہوگئی ہوں۔ مسوڑوں سے خون یا پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں کیڑا لگ گیا ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو۔ زرد رنگ ہوگئے ہوں۔ موہنہ میں پانی آتا ہو۔ بفضل خدا اس منجن کے استعمال سے دانتوں کی تمام بیماریاں مذکورہ بالا جاتی رہتی ہیں۔ دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ موہنہ خوشبودار رہتا ہے ۞ قیمت فی شیشی مدادس ۱۲؍

المشتہر: نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

بے نظیر آرٹ

میں اپنے دوستوں کو خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ میں نے سالہا سال کی متواتر کوشش سے رنگسازی شیشہ پر چاندی کا پانی چڑھانا اور کھدائی کا کام نقاشی کا کام۔ عربی۔ انگریزی غرضیکہ ہر زبان میں سیکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جماعت احمدیہ کے شوق مند دوست بذریعہ خط و کتابت میرے سے کام سیکھیں۔ اور روپیہ کمائیں۔ ایک ہفتہ کی خط و کتابت کے بعد پورے کام سے واقفیت ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی دوست مجھے بلاکر سیکھنا چاہیں۔ تو صرف دو دن میں اس کے ہاتھوں سے کام کراکر ٹرینڈ کردیا جاتا ہے۔ خط و کتابت کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے ۞

اکسیر طاقت

موجودہ امراض جو اس زمانہ میں بچوں اور جوان احباب کو ہوجاتی ہیں۔ اس اکسیر طاقت کے ۱۲ روز صرف پانی یا ایک وقت دودھ سے استعمال کرنے سے گئی ہوئی طاقت دوبارہ واپس آجاتی ہے۔ یہ ایک عجیب التاثیر دوا ہے۔ غربا کے لئے نصف دام پر دوائی دی جاتی ہے۔ ہر عمر میں مفید اور با اثر دوا ہے۔ اس میں کوئی ایسی دوائی مرکب نہیں کی گئی جس سے مزاج میں تکلیف ہو۔ بہت سے اول اس کا اثر معدہ پر ہوتا ہے۔ بھوک خوب لگتی ہے۔ پژمردہ چہرہ کو رونق دیتی ہے۔ باقی حالات بذریعہ خط و کتابت دریافت فرمائیں۔ ڈاکٹری کی صورت میں جو کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس میں بھی میرا نام ہے ۞ (خاکسار فقیر احمد احمدی حکیم حاذق آرٹسٹ محلہ نمبر ۲۵ جانب ہسپتال چھاؤنی)

احمدیوں کے لئے خاص رعایت

فائدہ مند تجارت

تازہ کوٹوں کا چالان آگیا ہے!!

اگر آپ موسم سرما میں امریکن استعمال شدہ گرم کوٹوں کی سربند گانٹھیں۔ یا ولایتی۔ امریکن جاپانی کٹ پیس کے مال کے نمونہ کی گانٹھ مالیتی دوصد پچیس (۲۲۵) یا یکصد روپیہ بغرض تجارت تھوک نرخ پر ہم سے منگواکر فروخت کریں گے۔ تو یقیناً معقول فائدہ اٹھائیں گے۔ ذاتی ضروریات کے لئے پچاس روپیہ کا بنڈل منگوایئے چہارم رقم ہمراہ آرڈر ہرحال میں آنی چاہئے مفصل لسٹ طلب کرکے دوسروں سے مال اور قیمت کا مقابلہ کریں (اخبار کا حوالہ ضرور دیں)

ایس رفیق بھائی جنرل سپلائرز حبیب سرکل بمبئی

اظہارِ شکر

خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اس نے اپنے فضل سے اس سال بھی "الفضل" کا خاتم النبیین نمبر شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جن بزرگانِ سلسلہ احباب کرام۔ اور قابلِ احترام خواتین نے از راہِ نوازش میری درخواست منظور فرماتے ہوئے قیمتی مضامین عنائت کئے۔ ان کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔:

افسوس ہے۔ کہ اس دفعہ خواتین کے مضامین بہت کم آئے۔ حالانکہ جس رفتار سے ہماری جماعت کی خواتین تعلیم میں ترقی کر رہی ہیں۔ اس سے توقع تھی۔ کہ مضامین گزشتہ سالوں کی نسبت زیادہ موصول ہونگے۔ البتہ یہ بات قابلِ مسرت ہے۔ کہ پہلے کی نسبت اب کے زیادہ ہمارے نوجوانوں نے مضامین لکھے۔ اور ماشاء اللہ بہت اچھے لکھے۔ خاکسار (ایڈیٹر)

اخبار الفضل قادیان دارالامان
۶۴
سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف آرگن
Digitized by Khilafat Library Rabwah
اخبار الفضل قادیان
ہفتہ میں تین بار
قیمت سالانہ دس روپے
نمونہ مفت طلب کریں
یہ اخبار ۲۰×۲۶ سائز کے ۱۲ صفحوں پر ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے۔ اس میں جو سیاسی مسائل پر رائے زنی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے فضل سے ۹۹ فیصدی صحیح نکلتی ہے۔ مسلمانوں کے مفاد کو ہر امر میں خصوصیت سے مدنظر رکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے خطبات جمعہ و عیدین و دیگر تقاریر بھی بالالتزام تمام درج ہوتی ہیں جن میں اہم مذہبی سیاسی۔ قومی اور ملکی وقتی امور میں مسلمانوں کی راہ نمائی کیجاتی ہے۔ نیز تاریخ اسلام، اسلام کی خوبیوں، دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فضیلتوں، غیر مذاہب کے متعلق تفصیلی اور اہم واقفیت دیگر مذاہب کے بنی نوع انسان کیلئے نقصان رساں مسائل اور اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات کے جواب میں باقاعدہ مضامین شائع کئے جاتے ہیں آپ اس اخبار کو کم از کم چھ ماہ کیلئے اپنے نام جاری کر کے ہمارے قول کی تصدیق کر لیجئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ اشاعت اسلام کے متعلق جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں سے آپ کو واقفیت رہے۔ امریکہ۔ انگلستان۔ افریقہ۔ دمشق میں اشاعت اسلام کی تازہ خبریں پہنچتی رہیں اور پیش آمدہ مشکلات میں ایسی ہدایات ملیں جن پر عمل نقصان کا شائبہ نہ ہونے کے برابر ہو۔ تو الفضل ہی ایسا اخبار ہے جس کے لئے معمولی خرچ کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔
سالانہ قیمت عـہ روپیہ ششماہی ۵ سہ ماہی ۲/۸ (اڑھائی روپے)
رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی
یہ رسالہ قادیان سے ہر مہینہ شائع ہوتا ہے سات روپے سالانہ قیمت ہے۔ یورپ میں تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔ ہندوستان میں اس کی اشاعت انگریزی خوانوں کے لئے حفاظت ایمان اور ازدیاد عرفان کا موجب ہے۔ علی العموم ایک تصویر بھی دی جاتی ہے۔ حجم ساٹھ صفحے۔ کاغذ اعلےٰ۔ قیمت صرف چار روپے۔ طلباء سے تین روپے سالانہ۔ نمونہ کا پرچہ ۸/
پتہ :- مینجر صاحب رسالہ انگریزی ریویو قادیان
رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو
اس ماہوار رسالہ میں اسلامی عقائد و مسائل کی تائید۔ اور غیر مذاہب کے اعتراضوں کی تردید اور ان کے خصوصی معتقدات پر عالمانہ تنقید ہوتی ہے۔ ہر مہینے نہایت قیمتی اور مفید علمی مضامین کا مجموعہ دلآویز ٹھیک وقت پر آپ کے پاس پہنچا کرے گا صرف ۴ ماہوار یعنی تین روپے سالانہ دیکر آپ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کر سکتے ہیں۔ حجم ۴۸ صفحے طلباء کے لئے صرف ۲/۸ جو اصحاب سلسلہ میں داخل نہیں ان کے لئے بھی ۸ رعایت ہے یعنی ۲/۸ سالانہ
اخبار مصباح قادیان
اخبار سن رائز
ہمیشہ ۔۔ سالانہ صرف دس روپے
خریداری کی درخواستیں و ترسیل زر مہتمم طبع و اشاعت قادیان کے پتہ پر ہو
عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی